خوفناک ڈائجسٹ
اپریل 2014
بھید نمبر
دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں
RS:65
www.paksociety.com

خوفناک ڈائجسٹ ماہ اپریل کے شمارے بھید نمبر کی جھلکیاں

خوفناک ڈائجسٹ ماہ اپریل کے شمارے بھید نمبر کی جھلکیاں

بند مکان کا راز
شفقت علی۔ سمندری
104

پھول اور کلیاں

بھیانک تعبیر
پرنس کریم۔ پشاور

مجھے یہ شعر پسند ہے

غزلیں نظمیں

پیاروں کے نام شعر

آپ کے خطوط

سات ہلاکت خیز گناہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہ سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدان جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن خواتین پر زنا کی تہمت لگانا۔

شیطان کی اعانت سے بچو

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپؐ نے حاضرین سے فرمایا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرو۔ مسلمان اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ کسی نے کہا تو نے اللہ کی فرمانبرداری کا خیال نہ کیا؟ کسی نے کہا تجھے اللہ کا خوف نہ آیا؟ جب ایک آدمی نے کہا اللہ تجھے رسوا کرے تو نبی کریمؐ نے اس کو روک دیا اور فرمایا: اسے بددعائیں دے کر اس کے خلاف شیطان کی اعانت نہ کرو اس کے بجائے اسے دعائیں دو، یوں کہو اے اللہ اس کی بخشش فرما دے اللہ اس پر رحم فرما۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے تو آپؐ نے فرمایا جب تیری موت آئے تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

ذکر اللہ تعالیٰ کی تمام عبادات کا خلاصہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: آسمان والے اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر ہوتا ہے ستاروں کی طرح چمکدار دیکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں وہ لوگ بلائے جائیں گے جو مصیبت و آرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنوں کہلانے لگیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ عذاب دینے والا نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسے مشغلہ اور دستور بنا لیا جائے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ۔

نوید سلیم ۔ مرید والا، فیصل آباد

پڑوسیوں کے حقوق

اصل میں ہمسایہ ہر وہ شخص ہے جو آپ کے دائیں بائیں اوپر نیچے چالیس گھر تک آس پاس رہتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سن لو چالیس گھر تک ہمسایہ ہوتا ہے اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے ڈرتا ہو۔ اسلام کی نظر میں ہمسائے کے حقوق کی بنیاد چار اصولوں پر ہے:

☆ انسان اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ پہنچائے۔
☆ اس کو اس شخص سے بچائے جو اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہو۔
☆ اس کے ساتھ اچھائی کا برتاؤ کرے۔
☆ اس کی بدمزاجی کا بردباری اور درگزر سے بدلہ لے۔

ایذا کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً زنا، چوری، گالی گلوچ، برا بھلا کہنا اور گند وغیرہ ڈالنا بھی ایذا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس عورتوں سے زنا اور دس آدمیوں کے مال کو چوری کرنے کو ہمسائے سے ایک مرتبہ زنا اور ایک مرتبہ کی چوری کو برابر قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ قسم اٹھا کر خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے امن میں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمسایہ مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اگر قرض مانگے تو قرض دو محتاج ہو جائے تو مالی امداد کرو، بیمار ہو جائے تو علاج کراؤ اور مر جائے تو جنازے کے ساتھ قبرستان جاؤ اور اس کے بعد اس کے بچوں کی دیکھ بھال کرو۔ اسے کوئی اعزاز مل جائے تو جا کر مبارک باد دو، کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اظہار ہمدردی کرو۔

محمد عباس راحت و حافظ محمد اکبر عطاری۔ لسبیلہ

حضورؐ کا گزر اوقات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ نے کبھی بھی تین دن مسلسل گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر نہ تو کبھی دستر خوان پر کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی چپاتی کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

حضورؐ کا انداز گفتگو

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو نہایت شیریں اور دل آویز ہوتی تھی۔ دھیمے لہجے میں گفتگو فرماتے تھے۔ بات کرنے کا یہ انداز تھا کہ ایک ایک فقرہ الگ الگ ہوتا تاکہ سننے والے ایک ایک جملے کو ذہن نشین کر لیں۔ ایک ایک بات کو تین بار فرماتے تھے جس بات پر زور دینا مقصود ہوتا تو کئی کئی دفعہ اس کا اعادہ فرماتے۔ دوران گفتگو اکثر نگاہ مبارک آسمان کی طرف ہوتی۔ بلاضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے۔ بات کرتے ہوئے خوشی کی کیفیت ہوتی تو نگاہیں نیچی ہو جاتیں، ہنسی کی بات ہوتی تو آپؐ مسکرا دیتے۔

حضورؐ کا حلیہ اقدس

میانہ قد، رنگ سفید و سرخ، پیشانی چوڑی، دھانہ کشادہ، دندان مبارک خوبصورت چمکدار، گردن اونچی، ریش مبارک گھنی، چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح روشن، جسم اطہر کی جلد نرم و نازک، سر کے بال اکثر شانوں پر لٹکے رہتے، دیکھنے والا آپ کو دیکھتا کہ ایسا پرنور چہرہ آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ (پہلے یہودی تھے) پہلی بار جب آپؐ کے چہرہ مبارک کو دیکھتے ہیں تو فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں۔ جابر بن سمرۃؓ ایک صحابی ہیں ان سے کسی نے پوچھا کیا سرکار دو عالم کا چہرہ سورج کی طرح چمکتا تھا؟ فرمایا: مہ و خورشید کی طرح دمکتا تھا۔ آپؐ کے چہرہ مبارک پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔

نوید اسلم۔ فیصل آباد

نماز

ان فرائض میں سب سے پہلا فرض نماز ہے۔ یہ نماز کیا ہے؟ دن میں پانچ وقت زبان اور عمل سے انہی چیزوں کا اعادہ جن پر تم ایمان لائے ہو۔ تم صبح اٹھے اور سب سے پاک صاف ہو کر اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو گئے۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، جھک کر، زمین پر سر ٹیک کر، اپنی بندگی کا اقرار کیا۔ اس سے مدد مانگی، اس سے ہدایت طلب کی، اس سے اطاعات کا عہد تازہ کیا، اس کی خوشنودی چاہنے اور اس کے غضب سے بچنے کی خواہش کا بار بار اعادہ کیا، اس کی کتاب کا سبق دہرایا، اس کے رسولؐ کی سچائی پر گواہی دی اور اس دن کو بھی یاد کیا جب تم اس کی عدالت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے حاضر ہو گے۔ اس طرح تمہارا دن شروع ہوا۔ چند گھنٹے تم اپنے کاموں میں لگے رہے۔ پھر ظہر کے موذن نے تم کو یاد دلایا کہ آؤ اور چند منٹ کے لئے اس سبق کو پھر دہرا لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھول کر تم خدا سے

ن ہو جاؤ۔ تم اٹھے اور ایمان تازہ کر کے پھر دنیا اور اس کے کاموں کی طرف پلٹ آئے۔ چند گھنٹو۔۔
۔۔ بعد پھر عصر کے وقت تمہاری طلبی ہوئی اور تم نے پھر ایمان تازہ کیا۔ اس کے بعد مغرب ہوئی اور رات شروع ہو گئی۔ صبح کو تم نے دن کا آغاز جس عبادت کے ساتھ کیا تھا رات کا آغاز بھی اسی سے کیا تا کہ رات کو بھی تم اس سبق کو نہ بھول نے پاؤ اور اسے بھول کر بھٹک نہ جاؤ۔ چند گھنٹوں کے بعد عشاء ہوئی اور سونے کا وقت آ گیا۔ اب آخری بار تم کو ایمان کی ساری تعلیم یاد دلا دی گئی کیونکہ یہ سکون کا وقت ہے۔ دن کے ہنگامے میں اگر تم کو پوری توجہ کا موقع نہ ملا ہو تو اس وقت اطمینان کے ساتھ توجہ کر سکتے ہو۔ دیکھو یہ وہ چیز ہے جو ہر روز دن میں پانچ وقت تمہارے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کرتی رہتی ہے۔ بار بار تم کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرتی ہے جس کا مفہوم ہم نے ابھی چند سطور پہلے تم کو سمجھا دیا ہے۔ یہاں تمام عقیدوں کو تازہ کرتی رہتی ہے جن پر تمہارے نفس کی پاکیزگی، روح کی ترقی، اخلاق کی درستی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے اس لئے غور کرو۔

راشدہ تبسم ظاھر پیر خورشید آباد

فضائل مسجد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو، پس میوہ کھاؤ۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: مساجد۔ کہا گیا اور میوہ کھانا کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکانوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ کی طرف مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ برے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ میں رکھے گا کہ اس دن اس کے سوا کسی کا سایہ نہ ہو گا۔ 1-امام عدل کرنے والا، 2-جوان آدمی کہ اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے، 3-وہ شخص کہ اس کا دل مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہے جب اس سے نکل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی طرف پھر آوے، 4-اور دو شخص کہ محبت رکھتے ہیں اللہ کے لئے اس پر اکٹھے ہوں اور اس پر جدا ہوتے ہوں، 5-وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے پس اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں، 6-وہ آدمی کہ اس کو ایک صاحب حسب و جمال عورت اپنی طرف بلاتی ہے وہ کہتا ہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، 7-وہ آدمی جو اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہے اس کو چھپاتا ہے یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تلاش عشق۔ قسط نمبر ۴

تحریر۔ ریاض احمد باغبانپورہ لاہور۔ 0341.4178875

شہر سے دور ایک ڈروانے قبرستان میں آمنہ اور راج اپنی اپنی جگہوں پر چلے کے لیے کھڑے تھے دونوں نے وہی قبریں منتخب کی تھیں جو بابا نے کہی تھیں ان قبروں کے اوپر سوکھے درخت کے تنے تھے کوئی بھی پتہ نہ تھا مرجھائے ہوئے تھے اور ایک قبرستان کے ایک کونے میں تھا جبکہ دوسرا قبرستان کے دوسرے کونے میں تھا۔ دونوں کے ہی دل بہت مضبوط تھے دونوں ہی اس قبرستان میں داخل ہوتے وقت ایک لمحہ کے لیے ڈرے نہ تھے۔ ان کے چہروں پر ذرا بھی خوف نہ تھا شاید وہ ایسی جگہوں میں رہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ دن بھر وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے اور جب رات ہوئی تو پھر اپنے اپنے چلوں میں لگ گئے۔ پوری رات وہ اپنے اپنے چلے کرتے رہے لیکن کوئی بھی اہم واقعہ ان کے ساتھ پیش نہ آیا۔ وہ پوری طرح مطمئن ہو کر اپنا چلہ مکمل کر چکے تھے ہاں البتہ کھڑے رہنے سے آمنہ کے پاؤں میں درد ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اور پھر مسلسل تین دن تک وہ چلہ کرتے رہے آج چوتھا دن تھا آج ابھی آمنہ نے چلہ شروع ہی کیا تھا کہ ایک بہت ہی بڑا کالا ناگ ایک جھاڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ سانپ کو جھاڑی سے نکلتے ہوئے اس نے دیکھ لیا تھا چاند کی روشنی میں پورا قبرستان صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ کوئی آسیبی حملہ نہیں ہے بلکہ دنیاوی چیز ہے اور اس کے حصار میں گھس سکتی ہے۔ اسکے دل میں خوف ابھرنے لگا اس کی نظریں اس سیاہ ناگ پر ہی جم کر رہ گئیں۔ جو اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ رینگتا ہوا اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا اس کا نہ صرف دل دھڑک رہا تھا بلکہ ٹانگیں بھی کانپ رہی تھیں۔ اس کی نظریں سامنے رینگتے ہوئے ناگ پر جمی ہوئی تھیں وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کا رخ کس طرف ہے ابھی تک اس کا رخ اسی کی طرف تھا جہاں وہ کھڑی تھی اور پھر ناگ نے اس کو دیکھ لیا اور رک گیا۔ اس کے منہ سے پھنکاریں نکلنے لگیں جن کی گونج اس قدر خوفناک اور ڈراؤنی تھی کہ وہ کانپ کر رہ گئی اس کا دل چاہا کہ وہ بھاگ کر راج کے پاس چلی جائے اور اس سے کہے کہ اس کے سامنے ناگ آ گیا ہے۔ لیکن پھر خود میں ہمت پیدا کرنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا یوں حصار توڑ کر باہر نکل جانا موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔ ناگ کچھ دیر کنڈلی مارے اس کو دیکھتا رہا پھر اس کی طرف بڑھنے لگا اس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کا سانس بند ہونے لگا اس نے آنکھیں بند کر لیں یہ سوچ کر کہ باہر بھی موت ہے اور اندر بھی موت ہے اگر سانپ کے ڈسنے سے باہر نکلی تو تب بھی ماری جائے گی اور اگر اندر رہی تو ہو سکتا ہے کہ ناگ کے زہر سے وہ موت کے منہ میں پہنچ جائے۔ اور ایک گہری سانس لی اس کے بعد وہ پھر سے اپنے چلہ میں مصروف ہو گئی رات بھر اس کو پھر کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ اس کا چلہ کامیاب ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

سبھی کی خوفزدہ نظریں پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں جس میں کچھ ہی دیر ایک خونی پنجہ باہر نکلا اور ان کی ساتھی کو دبوچ کر لے گیا تھا۔

اور تیز بھاگو۔علی نے بھاگتے ہوئے حسن سے کہا۔اور اس نے اپنی رفتار کو اور تیز کر دیا۔دونوں کے سانس پھولے ہوئے تھے جلد ہی وہ پہاڑی پر جا چڑھے اور پہاڑی کے دوسری جانب دیکھنے لگے لیکن ان کو اپنی ساتھی ہانیہ دکھائی نہ دی اور نہ ہی وہ خونی ہاتھ۔

اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا حسن نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔کئی دنوں سے وہ اس سے ڈر رہی تھی اور اس کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ ابھی اس کو اٹھا کر لے جائیگا۔اس کی سوچ ٹھیک ثابت ہوئی۔وہ اس کے ہاتھوں میں آ گئی۔بہت کوشش کرتی رہی تھی وہ اس کے ہاتھوں سے بچنے کی لیکن شاید اس کے دل میں ایسا خوف کیوں بیٹھ گیا تھا کہ اس کی نظریں ہر وقت اس کو ڈھونڈتی رہتی تھی تم نے دیکھا نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں میں کتنا خوف ہوتا تھا کتنی بے بسی ہوئی تھی۔یوں جیسے اس کو زندگی سے لگاؤ نہ ہو اس کو موت دکھائی دے رہی ہو۔حسن بولتا جا رہا تھا اور علی سامنے ویرانے میں اس کو تلاش کرتے ہوئے اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا اس کا دھیان دونوں ہی طرف تھا حسن کی باتوں کی طرف بھی اور سامنے ویرانے میں بھی۔

کب تک ایسا ہوتا رہیگا کب تک ہم اس کے خونی پنجوں کا شکار بنتے رہیں گے۔وہ ایک ایک کر کے ہم سب کو نگلتا جا رہا ہے اور ہم اپنے ساتھی کی موت پر صرف آنسو بہا کر رہ جاتے ہیں کچھ بھی کرتے نہیں ہیں۔ہمیں وہ کچھ کرنا ہوگا جواب تک کر نہیں سکیں ہیں۔

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو علی۔ہمیں واقعی کچھ کرنا ہوگا اور یہ سب کچھ خود ہی کرنا ہوگا میں دیکھ رہا ہوں کہ راج اور آمنہ بھی کچھ نہیں کر رہے ہیں وہ باتیں تو ایسے کرتے ہیں جیسے ابھی اس درندے کو پکڑ کر مار ڈالیں گے لیکن ایسا کچھ بھی کر سکے ہیں۔

لگتا تو مجھے بھی ایسا ہی ہے کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں اگر کچھ ہوتا تو یقیناً وہ کچھ کرتے۔علی نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

تم غلط سمجھ رہے ہو۔وہ دونوں ہی اپنے پیچھے سے آنے والی کو آواز کو سن کر چونکے اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو ان کے سامنے راج کھڑا تھا۔میں بہت کچھ کر سکتا ہوں اور کرتا بھی جا رہا ہوں۔میری زندگی کا مقصد اس درندے کی موت ہے جو اس کو ضرور ملے گی تم کیا سمجھتے ہو کہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا ہوں ایسا نہیں ہے سب کچھ دیکھ رہا ہوں لیکن سب کچھ بتانا میں ضروری نہیں سمجھتا ہوں اور جہاں تک تمہاری ساتھی ہانیہ کی بات رہی تو اس کو میں نے اس کے ہاتھوں سے مرنے سے بچالیا ہے۔

کیا کیا۔وہ دونوں ہی چونکے۔

ہاں میں نے اس کو بچالیا ہے میں نے دور سے ہی اس پر عمل پڑھ کر پھونک دیا تھا اور وہ اس کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔اس نے کہا تو جیسے ان دونوں کو اس کی بات پر یقین نہ آیا۔وہ اس کو بے یقینی والی نظروں سے گھورتے جا رہے تھے وہ مسکرا دیا۔میں جانتا ہوں کہ تم کو میری بات پر یقین نہیں آ رہا ہے آؤ میرے ساتھ اتنا کہ کر وہ پہاڑی کی دوسری طرف اترنے لگا علی اور حسن بھی اس کے پیچھے پیچھے اترنے لگے۔جلد ہی وہ پہاڑی کے دوسری جانب اتر گئے۔راج کو ان کو لے کر دور بہت دور چلتا چلتا گیا۔اور پھر ایک جگہ جا کر وہ رک گیا۔سامنے کا منظر دیکھ کر علی اور حسن کے دل و دماغ کو ایک اور جھٹکا لگا وہ سامنے کا منظر دیکھتے ہی رہ گئے انکے سامنے ہانیہ لیٹی ہوئی تھی اس کے پاس آمنہ بیٹھی ہوئی تھی ہانیہ کی موجود تو یہاں ان کی سمجھ میں آ گئی

تھی لیکن آمنہ یہاں کیسے آ گئی وہ تو اس کو خیمہ میں چھوڑ کر آئے تھے۔ آمنہ ان کو دیکھ کر مسکرا دی۔
حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ آؤ دیکھو تمہاری ساتھی ٹھیک ہے ہم نے اس کو بچالیا ہے۔ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ دیکھنا چاہتے ہو تو وہ بھی دکھاتی ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر وہ مزید حیرت زدہ ہو گئے۔
اور کیا دکھانا چاہتی ہیں آپ۔ علی بمشکل بولا۔
وہ کچھ جس پر شاید تم دونوں کو یقین نہ آئے۔ لیکن ابھی نہیں دکھاؤں گی ابھی اس بات کو راز میں رکھنا چاہتی ہوں رات کو خیمہ میں سب کو دکھاؤں گی تم لوگ خیمہ میں جا کر آگ جلاؤ۔ آمنہ نے کہا تو ان کے دلوں میں مزید تجسس بیٹھ گیا۔ تم لوگ اس کو اٹھاؤ اور خیمہ کی طرف چلو۔ آمنہ نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں ہانیہ کی طرف بڑھے اور اس کو اٹھا کر چلنے لگے لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ہانیہ کا جسم برف کی مانند بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد ہی علی نے ہانیہ کو نیچے زمین پر لٹا دیا۔
یہ تو برف کی مانند ہے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملتے ہوئے کہا۔
ہاں۔ یہ اس سائے کے خوف کی وجہ سے ٹھنڈی ہو گئی ہے اور اس کی ٹھنڈک سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اس سائے سے کتنا ڈرتی تھی۔ کتنا خوف کھاتی تھی اس سے۔ راج۔۔ راج۔۔ آمنہ راج سے مخاطب ہوئی۔ تم اس کا کچھ کرو ورنہ یہ لوگ اس کو اٹھا کر خیمہ تک نہیں لے جا سکیں گے۔ راج مسکرایا اور اپنا رومال اتار کر ہانیہ کے جسم کے اوپر لہرانے لگا وہ دونوں اس کو یہ سب کرتے ہوئے دیکھتے جا رہے تھے علی سوچ رہا تھا کہ جو کچھ انہوں نے ان دونوں کے بارے میں سوچیں سوچی تھیں وہ سب غلط ثابت ہو گئی ہیں ہم تو سمجھ رہے تھے کہ ان دونوں کے پاس کچھ بھی نہیں یہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ وہ ان کے سامنے خود کو شرمندہ محسوس کر رہے تھے اور جان رہے تھے کہ جیسے انہوں نے ان کی سب باتیں سن لی تھیں اور ایسا بھی تھا راج ان کے پیچھے نجانے کب سے کھڑا ان کی باتیں سنتا جا رہا تھا۔ اور تبھی اس نے کہا تھا کہ ہانیہ مری نہیں ہے وہ زندہ ہے۔ اب اس کو اٹھا لیں میں نے اس کے ٹھنڈے جسم کو نارمل کر دیا ہے۔ لیکن یہ اثر کچھ ہی دیر میں ختم ہو جائے گا تم لوگ اس کو لے جا کر آگ کے قریب رکھنا پھر خود ہی ہوش میں آ جائے گی۔ ہمیں کچھ کام ہے تم لوگ جاؤ اب۔ راج نے کہا تو علی نیچے جھکا اور بے ہوش پڑی ہوئی ہانیہ کو اٹھا لیا اور اس بار واقعی اس کا جسم ٹھنڈا نہ رہا تھا بلکہ عام انسانوں کی مانند تھا لیکن ایک بات حیران کن تھی کہ اس کا جسم ایسے تھا جیسے کسی معمولی وزن کے بچے کو اٹھا رکھا ہو۔ وہ تیزی سے پہاڑی کی جانب بڑھنے لگے۔
ہمیں ان کے بارے میں ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیے تھے علی نے چلتے ہوئے کہا۔
ہاں یار میں بھی ان کے سامنے شرمندہ ہو رہا تھا۔ مجھے اپنی کہی ہوئی باتوں پر خود ہی شرمندگی ہو رہی تھی ہم انکو کیا سمجھ رہے تھے اور یہ کیا نکلے۔ حسن نے بھی علی کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ہم انکو معمولی اپنا جیسا انسان سمجھتے رہے تھے لیکن وہ معمولی نہیں ہیں ان کے پاس بہت کچھ ہے۔
ہاں یار تم ٹھیک کہتے ہو اب تو مجھے بھی یقین ہو گیا ہے کہ وہ عام نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے اندر واقعی کوئی طاقت چھپی ہوئی موجود ہے وہ ایسے نہیں کہتے تھے کہ وہ بہت کچھ کرنے والے ہیں۔
ہاں یار تمہاری اس بات سے یاد آیا کہ انہوں نے رات کو کیا دکھانا ہے۔
یہ تو مجھے بھی پتہ نہیں ہے لیکن کوئی ایسی بات ضرور ہو گی جو ہمارے لیے بہت ہی اہم ہو گی۔ حسن نے

کہا۔

چلو پتہ چل جائے گا اس کے لیے ہم کو اب رات کا انتظار کرنا ہوگا۔

کر لیتے ہیں انتظار رات ہونے میں کون سا وقت لگے گا ہانیہ کی دیکھ بھال کرتے ہوئے رات ہو جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد یہ کچھ ہمیں اس سائے کے بارے میں بتا دے۔

ہاں۔ ایسا ہی کرے گی۔ دونوں ایسی ہی باتیں کرتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنے کے بعد دوسری طرف اتر کر خیمہ کی طرف بڑھتے جا رہے تھے خیمہ ان کو دکھائی دے رہا تھا جہاں ساحل۔ سحر خیمہ کے باہر ان کا انتظار کر رہی تھی علی کے ہاتھوں میں ہانیہ کا لہراتا ہوا وجود دیکھ کر سحر تیزی سے ان کی طرف بھاگی۔ اس کے پیچھے ساحل بھی تھی۔ ہانیہ کو دیکھ کر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

یہ یہ ہانیہ ہی ہے ناں۔ مجھے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا ہے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے قدرت ہے خدا کی کہ ہم کو ہانیہ واپس مل گئی۔ کیا یہ زندہ ہے۔ خوشی سے سحر سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

ہاں یہ ہانیہ ہی ہے اور زندہ ہے۔ علی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ساحل بھی کے پاس پہنچ گئی تھی اس کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اسے دیکھ کر یقین کرنا پڑا۔ اب اسے یقین ہوا کہ آمنہ غلط نہ کہتی تھی۔ آمنہ نے اس کو سب کچھ بتا دیا تھا کہ ہانیہ زندہ ہے اور وہ دونوں اس کو اٹھا کر لا رہے ہیں۔ یہ بات سحر نے بھی سنی تھی دونوں کو ہی اس نے بتائی تھی جب سے ہانیہ کو وہ دبوچ کر لے گیا تھا تب سے ان دونوں کی آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہو رہے تھے اور آمنہ نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ مری نہیں ہے ہمارا علم کہتا ہے کہ وہ زندہ ہے اور پھر چند لمحات کے لیے آمنہ اور راج ان کی آنکھوں سے دور ہوئے تھے وہ یکدم کہاں غائب ہو گئے تھے نہ سحر جان پائی تھی اور نہ ہی ساحل۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک درخت کی اوٹ سے نکل کر دوبارہ ان کے سامنے آ گئے تھے اور پھر سب کچھ بتا دیا تھا کہ ہانیہ زندہ ہے اور وہ دونوں اس کو اٹھا کر لا رہے ہیں تم دونوں ان کا انتظار کرو ہم دونوں اندر خیمہ میں کچھ آرام کریں۔ ساحل نے بغور اس کو دیکھا اور بولی۔

آمنہ تو سچی ہے تمہارا علم سچا ہے۔ تو نے ہانیہ کے زندہ ہونے کی پہلے ہی نوید ہم کو سنا دی تھی۔

کیا کہا۔ وہ دونوں ہی بوکھلا گئے۔ کیا کہا تم نے آمنہ نے بتا دیا تھا لیکن وہ تو۔

کیا۔ لیکن۔ وہ۔

کچھ نہیں۔ وہ تو وہاں تھے۔

کیا کیا۔ وہ دونوں بھی ایسے چونکی جیسے حسن اور علی چونکے تھے۔

کیا کہا تم لوگوں نے۔

ہاں انہی نے تو اس کو بچایا تھا جب ہم پہاڑی پر پہنچے تو راج وہاں آ گیا اور اس نے بتایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہانیہ کو ہم نے بچا لیا ہے آؤ میں دکھاتا ہوں کہ وہ کہاں پھر وہ ہمیں لے کر پہاڑی کی دوسری جانب اتر گیا جہاں ہمیں سامنے آمنہ بیٹھی ہوئی دکھائی دی ہانیہ اس کے سامنے لیٹی ہوئی تھی اور اب تم کہہ رہی ہو کہ وہ یہاں ہیں لیکن کہاں ہیں

وہ اندر خیمہ میں ہے۔ ساحل نے بتایا تو دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ جیسے اس کو ساحل کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔ وہ دونوں خود بھی حیران کھڑی تھیں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے یہ تو صرف چند منٹوں کے

لیے ان کی نظروں سے دور ہوئے تھے پھر وہاں کیسے پہنچ گئے۔
مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ یہ دونوں وہاں پہنچے ہوں کیونکہ یہ وہاں گئے ہی نہیں تھے یہاں ہی رہے تھے ہمارے پاس صرف کچھ دیر کے لیے نجانے کہاں چلے گئے اور ہمیں کہا تھا کہ وہ زندہ ہے لیکن خوف کی وجہ سے اس کا جسم برف کی مانند ٹھنڈا ہو گیا ہے اس کے لیے لکڑیاں جلاؤ۔ تاکہ اس کے جسم کو گرمائش دی جا سکے اور اس کو ہوش میں لایا جا سکے۔
کیا کیا۔ ایک بار پھر علی اور حسن کو جھٹکا لگا۔
ہاں لیکن اس میں حیرت والی کون سی بات ہے۔ ساحل نے پوچھا۔
نہیں نہیں کچھ نہیں۔ حسن نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہانیہ کو اٹھائے ہوئے اندر خیمہ میں چلے گئے سامنے وہ دونوں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے ان کے لبوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔ جسے علی اور حسن پڑھ چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ کیوں مسکرا رہے ہیں۔ کبھی ان کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ انسان نہ ہوں انسانی روپ میں کچھ اور ہوں آج کئی دنوں کے بعد انہوں نے ان کے اندر ایسا کچھ دیکھا تھا جو یقین سے باہر تھا۔ وہ دونوں ہی ان کے چہروں پر چھائی ہوئی حیرانگی کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔
لے آئے ہو۔ لٹاؤ اس کو نیچے۔ آمنہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ساحل تم نے باہر لکڑیاں جلائی ہیں آمنہ نے یہ کہا اور پھر ساتھ ہی وہ نیچے لیٹی ہوئی ہانیہ پر جھک گئی اور اس کے دل کی دھڑکن دیکھنے لگی۔ بہت شدید خوف کا دھچکا لگا تھا اس کو دیکھو اس کا جسم برف بنتا جا رہا ہے۔ آمنہ نے اس کے ہاتھوں کو چھوتے ہوئے کہا۔ ساحل خیمہ سے باہر نکل کر آگ جلانے میں مصروف تھی آگ جلاتے ہوئے اس کی سوچ ان دونوں کی ہی طرف تھی کہ واہ کیا کمال کے انسان ہیں یہ لمحوں منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے تھے۔ میں بھی ان جیسا علم سیکھوں گی۔ اور ان جیسا ہی بنوں گی۔ ساحل محسوس تو اس وقت سے کر رہی تھی جب سے وہ آئے تھے کہ ان کے اندر ایسی کوئی کشش تھی جو اس کو انکی طرف متوجہ کئے جا رہی تھی اور آج وہ سب دیکھ لیا تھا جو اس کی سوچ میں نہ تھا۔ سحر بھی باہر اس کے پاس آ گئی تھی اور پھر دھیرے دھیرے حسن اور علی بھی باہر آ گئے ساحل آگ جلا چکی تھی۔ اور آمنہ ہانیہ کو اٹھائے ہوئے باہر نکل رہی تھی اس کے پیچھے راج بھی تھا۔ اس کو آگ کے قریب ہی لٹا دیا گیا۔ اور اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔
راج بھائی۔ علی نہ رہ سکا۔ اور بول ہی پڑا۔ ہمیں معاف کر دینا ہم نے تم دونوں کے بارے میں بہت غلط سوچا تھا۔ ہم آپ کی پیٹھ پیچھے نجانے کیسی کیسی باتیں کرتے رہے تھے۔ ہمیں آپ کا سامنا کرتے ہوئے شرمندگی ہو رہی ہے۔ راج نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔
نہیں علی بھائی شرمندگی والی بات نہیں ہے اور نہ ہی ایسا سوچنا ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اب اس سائے کے ہاتھوں کوئی بھی نہیں مرے گا اور ایسا ہی ہو گا میں نے تین دن کا چلہ مکمل کر لیا ہے اور میرے پاس کچھ طاقتیں آ گئی ہیں اور میرے چلہ کی ایک بات یہ ہے کہ جتنی طاقتیں میرے پاس آئی تھیں اتنی ہی بغیر چلے کے آمنہ کو مل گئیں۔ میں جو بھی کام کروں گا اس کا فائدہ آمنہ کو خود بخود ہو گا اور جو یہ کام کرے گی اس کا فائدہ مجھے ہو گا یہ میرے بزرگ نے کہا تھا۔ اب زیادہ حیران اور شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم سب مطمئن رہو اب کسی کو بھی کچھ نہیں ہو گا۔
آمنہ جی۔ آپ نے ہمیں دکھانا تھا۔ حسن نے بمشکل کہا۔ کوئی ایک بات۔ جس کا آپ نے ہم سے وعدہ

کیا تھا آپ پہلے ہمیں وہاں دکھانا چاہتی تھی لیکن نجانے پھر کیا سوچ کر سب کے سامنے دکھانے کو کہہ دیا ہم انتظار میں ہیں ایک تجسس میں ہیں۔ حسن کی بات پر وہ مسکرائی اور بولی۔

ہاں میں نے کچھ بتانے کو کہا تھا اور اس کو وقت ابھی نہیں آیا ہے شاید میں نے رات کو دکھانے کو کہا تھا۔

ابھی دکھادیں۔ اس میں کون سا حرج ہوگا۔ راج نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو اس نے ایک گہری نظر راج پر ڈالا جس کے لبوں پر ایک طلسمی مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

جو کچھ میں نے دکھانا ہے آپ ہی دکھادیں۔ آپ کی کوششوں سے ہی تو یہ سب ہوا ہے۔

او کے ٹھیک ہے جی۔ راج نے ایک انداز سے کہا۔ اور پھر علی سے بولا۔

وہ سامنے درخت کے ساتھ دیکھو وہاں تم کو کچھ دکھائی دے گا۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ سب کی نظریں اس درخت کی طرف اٹھ گئیں جس کی طرف راج نے اشارہ کیا تھا اور پھر سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہاں ایک لہراتا ہوا سایہ کھڑا تھا۔ انہوں نے ایک ہی نظر میں اس کو پہچان لیا یہ وہی تھا جس نے عبداللہ شاز یہ۔ کی جان لی تھی جس نے اب ہانیہ کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔

یہ۔ یہ تو وہی سایہ ہے۔ علی نے حیرت و خوشی کے سے انداز میں کہا۔

ہاں یہ وہی ہے اس کو ہم نے قابو کرلیا ہے لیکن یہ زیادہ دن تک ہمارے قابو میں نہیں رہے گا زیادہ سے زیادہ تین دن تک یہ ہمارے قابو میں رہے گا ہاں اگر میں اس کو ہمیشہ کے لیے قابو کرنے کے لیے کوئی چلہ کروں تو ہوسکتا ہے کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں لیکن وہ چلہ سات دن کا ہے اور میرا اس پر پھیلایا ہوا سحر تین دن کا ہے راج کی باتیں سن کر ان کے چہروں پر جو خوشی ابھری تھی وہ وہی مدھوم ہونے لگی۔

وہ مجھے ماردے گا وہ مجھے ماردے گا۔ بے ہوش پڑی ہوئی ہانیہ کے منہ سے ہلکی ہلکی ڈری ڈری سے آوازیں نکلنے لگیں۔ سب کی توجہ اس کی طرف ہوگئی۔ وہ بھول ہی گئے کہ وہ کچھ دیر پہلے کسی سائے کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ کی انگلیاں حرکت کرنے لگی تھیں لب پھڑ پھڑانے لگے تھے پلکیں لہرانے لگی تھیں اور پاؤں بھی حرکت کرنے لگے تھے۔ وہ دھیرے دھیرے ہوش میں آتی جارہی تھی۔

تمہیں کوئی نہیں مارے گا جس نے تم کو مارنا تھا وہ خود اس وقت ہمارے سامنے قید ہے۔ علی نے تیزی سے یہ لفظ ادا کئے۔ اس کی بات کے دوران ہی ہانیہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور سب کو اپنے قریب پا کر گہری نظروں سے دیکھنے لگی۔

میں زندہ ہوں کیا۔ اس نے بے یقینی سے کہا۔

ہاں نہ صرف زندہ ہو بلکہ ہم لوگوں کے بیچ میں ہو۔ ساحل نے اس کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اٹھو وہ سامنے درخت کے تنے کے ساتھ دیکھو آمنہ اور راج نے اس سائے کے ہاتھوں سے نہ صرف تمہاری زندگی بچائی ہے بلکہ اس کو بھی قابو کرلیا ہے۔

ساحل کی بات سن کر ہانیہ نے اپنی گردن گھما کر اس سائے کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ اس کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی۔

میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اس نے میرا جینا حرام بنا رکھا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھنے لگی تو راج نے اس کو روک لیا۔

میں جانتا ہوں تمہاری کیفیت کو لیکن ابھی تم آرام کرو وہ ہمارے قابو میں ہے ہم تین دن تک اس کے ساتھ جو بھی چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی جان نہیں لے سکتے باقی جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

پلیز مجھے جانے دو مجھے اس سے کچھ بدلہ لینا ہے اپنی بربادی کا اپنی تباہی کا۔ وہ منت کرنے لگی تو آمنہ مسکرا دی۔ اور بولی۔

ہاں چلی جانا بلکہ ہم سب تمہارے ساتھ چلتے ہیں جو چاہے اس کے ساتھ کر لینا۔ اتنا کہہ کر آمنہ بھی اٹھ گئی اور اس کے ساتھ ہی سب ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس درخت کی طرف بڑھنے لگے۔ ہانیہ نے ایک بڑی سی جلتی ہوئی لکڑی اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی۔

میں اس کو اس آگ میں جلاؤں گی۔ اس کے خوبصورت جسم کو جلا کر کوئلہ بنا دوں گی اس کا یہ لڑکیوں کو پھنسانے والا حسن ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گی نجانے کتنی لڑکیوں کو اب تک یہ اپنا حسین چہرہ دکھا کر اپنا دیوانہ بنا کر ان کے زندگیوں سے کھیل چکا ہے۔ وہ یہ لفظ ایسے کہہ رہی تھی جیسے اس سے اپنی ذلت کا بدلہ لینا چاہتی ہو۔ اور سب ہی اس کی باتیں سنتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ چلتے جا رہے تھے جلد ہی وہ اس درخت کے پاس پہنچ گئے۔ وہ درخت کے ساتھ بندھا ہوا تھا اس کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی آنکھوں میں سحرانہ کشش باقی نہ رہی تھی۔ وہ اجڑا اجڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ان سب کو اپنے قریب دیکھ کر اس کا چہرہ قہر آلود بن گیا۔ وہ کھا جانے والی نظروں سے راج کو دیکھنے لگا۔

راج۔ کب تک مجھے اپنی قید میں رکھو زیادہ دن نہیں۔ بہت جلد تمہاری اس معمولی سی قید سے میں آزاد ہو جاؤں گا اس کے بعد میں تم سب کا وہ حال کروں گا کہ شاید تم لوگوں نے سوچا بھی نہ ہوگا۔ تم لوگوں نے میرے سامنے آ کر وار نہیں کیا ہے پیچھے سے وار کیا ہے۔ اگر سامنے سے وار کرتے تو ہو سکتا تھا کہ تمہاری زندگیوں کو اب تک میں ختم کر چکا ہوتا۔

تم پر پیچھے سے وار ہوا ہو یا سامنے سے ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے ہم تو یہ دیکھ کر مطمئن ہیں کہ تم ہماری قید میں ہو اور کم از کم تین دن تک تم ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہو۔ آمنہ نے اس کے سامنے کھڑے ہوئے کہا۔ اور پھر آمنہ کے سامنے ہانیہ آ گئی اس کی آنکھیں اس وقت ہاتھ میں پکڑی ہوئی آگ کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ قہر آلود تھا۔

تو نے میری زندگی کے ساتھ بہت کھیل لیا ہے میری زندگی کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ نہ اپنے لیے چھوڑا ہے اور نہ ہی انسانوں کے لیے۔ سب میں ہی یہ بات مشہور ہے کہ میں تمہاری دیوانی ہوں لیکن اب دیکھ میں تیرے سامنے ہوں جتنی محبت میں تم سے کرتی تھی اتنی ہی نفرت کرنے لگی ہوں۔ عورت پیار بھی حد سے بڑھ کر کرتی ہے اور نفرت بھی حد سے بڑھ کر کرتی ہے یہی کیفیت اب میری ہے تم نے میری چاہت کا روپ دیکھا ہے اب میری نفرت کو بھی دیکھو میں تم سے ایک ایک بات کا حساب لوں گی۔

اتنا کہہ کر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی جلتی ہوئی آگ اس کے جسم کے ساتھ جوڑ دی آگ نے ایک لمحے میں اس کو پکڑ لیا۔ وہ تڑپنے لگا۔ چیخنے چلانے لگا لیکن ہانیہ پر جیسے جنون طاری ہو گیا تھا اس کی موت کا تماشا دیکھنے کو وہ مسلسل اس کو جلائے جا رہی تھی اس کی بے بسی پر قہقہے لگاتی جا رہی تھی۔ سب ہی خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے ساحل نے اس کا جنون ختم کرنے کے لیے آگے بڑھنا چاہا لیکن راج نے اس کو روک دیا۔ تو وہ پھر سے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

اب تو میرے ہاتھوں سے بچے گا میرے ہاتھوں مرے گا۔ میں تیرا وہ حال کروں گی شاید تم نے سوچا بھی نہ ہوگا اتنا کہہ کر وہ پیچھے ہٹی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی کچھ دور اس کو ایک پتھر نظر آیا وہ پتھر کی طرف بڑھی اور اس کو اٹھالیا اور ایک بار پھر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اور پھر ہاتھوں کو سر سے بلند کرتے ہوئے پتھر زور سے اس کی طرف اچھال دیا جو سیدھا اس کے سر پر لگا خون کا ایک فوارا اس کے سر سے ابھرا اور منٹوں لمحوں میں اس کے جلتے بدن پر پھیلتا چلا گیا۔ اس خون سے اس کے جسم کو لگی ہوئی آگ بجھنے لگی۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ بجھی بجھی آنکھوں سے اس نے ہانیہ کی طرف دیکھا پھر اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ غالباً وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ہانیہ پھر بھی باز نہ آئی اس نے نیچے پڑا ہوا پتھر ایک بار پھر اٹھالیا اور اسی طرح پوری طاقت سے اس کے سر پہ دے مارا اب کی بار اس سے زیادہ اس کے سر میں سوراخ ہوگیا بہنے والے خون کی رفتار تیز ہوگئی۔ بے ہوشی کی کیفیت میں وہ بری طرح تڑپا۔ اور پھر اس کے ہاتھ پاؤں بے حرکت ہونے لگے۔

چلو آؤ واپس چلتے ہیں۔ راج نے کہا۔

نہیں راج ابھی نہیں ابھی میرا غصہ ختم نہیں ہوا ہے ابھی تو کچھ بھی ختم نہیں ہوا ہے اگر یہ میرے ہاتھوں سے بچ گیا تو یقیناً میں اس کے ہاتھوں سے بچ نہ سکوں گی مجھے اس کو مارنا ہے اور مارتے ہی رہنا ہے میں اس کے جسم کو اس قدر زخمی کردوں گی کہ یہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے گا۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک بار پھر پتھر اٹھالیا۔ اور اس کے سر کی بجائے اس کے چہرے پر ماردیا ایک بھیانک چیخ بے ہوش پڑے ہوئے سائے کے منہ سے ابھری اسکا چہرہ پتھر کی نوکوں سے لٹکنے لگا۔ جگہ جگہ سے چہرا لٹکتا ہوا دکھائی دینے لگا اور پھر ہانیہ جیسے وحشی ہوگئی تھی اس نے کئی بار وہ پتھر اٹھایا اور اس کے منہ اس کے جسم کے مختلف حصوں میں مارا اس کی ٹانگوں کی ہڈیوں سے کئی بار ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ زمین پر پیٹتا چلا گیا۔ اب ہانیہ کے لیے اس کو مزید زخمی کرنا آسان ہوگیا تھا وہ بار بار پتھر اٹھاتی اور اس کے سر کو نشانہ بنا کر اس پر مارتی تو خون کا فوارا مزید ابلنے لگتا۔ اس کا پیٹ کرادھر ادھر لٹک گیا تھا۔ چہرے کا گوشت بھی لٹکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اور جسم سے جگہ جگہ خون بہہ رہا تھا۔ اب کی بار کسی بھی ہانیہ کو نہ روکا تھا ہاں البتہ سحر سے یہ سب کچھ دیکھا نہ گیا تو اس نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا اور سوچنے لگی کہ ہانیہ کتنی ظالم ہے اس کو اس کی حالت پر ذرا بھی ترس نہیں آرہا ہے اس پر ایسے ایسے وار کررہی ہے کہ وہ چیخ بھی نہیں سکتا ہے۔ اف خدایا۔ مجھ سے یہ سب بھی نہ ہوگا۔

چلو چھوڑو اب تھک جاؤ گی۔ آمنہ نے آگے بڑھ کر وحشی بنی ہوئی ہانیہ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ تو وہ آمنہ کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ آمنہ آپی آپ نہیں جانتی ہیں کہ اس نے میری کیا حالت بنا رکھی تھی یہ مجھے راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا۔ اپنا پیار میرے دل میں ڈالتا رہا تھا مجھے دھیرے دھیرے اپنے جھوٹے پیار کے جال میں پھنساتا رہا تھا۔ یہاں تک میں اس کی تلاش میں یہاں تک آگئی اس کو دیکھنے کے بعد میں تو خوش ہوگئی تھی کہ مجھ کو میری منزل مل گئی ہے میرا عشق مل گیا ہے لیکن نہیں یہ میری منزل نہ تھا میرا عشق اس کے لیے بیکار تھا اس کو میری محبت کی ضرورت نہ تھی یہ مجھے اپنے جال میں پھنسا کر میری جان سے کھیلنا چاہتا تھا پوچھو اس سے میں نے اس سے کہا نہیں تھا کہ میں تمہارے بنا ادھوری ہوں مجھے تمہاری ضرورت ہے میں جانتی تھی کہ یہ انسان نہیں ہے اس کے باوجود بھی میں اپنے آپکو اس کے نام لکھوادیا تھا۔ کئی ماہ سے میں اس کے لیے پاگل بنی رہی تھی اور یہ کئی ماہ سے میرے جذبات سے کھیلتا رہا تھا۔ میں اسے معاف

نہیں کروں گی۔ کبھی بھی معاف نہیں کروں گی میں جانتی ہوں کہ یہ تمہاری قید سے آزاد ہو کر سب سے پہلے میری جان لینے کی کوشش کرے گا اور مجھے بھی اپنی جان کی پرواہ نہیں رہی ہے۔ نہ موت سے خوف آتا ہے اور نہ ہی زندگی سے پیار ہے۔ یوں سمجھ لو کہ میں زندہ بھی نہیں رہنا چاہتی اور مرنا بھی نہیں چاہتی اس نے میری ایسی حالت بنائی ہے میں چاہتی ہوں کہ اب جب تک میری زندگی ہے میں اس کو ایسی ایسی سزا ئیں دوں کہ جب یہ میری زندگی چھیننے کی کوشش کرے تو مجھے دکھ نہ ہو۔ ہانیہ کی باتوں نے سب کو ہی حیران کر دیا تھا۔ سب ہی اس کا منہ دیکھتے جا رہے تھے۔ واقعی وہ غلط نہ کہتی تھی سب ہی اس کی زندگی سے واقف تھے ہر کوئی اس کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ ایک سائے کی عاشق ہے اس کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور اب اس کو پانے کے بعد اسکی تلاش ختم ہو گئی اور اس انداز میں اس کی تلاش ختم ہوئی ہے کہ وہ اس کا پیار نہیں رہی تھی اس کی عاشق نہیں رہی تھی بلکہ اس کی سب سے بڑی دشمن بنی ہوئی تھی۔ آہ زندگی انسان کو کیسے کیسے موڑ دکھاتی ہے وہ کچھ دکھاتی ہے جو انسان نے سوچا بھی نہیں ہوتا ہے۔

راج بھائی اس سائے کا کچھ کریں۔ کیونکہ بقول آپ کے یہ تین دن آپ کی قید میں رہے گا اس کے بعد یہ خود بخود آزاد ہو جائے گا اور اس کی آزادی ہم سب کی موت ہوگی۔ ساحل نے راج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ساتھ وہ چل بھی رہے تھے۔

ہاں جانتا ہوں کہ یہ تین دن بعد ہماری قید سے آزاد ہو جائے گا اور میں سوچ رہا ہوں کہ میں بزرگ سے جا کر ملوں اس سے کہوں کہ میں نے اس سائے کو پکڑ لیا ہے۔ لیکن اس پر میرا پھیلایا ہوا سحر بہت کمزور ہے اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے ہمارا قیدی بن جائے۔

ہاں راج بھائی یہ بات ٹھیک ہے آپ کی آپ ایسا ہی کریں بلکہ ہم سب بھی اب گھروں کو جاتے ہیں جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا ہے اب ہمیں یہ تو یقین ہے کہ تین دن تک یہ ہم تک نہیں پہنچے گا ہم ان تین دنوں میں اپنی زندگی کی بچاؤ کا کوئی حل تلاش کرتے ہیں علی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا اور اس کا یہ مشورہ سب کے ہی دلوں کو بھایا اور سب نے ہی واپس جانے کو ترجیح دی۔ خیمہ کے پاس پہنچ کر انہوں نے خیمہ اکھاڑ دیا اور اپنا سامان سمیٹنے لگے یہ کام انہوں نے آدھے گھنٹہ میں ہی کر لیا تھا۔ اور پھر وہاں سے وہ چل دیئے۔

بابا جی کو تمام سٹوری سنانے کے بعد راج چپ ہو چکا تھا اور آمنہ بھی اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی بابا کی آنکھیں بند تھیں وہ نجانے کس منزل پر پہنچے ہوئے تھے۔ کمرے میں مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔ آمنہ اس نیم تاریک کمرے کو دیکھ رہی تھی جہاں چند ایک برتن پڑے ہوئے تھے ایک دری بچھی ہوئی تھی جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک چادر بچھی ہوئی تھی جس پر بابا جی بیٹھے ہوئے تھے ایک طرف چراغ رکھا ہوا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ ایک کھونٹی کے ساتھ تسبیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ جن میں کچھ باریک دانوں والی تھیں کچھ موٹے دانوں والی۔ دیواریں کچی تھیں۔ مٹی کی چنائی اور مٹی کا لیپ دیواروں پر کیا گیا تھا فرش بھی مٹی کا تھا لیکن اوپر بچھی ہوئی دری نے اس فرش کو ڈھانپ رکھا تھا۔ مکمل خاموشی تھی وہاں آمنہ کو یہاں وہ سکون مل رہا تھا جو شاید ہی اس نے اپنی زندگی میں دیکھا ہوگا۔ بابا جی نے اپنی بند آنکھوں کو کھول دیا۔ اور ایک گہری سانس لے کر بولے۔

ہانیہ کو اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اس نے ایسا کر کے اس سائے کے دل میں مزید انسانوں

کے لیے نفرت بھر دی ہے وہ سب سے پہلے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے اس کے پاس ہی جائے گا۔ لیکن میں کوشش کروں گا اس کا راستہ روکنے کی اس کے راستے میں طلسمی تاریکی پھیلانے کا کام کروں گا تا کہ وہ وہ کچھ نہ کر سکے جو وہ کرنا چاہتا ہو۔ تم کو ابھی اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے تھی اس کو قید کرنے کی اس کی راہ میں ابھی صرف رکاوٹیں ڈالنی تھیں۔ میں نے ابھی صرف اتنا کہا تھا کہ اس کا راستہ روکو لیکن تم نے غلط کر دیا ہے لیکن خیر جو ہوا سو ہوا۔ میں کوشش کروں گا سب کچھ سنبھالنے کی۔ تم بے فکر رہو اس کا زیادہ بوجھ نہ لو میں تم دونوں کو ایک وظیفہ کرنے کو دیتا ہوں یہ تم دونوں نے ایک ہی قبرستان میں کرنا ہے۔ لیکن ایک ساتھ نہیں کم از کم تم دونوں کے درمیان میں ایک سو گز کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اور ان قبروں پر کرنا ہے جن کے ساتھ سوکھے شاخوں والے درخت ہوں جس پر کوئی بھی ہرا پتہ نہ ہو۔ وہ مردہ درخت ہوں گے۔

ٹھیک ہے بابا جی لیکن مجھے ان ساتھیوں کی زیادہ فکر ہے جن کو ہم نے بہت دلاسے دیئے ہوئے ہیں کہ ان کو کچھ بھی نہیں ہو گا وہ بے فکر ہو کر اپنی زندگی کو انجوائے کریں۔

ان کی فکر بھی چھوڑ دو۔ میں نے کہا ناں کہ میں اس کا راستہ روکوں گا اور میں ایسا ہی کروں گا بس تم کل رات ہی اپنا چلہ شروع کر دو چلے کے دوران وہ تم کو کچھ بھی نہیں کہہ سکے گا۔ بلکہ تم سے مزید خوف کھانے لگے گا۔ بابا جی نے ان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے بابا جی آپ نے کہہ دیا اور ہم بے فکر ہو گئے۔ راج نے کہا تو بابا جی نے ایک پرسکون سانس لی۔

بیٹا تم دونوں کی طاقتیں ہی اس کو ختم کر سکتی ہیں۔ لیکن تم دونوں کو ایک بہت بڑے امتحان سے گزرنا پڑے گا میں چاہتا تھا کہ تم پر وہ امتحان نہ آئے لیکن اس نے آنا ہے تم نے ثابت قدم رہنا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ بابا جی ہم ہر امتحان میں پورا اتریں گے بڑے سے بڑے امتحان کا بھی مقابلہ کریں گے بس ہمیں آپ کی راہنمائی چاہیے آپ کی دعائیں چاہیے اور آپ کا ساتھ چاہیے۔ آپ کے ساتھ کے بغیر ہم ناکام رہیں گے۔

ہاں میری دعائیں۔ میرا ساتھ تم لوگوں کے ساتھ ہے اور رہیگا جہاں بھی مشکل وقت آئی مجھے اپنے سر پر موجود پاؤ گے۔

بس بابا جی ہم ایسا ہی چاہتے ہیں اب ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم چلے کی تیاری کریں جو وظیفہ آپ نے ہمیں دیا ہے اس کو یاد بھی کرنا ہے اور اس پر پورا بھی اترنا ہے۔

ہاں جاؤ لیکن یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ چلے کے دوران رنگ رنگ کے چہرے تمہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے گھبرانا نہیں ہے کیونکہ ہر چلہ کرنے والے کو ایسی منزل سے گزرنا پڑتا ہوتا ہے۔ میں نے کئی چلے کئے ہیں اور ہر بار مجھے ڈرایا گیا تھا لیکن میں ان سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ بیٹا میں نے اتنے چلے کئے ہیں لیکن ایک چلہ ابھی بھی مجھے یاد ہے اس چلے کا آج بھی سوچتا ہوں تو دل دہل جاتا ہے کہ دنیا میں چاہتیں پیار کیا کچھ کروا دیتا ہے۔ یہ دو روحوں کی کہانی تھی جن کو ایک جادوگر نے قید کر رکھا تھا اور ان کو ایسی ایسی سزائیں دیتا تھا کہ دیکھنے والا دل دہل جاتا تھا۔ ایک بادشاہ کی ملکہ کو اپنے ایک نگران سے پیار ہو گیا تھا۔ نگران اس قدر حسین تھا کہ ملکہ اس پر اپنا دل ہار بیٹھی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس محل کی راجکماری ہے اس کے ایک اشارے سے وہ کچھ ہو جاتا تھا جو وہ چاہتی

تھی لیکن اس کی بدقسمتی سمجھ لیں یا جنون عشق ۔ کہ وہ اس پر مرمٹی تھی وہ دونوں محل میں چوری چھپے ملتے اور کبھی کبھی وہ راتوں کو باہر بھی نکل جاتے تھے جب ملکہ باہر جاتی تو اس کے ساتھ ایک نگرانی کے بہت بڑی فوج ہوتی تھی ملکہ نے اپنی فوج کا سپہ سالار اپنے محبوب کو بنا دیا تھا اور راتوں کو جب ان کی ملاقات ہوتی تو تمام نگران فوج کو ایک جگہ کھڑا کر دیا جاتا اور دونوں کسی خفیہ جگہ پر چلے جاتے اور پھر جب تک ان کا جی چاہتا باتیں کرتے ملکہ نے اسے صاف کہہ دیا کہ وہ اس کے لیے یہ تمام سلطنت چھوڑنے کو تیار ہے اسے بس اس کا پیار چاہیے اس کی چاہت چاہیے۔ وہ یہ بات بھول گئی کہ دیکھنے والا چار آنکھیں رکھتا ہے۔ اور محبت چھپانے سے نہیں چھپتی ہے اس بات کا علم بادشاہ کو ہو گیا اور پھر وہ ہوا جو کسی نے سوچا بھی نہ تھا دونوں کے سرعام جسموں کے ٹکڑے کئے گئے اور ان کو زندہ آگ لگا دی گئی۔ تب ان کی روحوں کو بھی قید کر لیا گیا تھا اور بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ان کی روحوں کو اس وقت تک ہر روز جلایا جائے جب تک وہ زندہ ہے لہذا ایسا ہی ہوا اس کے مرنے کے بعد ان کی روحوں کو خود بخود آزادی مل گئی لیکن کئی سو سال بیتنے کے بعد ان کی روحوں کو پھر سے قید کر لیا گیا ان کی قید کی خبر مجھے مل گئی اور ان کی سٹوری بھی میں نے جان لی مجھے دلی دکھ ہوا میں نے انکی مدد کرنے کا سوچا اور پھر بہت جلد ان کو آزاد کروانے میں کامیاب ہو گیا۔

بابا جی کی سنائی ہوئی یہ سٹوری پر دونوں ہی حیران رہ گئے تھے۔ کہ دنیا میں کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے پیار کی خاطر اپنی جانیں دیں ہیں یہ ان کے لیے ایک اہم سٹوری تھی بابا جی کا سٹوری سنانے کا مقصد یہی تھا کہ سال ہا سال سے جنات روحوں کی قید و بند کا سلسلہ چلتا آرہا ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا جب تک دنیا قائم ہے۔

جاؤ بیٹا اب میرے آرام کا وقت ہو گیا ہے میں اس وقت آرام کرتا ہوں پھر اپنی عبادت میں مشغول ہو جاتا ہوں بیٹا میری کہانی کا مطلب یہ تھا کہ تم کو بھی چلہ کے دوران کچھ ایسی روحیں بھی نظر آسکتی ہیں جو نجانے کتنے سالوں سے قید و بند میں مبتلا ہیں ان کی مدد کرنا بہت ساری روحیں ایسی ہوتی ہیں جو بہت ہی مظلوم ہوتی ہیں ان کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی مدد کرتے رہنا۔

ٹھیک ہے بابا جی ہم انشاءاللہ ایسا ہی کریں گے آپ کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔

ہاں مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی۔ جاؤ اب۔ اتنا کہہ کر بابا جی نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ دونوں اس مٹی کے چھوٹے سے کمرے سے باہر نکل آئے اور پھر ایک نامعلوم منزل کی طرف چل دیئے۔

ہانیہ ایک چیخ کے ساتھ اٹھ گئی۔ اس نے ایک بھیانک سپنا دیکھا تھا ایسا سپنا جو اس سے قبل اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا ایک سیاہ ہاتھ اس کی گردن کے قریب آ کر رک جاتا تھا اور وہ اس ہاتھ سے بچنے کی پوری طرح کوشش کرتی تھی لیکن پھر وہ اس سیاہ ہاتھ کی پکڑ میں آگئی ہاتھ نے اس کی گردن کو دبوچ لی اور اس کی سانس اکھڑنے لگی تو اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ مسلسل کانپ رہی تھی دیکھا ہوا سپنا اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا وہ جان گئی تھی کہ وہ سیاہ ہاتھ کس کا ہے اسی کا ہے جس کے لیے وہ پاگل ہوئی تھی۔ جس کے عشق میں اس نے خود کو تباہ کر لیا تھا۔ وہ محبوب نہ تھا محبوب کے روپ میں ایک قاتل تھا خونی تھا جھیارا تھا۔ وہ اس کے تصور سے مسلسل کانپ رہی تھی۔ پھر اس کو کمرے میں کسی کے مسکرانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ چونک اٹھی۔ وہ پہچان گئی تھی یہ اسی کی مسکراہٹ تھی ہاں وہی اس کے کمرے میں تھا۔

کب تک کون۔ اس کی آواز لرزنے لگی۔

پہچانا نہیں مجھے۔ اس کو آواز سنائی دی۔

نہیں نہیں میں نے نہیں پہچانا۔

پہچان لو گی۔ ابھی پہچان لو گی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کے سامنے لہرانے لگا اب کی بار وہ حسین انسان کے روپ میں نہ آیا تھا بلکہ ایک جلے ہوئے انسان کے روپ میں آیا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا چہرے کا گوشت لٹک رہا تھا اور سر کئی جگہوں سے ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ جسم پر جگہ جگہ زخموں کے گہرے نشان تھے اسی حلیہ میں اس کے سامنے تھا جس حلیہ میں وہ اس کو چھوڑ کر آئی تھی۔ اب پہچانا مجھے۔ وہ ایک قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ وہ اس کی حالت دیکھ کر لرز کر رہ گئی۔ وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

نہیں نہیں تم آگے نہیں بڑھو گے۔ وہ کانپتے ہوئے بولی۔

آج مجھے کوئی بھی نہیں روک سکتا پہلے ان دونوں نے میرا مسئلہ خراب کر دیا تھا تجھے میرے ہاتھوں سے کھینچ لیا تھا لیکن اب وہ تمہارے پاس نہیں ہیں۔ آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔ اس کے بعد سحر کی باری آئے گی پھر ساحل کی پھر حسن کی اور پھر علی کی میں نے سب کے نام اپنی موت کی لسٹ میں لکھ دیئے ہیں۔ اسی ترتیب سے ہر کسی کی باری آئے گی اسی ترتیب سے یہ سب میرے ہاتھوں موت کے منہ میں جائیں گے۔ اتنا کہہ کر وہ ہانیہ پر جھپٹا ہی تھا کہ اس کو جیسے ایک کرنٹ سا لگا وہ پیچھے کی طرف کھنچتا جانے لگا۔ اور زور سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔

کک کون ہے۔ اس کی آواز لرز اٹھی۔ جو جو بھی ہے میرے سامنے آئے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر کانپتی ہوئی ہانیہ حیران رہ گئی اور اس کو دیکھنے لگی وہ مسلسل اپنے زخمی جسم کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کو باندھا جا رہا ہو۔ میں کہتا ہوں کون ہے جو مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن جواب میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی میں کہتا ہوں کون ہے جواب کیوں نہیں دیتا ہے۔ وہ بار بار چیخ کر کہہ رہا تھا۔ لیکن جواب میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کھا جانے والی نظروں سے ہانیہ کو دیکھنے لگا۔ وہ اسے بالکل مطمئن دکھائی دی۔ وہ اس کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا اور پھر اس کی طرف بڑھنے لگا لیکن اس بار اسکو کھینچا نہ گیا تھا بلکہ اس کو اٹھا کر دیوار پر پھینکا گیا تھا۔ اس بار اس پر کیا جانے والا حملہ بہت بھاری تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ کیونکہ اس نے بار بار اپنی طاقت کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔ تبھی تو وہ اب گھبرانے لگا تھا۔ ہانیہ بھی حیران ہو رہی تھی کہ اس پر حملہ کرنے والا کون ہے کیا وہ راج یا آمنہ تو نہیں ہیں جو اس کی جان بچانے کے لیے اس کے ساتھ لڑ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہے ہوں کہ وہ میرے کمرے میں مجھے مارنے کے لیے آیا ہوا ہے۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی جبکہ وہ سایہ گھبرایا ہوا اس کو دیکھے جا رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کو کیسے پکڑے جب اس کی کوئی بھی پیش نہ گئی تو تب وہ ایک دم غائب ہو گیا اس کے جانے کے بعد ہانیہ نے ایک گہری سانس لی اور لیٹ گئی لیکن اس کو پھر پوری رات نیند نہ آئی۔

شہر سے دور ایک ڈراؤنے قبرستان میں آمنہ اور راج اپنی اپنی جگہوں پر چلے کے لیے کھڑے تھے دونوں نے وہی قبریں منتخب کی تھیں جو بابا نے کہی تھیں ان قبروں کے اوپر سوکھے درخت کے تنے تھے کوئی

بھی پتہ نہ تھا مرجھائے ہوئے تھے اور ایک قبرستان کے ایک کونے میں تھا جبکہ دوسرا قبرستان کے دوسرے کونے میں تھا۔ دونوں کے ہی دل بہت مضبوط تھے دونوں ہی اس قبرستان میں داخل ہوتے وقت ایک لمحہ کے لیے ڈرے نہ تھے۔ ان کے چہروں پر ذرا بھی خوف نہ تھا شاید وہ ایسی جگہوں میں رہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ دن بھر وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے اور جب رات ہوئی تو پھر اپنے اپنے چلوں میں لگ گئے۔ پوری رات وہ اپنے اپنے چلے کرتے رہے لیکن کوئی بھی اہم واقعہ ان کے ساتھ پیش نہ آیا۔ وہ پوری طرح مطمئن ہو کر اپنا چلہ مکمل کر چکے تھے ہاں البتہ کھڑے رہنے سے آمنہ کے پاؤں میں درد ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اور پھر مسلسل تین دن تک وہ چلہ کرتے رہے آج چوتھا دن تھا آج ابھی آمنہ نے چلہ شروع ہی کیا تھا کہ ایک بہت ہی بڑا کالا ناگ ایک جھاڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ سانپ کو جھاڑی سے نکلتے ہوئے اس نے دیکھ لیا تھا چاند کی روشنی میں پورا قبرستان صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ کوئی آسیبی حملہ نہیں ہے بلکہ دنیاوی چیز ہے اور اس کے حصار میں گھس سکتی ہے۔ اسکے دل میں خوف ابھرنے لگا اس کی نظریں اس سیاہ ناگ پر ہی جم کر رہ گئیں۔ جو اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ رینگتا ہوا اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا اس کا نہ صرف دل دھڑک رہا تھا بلکہ ٹانگیں بھی کانپ رہی تھیں۔ اس کی نظریں سامنے رینگتے ہوئے ناگ پر جمی ہوئی تھیں وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کا رخ کس طرف ہے ابھی تک اس کا رخ اسی کی طرف تھا جہاں وہ کھڑی تھی اور پھر ناگ نے اس کو دیکھ لیا اور رک گیا۔ اس کے منہ سے پھنکاریں نکلنے لگیں جن کی گونج اس قدر خوفناک اور ڈراؤنی تھی کہ وہ کانپ کر رہ گئی اس کا دل چاہا کہ وہ بھاگ کر راج کے پاس چلی جائے اور اس سے کہے کہ اس کے سامنے ناگ آ گیا ہے۔ لیکن پھر خود میں ہمت پیدا کرنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا یوں حصار توڑ کر باہر نکل جانا موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔ ناگ کچھ دیر کنڈلی مارے اس کو دیکھتا رہا پھر اس کی طرف بڑھنے لگا اس کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کا سانس بند ہونے لگا اس نے آنکھیں بند کر لیں یہ سوچ کر کہ باہر بھی موت ہے اور اندر بھی موت ہے اگر سانپ کے ڈسنے سے باہر نکلی تو تب بھی ماری جائے گی اور اگر اندر رہی تو ہو سکتا ہے کہ ناگ کے زہر سے وہ موت کے منہ میں پہنچ جائے۔ وہ یہی سوچتی جا رہی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور پھر کچھ دیر بعد اس کو کسی کے اس کے قریب سے رینگتے ہوئے گزرنے کی آوازیں سنائی دیں اس نے آنکھیں کھول دیں دیکھا تو ناگ ایک طرف رینگتا جا رہا تھا اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک گہری سانس لی اس کے بعد وہ پھر سے اپنے چلہ میں مصروف ہو گئی رات بھر اس کو پھر کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ اس نے آج کے دن کا بھی چلہ مکمل کر لیا۔ اور پر سکون ہو گئی لیکن بیتنے والا اس کی نظروں کے سامنے تھا وہ اس ناگ کے تصور سے ہی کانپ رہی تھی ناگ معمولی نہ تھا اس کی جسامت بہت بڑی تھی کئی فٹ لمبا اور موٹا تھا۔ وہ چلہ مکمل کرنے کے بعد آہستہ آہستہ راج کی طرف بڑھنے لگی وہ جانتی تھی کہ راج بھی اپنے چلے سے فارغ ہو گیا ہو گا یا پھر ہونے والا ہو گا۔ وہ مختلف قبروں سے گزرتی ہوئی اس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ سامنے ہی اس کو راج اپنے چلہ میں کھڑا دکھائی دیا وہ ایک طرف ہو کر رک گئی اور اس کو دیکھنے لگی۔ نجانے راج میں ایسی کیا کشش تھی کہ وہ جب بھی اس کو دیکھتی بس دیکھتی ہی چلی جاتی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک طلسمی حسن تھا ایسا حسن جو کسی کے چہرے پر بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور آنکھیں تو کمال کی تھیں ان میں اس کا دل چاہتا تھا کہ اتر ہی جاؤں۔ بہت مشکل سے وہ خود کو کنٹرول کرتی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ راج پر اس

کی کیفیت ظاہر ہو وہ اس کے ساتھ ایک خاص مقصد کے تحت چل رہی تھی پیار اپنی جگہ لیکن جو مقصد لے کر وہ دونوں چلے تھے وہ ان دونوں کے لیے بہت اہم تھا۔ دونوں ہی اپنے جذبات پر کنٹرول کیے ہوئے تھے۔ لیکن یہ دونوں جانتے تھے کہ ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کتنی چاہت کتنا پیار اور کتنی تڑپ ہے۔ وہ راج کو دیکھ کر اس کے بارے میں سوچتی جا رہی تھی وہ جب بھی تنہا ہوتی تھی راج کا حسین چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگ جاتا تھا اور پھر وہ سب کچھ بھول جاتی تھی اس کو بس یاد رہتا تھا تو راج کا چہرہ۔ راج اپنا چلہ مکمل کر چکا تھا اور اپنے حصار سے باہر نکل کر اس کی طرف آنے لگا تھا اس نے آمنہ کو دیکھ لیا تھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ چلتے ہوئے اسکے پاس پہنچا۔ اس کو دیکھتے ہی مسکرا دیا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

ہاں تو ہو گیا چلہ مکمل کوئی چیز تو دکھائی نہیں دی ڈری تو نہیں ناں۔ اس کی بات سنکر اس کو ناگ یاد آ گیا تو وہ کانپ کر رہ گئی اور بولی۔

ہاں راج آج بہت ڈری ہوں۔

کیوں کیا کچھ دکھائی دیا۔ کوئی سایہ کوئی چڑیل۔

نہیں نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ بس ایک ناگ قریبی جھاڑی سے نکل آیا تھا اف توبہ اتنا بڑا ناگ کہ اس کو دیکھ کر ہی میں کانپ کر رہ گئی۔ موت کے جھٹکے لگنے لگے لیکن پھر نجانے ناگ کے دل میں کیا آیا کہ وہ میرے قریب سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

اف۔ راج نے بھی ایک گہری سانس لی۔ ہاں آمنہ ایسی چیزیں قبرستان میں ضرور موجود ہوتی ہیں انکا چلہ سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا ہے لیکن ہاں کبھی کبھی جن بھوت چڑیلیں وغیرہ سانپ بچھو کے روپ میں آ جاتے ہیں لیکن جو تم نے بتایا ہے یہ کوئی آسیبی طاقت نہیں تھی قبرستان میں رہنے والا کوئی ناگ ہی تھا۔ چلو شکر ہے کہ وہ تمہیں چھوڑ کر آگے نکل گیا ورنہ وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ خدا جو بھی کرتا ہے انسان کے لیے بہتر ہی کرتا ہے۔ چلو آؤ اب آرام کریں میں تو تھک گیا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ اپنی مخصوص جگہ کی طرف چل دیا۔ اور آمنہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

بیٹی یہ بہت مشکل کام ہے اس کو کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ بزرگ بابا ساحل کو سمجھا رہے تھے جو نجانے کیسے انہی بزرگ کے پاس جا پہنچی تھی جس کے پاس آمنہ اور راج گئے تھے۔

ہاں بابا جی جانتی ہوں کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ میں کر سکوں گی کیونکہ میں نے کئی راتیں ویرانوں میں گزاری ہیں اور آپ راج اور آمنہ کو تو جانتے ہی ہوں گے ان لوگوں نے ہماری مدد کی تھی اسکے اندر موجود طاقتوں کو دیکھ کر میرے دل میں بھی انہی جیسا بننے کی خواہش نے جنم لیا تھا اور میں جانتی ہوں کہ میں ہارنے والی نہیں ہوں بس انکار نہ کریں میری خواہش کو پورا کر دیں۔

ہاں بیٹی جانتا ہوں کہ تم لوگ ویرانے میں گئے اور اس سائے کی لپیٹ میں آ گئے تھے جس کو مارنے کے لیے میں نے راج کو بھیجا تھا اور اس کی مدد کے لیے اس کو ایک ایسی لڑکی کا چہرہ دکھایا تھا جو اس کی اس کام میں مدد کر سکتی تھی اور پھر وہ لڑکی اس کو مل گئی اس کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا اس کا ورنہ نجانے اس سے ملنے کے لیے کئی ماہ سال بھی لگ سکتے تھے۔ لیکن تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہو اس کے پاس

قدرتی طاقتیں موجود تھیں جو اس کو بچائے ہوئے تھیں وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے پاس کوئی طاقت ہے اگر پتہ ہوتا تو شاید وہ ان سے کچھ فائدہ اٹھا سکتی تھی وہ نا سمجھ تھی کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی اسے معلوم تھا کہ اس کو کوئی آسیبی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اس نے دیکھا ہوا تھا اس بات کو پرکھا ہوا تھا۔ اور تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے تم کسی بھی آسیبی چہرے کا مقابلہ نہیں کرسکو گی۔

نہیں باباجی میں ضرور مقابلہ کروں گی اسے میرا شوق سمجھ لیں اور کہتے ہیں کہ دو انسان کبھی بھی ناکام نہیں ہوتے ایک وہ جو جس کے اندر شوق ہو اور دوسرا وہ جو محنت کرنا جانتا ہو۔ مجھ میں دونوں چیزیں موجود ہیں مجھے ایسے کام کرنے کا شوق بھی ہے اور میں محنت کرنا بھی جانتی ہوں۔ بس مجھے آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے میرا ساتھ دیا میرے پیچھے رہے تو یقیناً میرے لیے کامیابیوں کے دروازے کھلتے جائیں گے۔ ساحل نے دل کی باتیں باباجی سے کہہ دیں۔

باباجی گہری سوچ میں کھو گئے اور پھر بولے۔ ٹھیک ہے بیٹا میں تم کو اس کام کو کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور تم کو ایک چھوٹا سا وظیفہ دیتا ہوں اس کو کرنا تمہارا کام ہے یہ ایک ہی دن کا وظیفہ ہے اور اس کے کرنے سے میں دیکھوں گا کہ تمہارے اندر کتنا حوصلہ پیدا ہوتا ہے کتنا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

میں ضرور کروں گی باباجی میں ضرور کروں گی ساحل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ بس مجھ پر اپنی نظر رکھنا اگر میں کہیں بھول گئی تو مجھے سمجھا دینا۔ اس کی اس بات پر باباجی مسکرا دیے۔ اور بولے۔

ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارا خیال رکھوں گا۔

وہ خوشی سے اپنا ایک رات والا وظیفہ لے کر اٹھ گئی اور اپنا رخ گھر کی طرف کرلیا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیں۔

غزل

سوچوں پہ وہ چھایا ہے مری آ کے کہیں سے
میں جاؤں کہیں رابطہ رہتا ہے وہیں سے
ملتا ہے قرار اک تیرے اقرار سے دل کو
ہو جاتا ہے بے چین فقط اک نہیں سے
یوں خاک نشینوں سے وہ رہتا ہے گریزاں
جس طرح سے اس کا نہ ہو کچھ ربط زمیں سے
اس تیر نظر کی ہے کسک آج بھی باقی
کھایا نہیں پھر ایسا کبھی تیر کہیں سے
بجلی تھی اسد یا کہ نظر کا تھا شرارہ
اس بات میں کچھ کہہ نہیں سکتا میں یقیں سے

☆ ۔ ——— مبارک علی اسد۔ فیصل آباد

رسوائیاں ماضی کی

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دل نوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے
نہ میرے دل کی دھڑکنیں لوکھڑائیں تیری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تیری کشمکش کا راز نظروں سے
تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں یہ جلوے پرائے ہیں
میرے ہمراہ بھی رسوائیں ہیں ماضی کی
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں
تاعرف روگ ہو جائیں تو اس کو بھلانا بہت
تا تعلق روگ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا ناممکن ہو
اسے ایک خوبصورت موڑ دے کر بھلا اچھا
چلو اس بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

☆ ——— محمد عمیر مظہر حنفی۔ جھنگیاں

سیاہ ہیولہ

۔۔قم قم نشاد۔رتو وال۔فتح جنگ۔۔قسط نمبرا

سیاہ دھواں پھیلنے لگا میں اور سورج یکدم اٹھ کھڑے ہوئے ہاہاہا۔ہاہاہا۔دھویں سے کال بھوت نمودار ہوا۔ مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے کالا بھوت بھاری گھمبیر آواز میں بولا۔چلے جاؤ یہاں سے ورنہ سورج نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔دو ٹکے جادوگر تو مجھے دھمکی دے رہا ہے۔اتنا کہہ کر کالا بھوت آگے بڑھا اور سورج کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھالیا اور اس کے منہ پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو سورج چیخنے لگا کالے بھوت نے سورج کو دور پھینکا سورج میں نے چیخ کر کہا اور سورج کی طرف بھاگی اس کا چہرہ دیکھ کر میں تڑپ اٹھی اسکا چہرہ دھیرے دھیرے پھٹ رہا تھا چہرے کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھوں اور پاؤں پر بھی دراڑیں پڑنے لگیں اجالا مجھے معاف کر دینا میں اب اور تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا سورج مشکل سے بولا۔سورج تم۔میں روتے ہوئے بولی۔اجالا تم مت روؤ میں خوش ہوں کہ آج مجھے موت مل گئی تم اپنا خیال رکھنا اور ان پائلوں کو ایک دوست کا تحفہ سمجھ کر ہمیشہ اپنے پاس رکھنا اتنا کہہ کر سورج کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔سورج۔آنکھیں کھولو۔میں رونے لگی۔چل اٹھ کالے بھوت نے میرے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا چھوڑ مجھے کتے کمینے میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا تمہاری یہ مجال اتنا کہہ کر کالے بھوت نے ایک زوردار تھپڑ میرے چہرے پر رسید کر دیا تو میں گر کر بے ہوش ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک مورتی میں قید تھی میں نے اس مورتی سے نکلنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہی میری طاقتیں بھی اس مورتی میں قید تھیں میں اور میری طاقتیں صرف اسی صورت میں آزاد ہو سکتی تھیں جب مورتی ٹوٹ جاتی کالا بھوت روزانہ مورتی کو اپنے سامنے رکھ کر طرح طرح کے منتر پڑھ کر مورتی پر پھونکتا جس سے مجھے تکلیف ہوتی اور میں تڑپتی رہتی ایک دن کالا بھوت مورتی کو سامنے رکھ کر مجھے تکلیف دے رہا تھا کہ دو جن وہاں آگئے انہوں نے کالے بھوت کا مقابلہ کر کے اسے بھی اسی مورتی میں قید کر دیا اور مورتی کو انسانی دنیا میں آ کر ایک ویران مندر میں دبا دیا اور پھر تمہارے دوستوں کی وجہ سے وہ آزاد ہو گیا لیکن میں پھر بھی اس مورتی میں قید رہی تم آئے تم نے مورتی کو توڑا تو میں آزاد ہو گئی۔اور مجھے میری طاقتیں بھی واپس مل گئیں۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی

اچھا دوست اب ہمیں اجازت دیں رات کافی بیت گئی ہے اب ہمیں چلنا چاہیے میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور اشارے سے عمار اور عمران کو بھی اٹھنے کو کہا۔

یار باسط وقاص بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اب ہمیں چلنا چاہیے راستہ بھی بہت خراب ہے میں تو کہتا ہوں تم بھی ساتھ چلو عمار نے اٹھ کر باسط کے قریب آ کر کہا۔

ہاں ناں یار ایک موٹر سائیکل پر ہم تینوں بہت مشکل سے آئے تھے اب ساتھ میں تمہاری موٹر سائیکل بھی ہوگی تو آسانی ہو جائے گی۔عمران نے باسط کے قریب آ کر کہا۔

ہاں ناں یار ایک موٹر سائیکل پر ہم تینوں بہت مشکل سے آئے تھے اب ساتھ میں تمہاری موٹر سائیکل بھی ہوگی تو آسانی ہو جائے گی مہران نے باسط کو دیکھتے ہوئے کہا۔

میں تو کہتا ہوں کہ تم تینوں ہی یہاں رک جاؤ صبح میں بھی ساتھ چلا جاؤں گا باسط نے ہم سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

بس میں نے کچھ نہیں سنا یار تو ساتھ چل رہا ہے میں نے باسط کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مگر یار اگر مگر کچھ نہیں چل میں نے اس کے بازو سے کھینچتے ہوئے کہا۔

اچھا ناں چلتا ہوں یار موٹر سائیکل کی چابی تو اٹھانے دو۔

باسط نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ اور سامنے پڑے ٹیبل سے چابی اٹھالی۔

چلو اب باسط نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ہم سب باہر آ گئے میں عمار کے ساتھ جبکہ مہران باسط کے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار ہو گیا۔

آج ہم تینوں دوست میں یعنی وقاص عمار اور مہران ہم آج باسط کے گھر دعوت پر آئے ہوئے تھے باتوں ہی باتوں میں وقت کا پتہ ہی نہ چلا اور رات کے بارہ بج گئے تھے باسط گاؤں میں رہتا تھا جبکہ ہم شہر میں رہتے تھے باسط کے گاؤں کو دو راستے جاتے ہیں ایک راستہ لمبا تھا جبکہ دوسرا شارٹ کٹ اور کچا اور ویران تھا ہم اسی راستے سے آئے تھے راستے میں ایک مندر آتا تھا جو شاید پاکستان بننے سے پہلے کا تھا اب تو وہ مندر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا لوگ تو اس مندر کے اندر جانے کو بھی گناہ سمجھتے ہیں بہر حال اس مندر کے بارے میں کوئی بھی خوفناک بات سننے میں نہیں آئی ابھی ہم اس راستے سے واپس گھر جا رہے تھے مہران اور باسط آگے آگے جا رہے تھے جبکہ ہم پیچھے تھے مندر کے سامنے جاتے ہی باسط نے موٹر سائیکل روک دی۔

کیا ہوا یار موٹر سائیکل کیوں روک دی عمار نے موٹر سائیکل روک کر پوچھا۔

وہ دیکھو یار لگتا ہے کوئی مندر میں موجود ہے۔ باسط نے مندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں مندر کی طرف دیکھنے لگے مندر میں واقعی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں ہمیں دو آدمی دکھائی دیئے۔

ہمیں مندر کے پاس جا کر دیکھنا چاہیے کہ یہ لوگ کون ہیں اور مندر کے اندر کیا کر رہے ہیں۔ مہران نے موٹر سائیکل سے اترتے ہوئے کہا۔

ہاں یار واقعی ہمیں دیکھنا چاہیے۔ میں نے کہا اور موٹر سائیکل سے اتر گیا۔

ہمیں کیا ضرورت ہے دیکھنے کی ہو سکتا ہے کوئی مسافر ہو اور رات گزارنے کے لیے مندر میں چلے گئے ہوں۔ باسط نے مندر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں یار لگتا نہیں ہے کہ وہ مسافر ہیں تو دیکھ نہیں رہا کہ ان کے ہاتھ میں کیا ہے وہ اس کی مدد سے زمین کھود رہے ہیں اور ان زمین کھودنے کی ہلکی ہلکی آواز بھی آرہی ہے۔ میں نے باسط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

۔

یار باسط واقعی کوئی زمین کھود رہا ہے۔ عمار نے موٹر سائیکل سے اترتے ہوئے کہا۔ اور میرے پاس آ کھڑا ہوا۔

تو چلو دیکھتے ہیں کون لوگ ہیں۔ باسط نے کہا اور موٹر سائیکل سے اتر کر ہمارے پاس آ گیا۔

یار ہمیں چھپ کر جانا چاہیے یہ نہ ہو کہ وہ ہمیں دیکھ لیں اور بھاگ جائیں۔ مہران نے ہم تینوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

مہران ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا۔

میں مندر کی طرف چلنے لگا۔ مندر کچے راستے سے تھوڑے فاصلہ پر تھا ہم چاروں مندر کے پاس پہنچ گئے اور چھپ کر دیکھنے لگے مندر کے اندر موجود دو آدمی کھودے گئے گڑھے میں کوئی چیز رکھ کر اس پر مٹی ڈال رہے تھے ہم چاروں یہ سب خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

اتیل اگر اس مورتی کو کسی انسان کا ہاتھ لگ گیا تو بہت برا ہوگا جو انسان اس مورتی کو یہاں سے نکالے گا وہ خود بھی مرے گا اور ہم دونوں بھی نہیں بچ سکیں گے۔

ایک آدمی کی گھبرائی ہوئی آواز ہمیں سنائی دی۔

رام داس تو سچ کہتا ہے ہم نے کتنی مشکل سے اس کو قابو کیا ہے اگر یہ آزاد ہو گیا تو ہمیں مار ڈالے گا۔ یا پھر قید کر لے گا۔ دوسرے ساتھی کی آواز ابھری۔

اچھا اب چلو ہمیں جلدی سے یہاں سے جانا چاہیے۔ پہلے ساتھی کی آواز ابھری۔

اچھا چلو یار۔ دوسرا ساتھی بھی ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اگلا منظر دیکھ کر ہم چاروں خوفزدہ ہو گئے کیونکہ دونوں ساتھی کھڑے کھڑے غائب ہو گئے اور جو روشنی مندر کے اندر پھیلی ہوئی تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

یہ یہ۔۔ کک۔ کون تھے۔ عمار کی کانپتی ہوئی آواز مجھے اپنے قریب سے سنائی دی۔

ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

ابھی چلنا چاہیے۔ باسط نے فوری کہا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

دیکھو وقاص مجھے لگتا ہے کہ ان آدمیوں کا تعلق جناتی قوم سے ہے اور انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا وہ مندر میں کوئی خزانہ دبا رہے تھے ہمیں دیکھتے ہی ایک کہانی گھڑ دی۔ باسط نے اپنی سوچ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

ہاں یار باسط تو ٹھیک کہتا ہے۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے مہران نے باسط کی طرف دیکھ کر کہا۔

تو اب تم دونوں کا کیا ارادہ ہے عمار نے حیران ہو کر کہا۔

ہمیں اندر جا کر زمین کھود کر دیکھنا چاہیے باسط نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

نہیں یار رات کے اس پہر نہ بابا نہ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

یار باسط وقاص ٹھیک کہہ رہا ہے رات کا ایک بج رہا ہے اب ہمیں گھر چلنا چاہیے صبح آ کر زمین کھود کر خزانہ نکال لیں گے عمار نے ادھر ادھر نگاہیں گھماتے ہوئے کہا۔ باسط کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

ڈرپوک کہیں کے۔ ڈر گئے تم دونوں باسط نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

یار اس میں ڈرنے کی بات نہیں ہے بس میں نے کچھ نہیں سننا صبح آئیں گے چلو میں نے کہا اور موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا مہران اور باسط نہ چاہتے ہوئے بھی واپس چلنے لگے جبکہ عمار کی حالت دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کافی خوفزدہ ہو چکا تھا وہ تو کب سے چاہ رہا تھا کہ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے بظاہر تو میرے

چہرے سے خوف ظاہر نہیں ہو رہا تھا لیکن میں اپنے دل کی کیفیت خود ہی جان سکتا تھا میرا دل خوف سے کانپ رہا تھا عمار نے موٹر سائیکل میرے گھر کے سامنے روک دی۔
اچھا اب اپنا خیال رکھنا ہم جا رہے ہیں باسط نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
ارے یار تو کہاں جا رہا ہے تو میرے پاس نہیں رک رہا گیا۔ میں اس کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ میں خوفزدہ ہوں۔
یار میں نے مہرا کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں گا بہر حال فکر نہ کر میں تمہارا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہوں اگلی بار تمہارا دماغ کھانے کے لیے وقت نکال لوں گا باسط نے مسکراتے ہوئے کہا میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ کچھ ہی دیر بعد دونوں موٹر سائیکل میری نظروں سے اوجھل ہو گئے میں نے خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور اندر گھس گیا گھر میں داخل ہوتے ہی میرا خوف قدرے کم ہوا میں نے پنکھا آن کیا اور بیڈ پر گر گیا۔

میں چائے پی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھلا تو سامنے عمار کھڑا تھا اس کا چہرہ زرد اور مرجھایا ہوا تھا۔
کیسے ہو یار۔ آؤ دنار میں نے آگے سے ہٹتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ کہے بنا اندر داخل ہو گیا۔ تم بیٹھو میں چائے لے کر آتا ہوں میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
نہیں یار میں چائے نہیں پیوں گا۔ عمار نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا وہ بہت پریشان سا دکھائی دے رہا تھا اس کے چہرے پر خوف تھا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔ میں نے فکرمندی سے پوچھا۔
ہاں ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ عمار نے چونکتے ہوئے کہا۔
عمار تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تمہارے چہرے پر یہ پھیلی ہوئی پریشانی نہیں دیکھ سکتا میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔
نہیں یار مجھے کچھ نہیں ہوا ہے وہ مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بولا یار۔
عمار جو بھی بات ہے مجھ سے شیئر کرو ہو سکتا ہے اس کا حل میرے پاس ہو میں نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ جیسے میں اس کی ہمت بڑھا رہا تھا۔
وقاص وہ۔ وہ عمار اٹک اٹک کر بولا۔
ہاں بولو یار۔ میں نے اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
وقاص وہ مجھے مار دے گا وہ بہت ہی خوفناک ہے مجھے بچا لو اس سے عمار نے کہا اور میرے گلے سے لگ کر رونے لگا۔
عمار تم یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو کون تمہیں مار دے گا۔ کسی میں اتنی جرأت بھی ہے کہ کوئی تمہیں ہاتھ بھی لگا کر دیکھ ہاتھ نہ توڑ دوں میں اس کے میں نے عمار کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔
وقاص وہ مجھے مار دے گا میں نے عمار کو اپنے سے الگ کیا۔
عمار حوصلہ سے کام لو اور مجھے بتاؤ کہ کون تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔
وقاص کل رات کو جب ہم تمہیں گھر چھوڑ کر جانے لگے تو باسط نے کہا تم دونوں بھی وقاص کی طرح

ڈرپوک ہو وہ تو ڈر گیا ہے تم دونوں بھی ڈر گئے ہو تم مانو نہ مانو مجھے لگتا ہے کہ وہ لوگ مندر میں خزانہ چھپا رہے تھے ذرا سوچو اگر ہمیں وہ خزانہ مل گیا تو ہم کتنے مالدار ہو جائیں گے۔ ہمارے دن پھر جائیں گے لیکن ہم نہیں مانے پھر باسط کے بہت زیادہ اصرار پر ہم مان گئے اور مندر پہنچ گئے مندر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں مندر کا منظر دکھائی دے رہا تھا مندر میں داخل ہوتے ہی ایک انجانے خوف نے مجھے آگھیرا باسط اور مہران نے حوصلہ دیا تو خوف کچھ کم ہوا مندر میں پڑا ٹوٹا پھوٹا بت بہت ہی خوفناک لگ رہا تھا باسط اور مہران کے چہرے پر کئی رنگ آ رہے تھے اور جا رہے تھے خزانے کی لالچ نے انہیں بہادر بنا دیا تھا ہم تینوں نے مٹی ہاتھوں سے کھودنی شروع کر دی۔ کیونکہ مٹی نرم تھی تھوڑی ہی دیر میں ہم نے ساری مٹی باہر نکال دی ہمیں گڑھے میں ایک چیز دکھائی دی باسط نے اسے گڑھے سے نکالا تو ہماری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ وہ چیز مورتی تھی ابھی ہم اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھ ہی رہے تھے کہ اس میں سے ایک خوفناک سیاہ ہیولہ سا نکلا اور غائب ہو گیا ہم تینوں نے خوف سے کانپنے لگے وہ سیاہ ہیولہ اب ہمیں کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا ہم تینوں بھاگتے ہوئے مندر سے باہر آ گئے جب موٹر بائیک پر بیٹھ کر جانے لگے تو میری نظر بے اختیار مندر کی طرف چلی گئی وہ سیاہ ہیولہ مندر کے پاس موجود تھا تو نہیں جانتا یار میں نے یہ رات کیسے گزاری ہے اس خوفناک سیاہ ہیولے کا خوف ساری رات میرے دماغ پر چھایا رہا اور مجھے ان پراسرار آدمیوں کی باتیں یاد آنے لگیں جو مندر میں مورتی دفن کرنے آئے تھے عمار نے تمام بات سچ سچ بتا دی اس کی باتیں سن کر میرے دل میں بھی خوف آ گیا۔

وقاص اب وہ سیاہ ہیولہ میری جان لے لے گا وہ پراسرار آدمی کہہ رہے تھے کہ جو بھی شخص مورتی کو نکالے گا وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا عمار گھبرائی ہوئی آواز میں بولا اس کا چہرہ خوف سے زرد تھا مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

یار تو فکر نہ کر میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا تو ریلیکس ہو جا میں ابھی مندر جاتا ہوں اور اس سیاہ ہیولے کو دیکھتا ہوں۔

نن۔نہیں تم وہاں نہیں جاؤ گے کہیں وہ سیاہ ہیولہ تمہیں نقصان نہ پہنچا دے عمار نے میری بات کاٹ کر کہا

تو فکر نہ کر یار مجھے کچھ نہیں ہوگا تو یہ بتا کہ تمہاری موٹر بائیک کدھر ہے میں نے پرسکون انداز میں پوچھا

وقاص میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ عمار نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا میں نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور کہا۔

عمار تو ایویں پریشان ہو رہا ہے بتا موٹر بائیک کدھر ہے میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

باہر کھڑی ہے۔عمار نے منہ بسور کر کہا۔

چابی دے۔میں نے مختصراً کہا۔

وقاص۔اس نے کچھ کہنا چاہا۔

میں نے کہا ناں چابی دے۔

یہ لے عمار نے چابی میری طرف بڑھائی میں نے مسکراتے ہوئے چابی لی اور باہر آ گیا موٹر بائیک

اسٹارٹ کی اور مندر کا رخ کیا میں اس سیاہ ہیولے کو دیکھنا چاہتا تھا میرے دل میں بھی خوف تھا لیکن نجانے کیوں میرا دل ہی مجھے وہاں جانے پر مجبور کر رہا تھا تھوڑی ہی دیر میں میں مندر کے اندر موجود تھا زمین پر مٹی ادھر ادھر بکھری ہوئی تھی پتھر کی مورتی زمین پر پڑی ہوئی تھی اس مورتی کو دیکھ کر ایک انجانے خوف نے مجھے آگھیرا مندر کے اندر پڑا بت کافی حد تک ٹوٹ چکا تھا میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں لیکن سیاہ ہیولے کا نام ونشان مجھے دکھائی نہ دیا میں نے ایک نفرت بھری نظر مورتی اور مورتی کو اٹھا کر زور سے زمین روے مارا مورتی کے دو حصہ ہو گئے اور میں خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا خوف سے میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور میں کانپنے لگا کیونکہ مورتی کے ٹوٹتے ہی اس میں سے ایک سیاہ دھواں سا نکلا اور میرے اندر جذب ہو گیا اف اللہ یہ کیا تھا میں ہڑبڑایا خوف سے میری ٹانگیں بھی کانپ رہی تھی کہیں وہ سیاہ ہیولہ میرے اندر تو نہیں گھس گیا میں نے سوچا نہیں نہیں اگر وہ سیاہ ہیولہ میرے اندر گھس گیا ہوتا تو مجھے اپنا کچھ ہوش نہ رہتا اور میرا دماغ بھی بھاری ہو جاتا لیکن میرے اندر ایسی کوئی بھی تبدیلی نہ ہوئی تھی یہ بات میں نے سن رکھی تھی کہ اگر کوئی جن بھوت یا چڑیل انسان کے اندر داخل ہو جائے تو اسے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ اور اس کا دماغ بھاری ہو جاتا ہے اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے سرسراہٹ کی آواز سنائی دی میں نے یکدم پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے ہوش اڑ گئے خوف سے میرا چہرہ زرد ہو گیا کیونکہ وہ سیاہ ہیولہ کچھ دیر کے لیے مجھے اپنی جھلک دکھا کر غائب ہو گیا تھا میں جلدی سے مندر سے باہر آیا اور خوفزدہ نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیا وہ سیاہ ہیولہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا میں بھاگتے ہوئے موٹر بائیک کے پاس پہنچا اگلے دس منٹ میں میں اپنے گھر کے سامنے کھڑا تھا میرے خوف میں قدرے کمی آگئی تھی لیکن اس ہیولے کا خوف اب بھی میرے دل ودماغ میں موجود تھا میں یہ سب باتیں عمار کو نہیں بتانا چاہتا تھا کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ میری باتوں سے عمار کا خوف مزید بڑھ جائے گا میں نے دروازے پر دستک دی عمار نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا اور مجھے دیکھتے ہی بولا۔

وقاص کیا وہ سیاہ ہیولہ تمہیں دکھائی دیا۔

ابے اندر تو آنے دو۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

اچھا اب بتاؤ۔ عمار نے دوبارہ پوچھا۔

کیا بتاؤں میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

یہی کہ وہ سیاہ ہیولہ دکھائی دیا تھا یا نہیں

ہاں دیکھا تھا میں نے عمار کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

کک۔ کیا۔ کیا عمار نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ عمار کا چہرہ خوف سے مزید زرد ہونے لگا تھا۔

ارے مذاق کر رہا تھا میں۔ مجھے وہاں کوئی بھی ہیولہ دکھائی نہیں دیا ہے میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کا خوف کم نہ ہوا۔

یار وہ سیاہ ہیولہ بہت ہی خوفناک تھا مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ اب بھی میرے آس پاس کہیں موجود ہے اسور کسی بھی وقت میری گردن دبا دے گا عمار نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

یار تمہارے دماغ پر اس ہیولے کا خوف چھا گیا ہے بس وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا بس تم حوصلہ رکھو اور جب کبھی بھی وہ تمہیں نظر آئے مجھے بتانا پھر اس سے بھی دو دو ہاتھ کر لیں گے میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمار نے بھی ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میں رات کو گہری نیند سو رہا تھا کہ کسی آہٹ کی وجہ سے اٹھ بیٹھا کمرے میں ہلکی پاور کا نائٹ بلب جل رہا تھا جس کی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی میں آنکھیں پھاڑے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اچانک ہی مجھے دوسرے کمرے میں کسی کے چلنے کی آہٹ صاف سنائی دے رہی تھی میں نے گھڑی کی طرف دیکھا رات کے دو بج رہے تھے میں اٹھا اور کمرے سے باہر آ گیا دوسرے کمرے کا دروازہ بند تھا۔لیکن کسی کے چلنے کی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی میں نے جیسے ہی دروازہ کھولا اندر سے آواز آنا بند ہوگئی میں نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کی لیکن کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا میں نے اسے اپنا وہم سمجھا اور دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں آ گیا ابھی میں بیڈ پر لیٹا ہی تھا کہ کسی لڑکی کی ہنسی کمرے میں گونج اٹھی خوف سے میرا برا حال ہو رہا تھا میرا سارا بدن پسینے سے شرابور تھا میں نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا لیکن مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دیا اچانک ہی میرا خیال اس سیاہ ہیولہ کی طرف چلا گیا کہیں یہ سیاہ ہیولہ تو نہیں ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا اچانک ہی ہنسی رک گئی اور کمرے میں پائلی جھنکار گونج اٹھی وہ جو کوئی بھی تھی اس کے چلنے کی آواز مجھے صاف سنائی دے رہی تھی وہ جو کوئی بھی تھی میرے اردگرد چکر لگا رہی تھی کیونکہ اس کی پائلوں کی جھنکار مجھے اپنے آس پاس ہی سنائی دے رہی تھی اچانک ہی کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور پھر بند ہو گیا میرا خوف سے برا حال تھا اس کے بعد مجھے نہ ہی کسی کی ہنسی سنائی دی اور نہ ہی پائلوں کی جھنکار یہ کون تھی کہیں یہ میری جان تو نہیں لینے آئی تھی طرح طرح کی سوچیں میرے دماغ میں آ رہی تھی کہیں یہ اس سیاہ ہیولہ کی ساتھی تو نہیں ہے یقیناً سے سیاہ ہیولے نے ہی میری جان لینے کے لیے بھیجا ہے یہ سوچ کر میرا رواں رواں کانپ اٹھا نیند سے میری آنکھوں سے روٹھ چکی تھیں آخر کب تک میں جاگتا رہتا نیند کے بارے میں تو کیا جاتا ہے کہ سولی پر بھی آ جاتی ہے تو بھلا پریشانی کے عالم میں کب تک نہیں آتی مجھے کچھ نہیں کہ میری آنکھ کب لگ گئی جب میری آنکھ کھلی تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے رات والا واقعہ اب بھی کسی فلم کی طرح میرے دماغ میں چل رہا تھا رہ رہ کر اس لڑکی کا خیال آ رہا تھا جس نے مجھے اپنی جھلک تک نہ دکھائی تھی صرف اس کی ہنسی اور پائلوں کی جھنکار مجھے سنائی دی تھی آخر وہ جو کوئی بھی تھی مجھ سے کیا چاہتی تھی کہیں وہ میری ان کی دشمن تو نہیں ہے میں سر پکڑ کر رہ گیا پھر تھا اور فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلا گیا ناشتہ کیا اور دآفس کے لیے نکل پڑا میرا کسی بھی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا میں اپنی سیٹ پر بیٹھا اسی لڑکی کے خیالوں میں گم تھا وہ لڑکی کسی خاص مقصد کے تحت میرے پاس آئی تھی اسے اس سیاہ ہیولے نے ہی میرے پاس بھیجا تھا لیکن سیاہ ہیولہ مجھ سے کیا چاہتا ہے اسے میں نے تو آزاد نہیں کیا تھا کہیں میں نے اس مورتی کو توڑ کر غلطی تو نہیں کی یقیناً اس مورتی میں سیاہ ہیولے کی طاقت تھی جو میرے توڑنے پر ضائع ہو گئی اور اسی وجہ سے وہ ہیولہ میرا دشمن بن گیا ہے۔آہ۔یہ مجھ سے کیا ہو گیا کاش میں اس مورتی کو نہ توڑتا یہ سوچ کر میرے دل میں اس ہیولہ کا خف مزید بڑھ گیا۔

کن خیالوں میں گم ہو باسط نے میرے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا۔

اوہ تم۔میں نے چونک کر کہا۔

ہاں میں باسط نے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا کب سے دیکھ رہا ہوں تم کھوئے کھوئے سے لگ رہے ہو کسی لڑکی کے چکر میں تو نہیں پڑ گئے باسط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں کیوں پڑوں کسی لڑکی کے چکر میں میں نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

تمہاری حالت تو یہی بتاتی ہے کہ تو کسی لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا ہے باسط نے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی سے کہا۔

عشق میں پھنسا یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے لگتا ہے تو کسی لڑکی سے عشق کر بیٹھا ہے تب ہی تو عشق کی باتیں کر رہا ہے ورنہ نہ ہی اس سے پہلے میں نے تمہارے منہ سے عشق کا نام سنا ہے اور نہ ہی لڑکی کا نام میں نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔

یار ٹھیک اندازہ لگایا ہے تم نے واقعی عشق ہو گیا ہے مجھے۔ باسط نے سرگوشی سے کہا۔

اوئے ہوئے عشق۔ کب اور کس سے میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہے ایک پری باسط نے شرماتے ہوئے کہا۔

اچھا جی تو کیا پرستان سے آئی ہے تمہاری پری میں نے شرارتی انداز میں پوچھا۔

ہاں یہ سمجھ لو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

اچھا بتاناں کون ہے وہ اور تیری ملاقات اس سے کہاں ہوئی میں نے ضدی لہجے میں کہا۔ میری بات سنکر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بولا۔

وہ واقعی پرستان سے آئی ہے وہ رات کو میرے کمرے میں اچانک آ گئی تھی میں اسے دیکھ کر ڈر گیا لیکن اس نے مجھے بتایا کہ وہ ہوا میں اڑتی ہوئی میرے گھر میں کے اوپر سے گزر رہی تھی تو اس کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی میں اپنے کمرے میں بیٹھا کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا میرے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی وہ کھڑکی کے ذریعے ہی میرے کمرے میں آئی تھی وہ اور میں ساری رات باتیں کرتے رہے باسط کی بات سن کر میں اسے حیران نظروں سے دیکھنے لگا۔

یہ کیا کہہ رہا ہے تو۔ میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

یار میں جو بھی تم سے کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں ہی نہیں وہ بھی مجھ سے پیار کرتی ہے باسط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیا۔ میں نے حیرانی سے کہا۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو اپنا کام کرو میں بھی جا کر کام کرتا ہوں باسط نے کہا اور وہاں سے اٹھ گیا باسط کی باتوں نے مجھے حیران و پریشان کر دیا تھا کہیں یہ وہی لڑکی تو نہیں ہے جو رات کو میرے کمرے میں آئی تھی مجھے تو اپنا آپ نہ دکھایا تھا لیکن باسط کو اپنے پیار کے جال میں پھنسا لیا او خدایا۔ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں میری اور میرے دوستوں کی جان خطرے میں ہے مجھے کچھ کرنا ہو گا لیکن کیا کروں میں نے پریشانی سے سوچا۔

میں اس وقت قبرستان میں کھڑا تھا قبرستان میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی چودھویں کا چاند کی روشنی میں قبرستان کا منظر بڑا ہولناک لگ رہا تھا میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا بدن پسینے سے شرابور تھا اگر کوئی سوکھا ہوا پتہ بھی گرتا تو دل دہل سا جاتا میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھا ابھی میں چند قدم ہی آگے چلا تھا کہ مجھے ایک درخت سے سرسراہٹ سنائی دی میں حیران و پریشان اس درخت کی طرف دیکھنے لگا درخت سے ایک بہت بڑا پرندہ اڑتا ہوا میری طرف آ رہا تھا اس کی آواز بہت ہی عجیب اور خوفناک تھی وہ

میرے قریب پہنچ چکا تھا میں جلدی سے بیٹھ گیا اور وہ پرندہ اپنی منحوس آواز نکالتا ہوا ایک طرف اڑ گیا۔ اگر میں بیٹھنے میں ذرا سی بھی دیر کر دیتا تو وہ منحوس پرندہ میرا سر نوچ کر لے جاتا میں وہاں کافی دیر بیٹھا اپنا سانس بحال کرتا رہا۔ مجھے اب وہ منحوس پرندہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا نجانے کس طرف نکل گیا تھا۔

بہر حال میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس خوفناک بلا سے تو جان چھوٹی میں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا میں ڈرتے ڈرتے اٹھ کھڑا ہوا اچانک ہی قبرستان کے خاموش ماحول میں پائلوں کی جھنکار گونج اٹھی میں نے خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھا مجھے تھوڑی دور ایک لڑکی دکھائی دی اس نے گلابی رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے لمبے سیاہ بال ہوا کے سنگ جھول رہے تھے وہ ایک طرف چلی جا رہی تھی کہیں یہ وہی لڑکی تو نہیں جو رات کو میرے کمرے میں آئی تھی اس کی پائلوں کی جھنکار سے تو یہی لگتا تھا کہ یہ وہی ہے یہ کون ہے اور میرے کمرے میں رات کو کیا کرنے آئی تھی اس کا تعلق کس مخلوق سے ہے یہ وہ سوال تھے جو میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا اس لڑکی کی موجودگی میں میرا ڈر قدرے کم ہوا میں ان سوالوں کے جواب کے لیے اس لڑکی کے پیچھے لپکا۔ وہ دھیرے دھیرے سے چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اس کے چلنے سے پائلوں کی آواز خاموش قبرستان میں گونج رہی تھی۔

سنو میں نے اسے آواز دی۔

وہ ایک پل کے لیے رکی لیکن میری طرف مڑ کے نہ دیکھا۔ اس کے رکنے سے اس کی پائلوں کی آواز بھی ختم گئی وہ ایک پل کے لیے رک پھر تیزی تیز قدموں سے آگے بڑھنے لگی میرے چلنے کی رفتار کم ہو گئی ایسے لگ رہا تھا جیسے تھک چکی ہے اور کسی بھی پل گر سکتی ہے آ کر کار تھک ہار کر وہ ایک قبر پر سر جھکا کر بیٹھ گئی میں بھی تھک چکا تھا اس لیے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا وہ ابھی تک سر جھکائے بیٹھی تھی میں جہاں کھڑا تھا وہاں بیٹھ گیا میں نے اس کی طرف دیکھا وہ بہت ہی خوبصورت تھی اس کے سیاہ بال اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے تھکن کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔ میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا اور پوچھا۔

کون ہیں آپ۔

لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا بس خاموشی سے بیٹھی رہی میں کافی دیر اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ خاموش رہی مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے کچھ بھی نہیں بتائے گی اس لیے میرا وہاں بیٹھنا فضول ہے میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہا۔

آپ مجھے نہیں بتانا چاہتی تو نہ بتائیں میں بھی آپ کو مجبور نہیں کروں گا بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ جو کوئی بھی ہیں یہاں سے چلی جائیں یہ قبرستان ہے آپ کو یہاں رات کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔۔ میں یہ کہہ کر واپس پلٹا۔

سنو۔ اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میرا اٹھتا ہوا قدم رک گیا میں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا لیکن اگلے ہی لمحے میرا خون رگوں میں منجمد ہو گیا اس لڑکی کی جگہ اب وہاں ایک نہایت ہی بدصورت چڑیل کھڑی تھی وہ ایک خوبصورت لڑکی سے ایک مکروہ شکل والی بن چکی تھی میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا میرے پاؤں زمین پر جم چکے تھے۔

میں تمہاری اور تمہارے دوستوں کی موت ہوں ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ میں تم سب کو ختم کر دوں گی کوئی نہیں

بچ پائے گا مجھ سے تم بھی نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میری گردن دبانے لگی مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا میری موت میری آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی آہ میرے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اف اللہ کتنا بھیانک خواب تھا میں بڑبڑایا اور دوبارہ لیٹ گیا سب غلط ہو رہا ہے کچھ بھی تو ٹھیک نہیں ہے کیا کروں میں میرے پاس تو اس مسئلہ کا کوئی بھی حل نہیں ہے میں لیٹے لیٹے سوچا اچانک ہی میری نظر کمرے کے درمیان فرش پر پڑی پائل پر رک گئی میرے خوف میں مزید اضافہ ہو گیا میں یکدم اٹھ کھڑا ہوا اور پائل کی طرف بڑھنے لگا میں نے جھک کر پائل کو اٹھایا اور اس کی جھنکار گونجی لگتا ہے رات کو پھر وہ لڑکی یہاں آئی تھی یہ پائل اس کے آنے کا ثبوت ہے کہیں میرا خواب حقیقت تو نہیں ہے یہ سوچ کر میں کانپ اٹھا ۔نہیں نہیں خواب تو خواب ہوتے ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا میں نے یہ سوچ کر دل کو تسلی دی اور بیڈ پر آگیا اور پائل کا جائزہ لینے لگا ہو سکتا ہے اس پائل میں اس لڑکی کی طاقت ہو اگر ایسی بات ہے تو کل رات وہ ضرور پائل لینے آئے گی اور یہ پائل میں اسے ایک شرط پر ہی دوں گا یہ سوچ کر میں خوش ہو گیا۔

یار وہ بہت حسین ہے مجھے فخر ہے کہ اس نے اپنے پیار کے لیے میرا انتخاب کیا ہے باسط بڑے فخر سے بتا رہا تھا اس وقت ہم چاروں دوست پارک میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

باسط تم پاگل ہو گئے ہو ہمیں پاگل بنا رہے ہو عمران نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

تمہیں پاگل نہیں بنا رہا ہوں خود پاگل ہو گیا ہوں اس کے پیار میں باسط نے سنجیدگی سے کہا۔

کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو عمار نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں بابا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مجھے اپنی دوستی کی قسم باسط نے تیز لہجے میں کہا۔

باسط کیا واقعی وہ تم سے پیار کرتی ہے یا پھر ڈرامہ کر رہی ہے میں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

ہاں سچ میں وہ بھی مجھ سے پیار کرتی ہے اس کا پیار اس کی آنکھوں سے جھلکتا ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے چھپ کر مجھے ملنے آتی ہے اس کے گھر والوں کو اس پر شک پڑتا جا رہا ہے لیکن وہ کہتی ہے کہ وہ کچھ بھی ہو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی ہمیشہ تم سے پیار کرتی رہوں گی اور اپنے پیار کا یقین تمہیں ایک نہ ایک دن ضرور دوں گی اور وہ دن بہت جلد آن والا ہے میں نے بھی اسے کہہ دیا ہے کہ میں تمہیں سچے دل سے چاہتا ہوں اور تمہاری خاطر بڑی سے بڑی قربانی بھی دے سکتا ہوں۔

میری یہ بات سن کر وہ بہت ہنسی اس نے کہا۔

تم میری خاطر کوئی بھی قربانی نہیں دے سکتے ہو اس کی یہ بات مجھے بہت عجیب لگی اس کی ہنسی میں طنز تھا اس نے کہا۔

مجھ سے وعدہ کرو کہ مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑو گے اور میری خاطر کسی کو بھی چھوڑ دو گے۔

تو پھر تم نے کیا کہا عمار نے باسط کی بات کاٹ کر کہا۔

تو میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کا ہر طرح سے ساتھ دوں گا اور اس کی خاطر کسی کو بھی چھوڑ سکتا ہوں۔

کیا اس کے کہنے پر ہمیں بھی چھوڑ دو گے۔ میں نے گہری نظروں سے باسط کو دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ کیا کہہ رہے ہو تم وہ مجھے کبھی بھی نہیں کہے گی کہ میں اپنے دوستوں کو چھوڑ دوں باسط نے فوری کہا۔
فرض کرو اگر اس نے ایسا کہا تو عمار نے پوچھا۔
وقاص تم اور عمار بہت فضول باتیں کرتے ہو مجھے اس پر یقین ہے وہ ایسا نہیں کرے گی وہ تو بہت اچھی ہے معصوم ہے میں تو جب اسے تم سب کی باتیں کرتا ہوں تو وہ بہت خوش ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ باسط تم بہت خوش نصیب ہو جو تم کو اتنے اچھے اور پیارے دوست ملے ہیں باسط نے مسکراتے ہوئے کہا۔
یار یہ سب تو ٹھیک ہیں لیکن میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔
لیکن کیا باسط نے حیران ہو کر پوچھا۔
چھوڑ دیا کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔
نہیں یار اب تمہیں بتانا ہی ہوگا کیا بات ہے باسط نے ضدی لہجے میں پوچھا۔
یار باسط میں نے کافی لوگوں سے سن رکھا ہے کہ یہ ہوائی مخلوق کسی کی بھی دوست نہیں ہوتی یہ صرف اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے انسانوں سے دوستی کرتی ہیں اور جب ان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو وہ میں اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔
وقاص تم بہت ہی فضول باتیں کرتے ہو بھلا وہ مجھ سے کیسا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہے باسط نے میرا اندازہ غلط ہو میں نے کندھے اچکا کر کہا۔
غلط ہو نہیں غلط ہے باسط نے کہا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔
ارے تم کہاں چل دیے۔ مہران نے پوچھا۔
یار ابھی بازار سے کچھ سامان خریدنا ہے اور پھر گھر بھی جانا ہے باسط نے بتایا۔
او یاد آیا مجھے بھی بازار سے کچھ لانا ہے چلو میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں مہران نے اٹھتے ہوئے کہا۔
ہاں ہاں۔ کیوں نہیں چلو باسط نے خوشی سے کہا۔
اچھا دوستو اپنا کیال رکھنا کل ملتے ہیں۔ مہران نے کہا اور باسط کے ساتھ چل دیا۔
یار مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے کہیں یہ لڑکی اس سیاہ ہیولہ کی ساتھی تو نہیں ہے عمار نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔
یار مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب ٹھیک نہیں ہو رہا ہے باسط بہت غلط لڑکی کے جال میں پھنس گیا ہے باسط کی زندگی کے ساتھ ساتھ ہماری زندگی کو بھی خطرہ ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے میں نے پریشانی سے کہا۔
کاش میں اس دن باسط کی باتوں میں نہ آتا عمار نے دکھی لہجے میں کہا۔
عمار میں تم سے ایک بات شیئر کرنا چاہتا ہوں میں نے عمار کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
ہاں بولو عمار نے مختصراً کہا۔
عمار میں نے اس دن تم سے جھوٹ بولا تھا کہ مجھے اس مندر میں سیاہ ہیولہ نظر نہیں آیا بلکہ وہ مجھے نظر آیا تھا وہ بہت ہی خوفناک تھا پہلے تو وہ مجھے نظر نہیں آیا لیکن جب میں اس مورتی کو توڑا تو اس میں سے سیاہ دھواں سا نکلا اور غائب ہو گیا پھر وہ ہیولہ مجھے مندر کے دروازے کے درمیان میں کھڑا نظر آیا وہ مجھے کچھ پل کے لیے ہی نظر آیا تھا اور غائب ہو گیا جب میں گھر آیا تو تم بہت ڈرے ہوئے تھے اس لیے میں نے تم سے جھوٹ بول

دیا کہ اس دن میں نے اپنے آپ کو بہت بڑے خطرے میں محسوس کر رہا ہوں مجھے رات کو تاریکی میں اپنے کمرے میں کسی لڑکی کی ہنسی سنائی دیتی ہے وہ مجھے نظر نہیں آتی لیکن میرے کمرے میں گھومتی رہتی ہے اس کی پائلوں کی چھن چھن مجھے واضح سنائی دیتی ہے پہلے تو میں اسے اپنا وہم سمجھتا رہا لیکن یہ حقیقت تھی کل رات جب میری آنکھ کھلی تو اس کی پائل فرش پر پڑی ہوئی تھی میں تو سو رہا تھا لیکن وہ میرے آس پاس ہی موجود تھی میں تو اس بات پر حیران تھا کہ کہیں یہ وہ لڑکی تو نہیں ہے جو باسط سے ملتی ہے۔

میں نے پریشانی کے عالم میں ساری بات عمار کو بتا دی عمار مجھے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے میں جھوٹ بول رہا ہوں اس کے چہرے پر خوف و ڈر کے ساتھ ساتھ حیرت کے آثار بھی نمایاں تھے۔

یہ۔یہ۔یہ سب سچ ہے عمار نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

ہاں یار جو میں نے جو کچھ بھی تمہیں بتایا ہے سب سچ ہے اس لڑکی کی پائل جو میرے کمرے میں گر گئی تھی وہ اب بھی میرے پاس ہے میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

کیا عمار نے حیرت سے کہا۔

یہ دیکھو میں نے کہا اور پاکٹ سے پائل نکال کر عمار کے سامنے لہرائی عمار آنکھیں پھاڑے میرے ہاتھ میں لٹکتی ہوئی پائل کو دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو چکا تھا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی گر کر بے ہوش ہو جائے گا وہ میری باتوں پر بہت زیادہ خوفزدہ ہو چکا تھا۔

عمار سنبھالو خود کو میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا بس تم اللہ پر بھروسہ رکھو میں سب ٹھیک کر دوں گا میں نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

یہ سب کیا ہو گیا ہے۔وقاص عمار نے روہانسی لہجے میں پوچھا۔

حوصلہ رکھو یار اب لڑکیوں کی طرح آنسو نہ بہانا شروع کر دینا میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

یار کیسے حوصلہ رکھوں مجھے تو ہر وقت ایسا لگتا ہے جیسے وہ سیاہ ہیولہ میرے آس پاس کہیں موجود ہے میں اس واقعہ کو بھولنا چاہتا ہوں ایسا نہیں کر پا رہا میرا دماغ اس واقعے کو بھولنے کو بالکل بھی نہیں کرتا ہے بظاہر تو میں تمہیں ٹھیک نظر نہیں آتا ہوں لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہے میرا دماغ ہر وقت اس سیاہ ہیولے کی طرف رہتا ہے اس سیاہ ہیولے کی سرخ آگ برساتی آنکھیں مجھے رات کو سونے نہیں دیتی جب بھی آنکھیں بند کرتا ہوں اس کا سیاہ دھواں جسم اور آگ برساتی آنکھیں میرے سامنے آ جاتی ہیں اور میں بے چینی سے آنکھیں کھول لیتا ہوں وہ سیاہ ہیولہ بری طرح میرے حواسوں پر چھا چکا ہے مجھے ہر وقت اپنی موت اس ہیولے کے ہاتھوں دکھائی دیتی ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ ابھی میرا گلہ کاٹ دے گا اور میرا خون اپنی پیاسی رگوں میں اتار دے گا عمار خوفزدہ لہجے میں بولے جا رہا تھا وہ بہت مایوس دکھائی دے رہا تھا مجھے اپنے آپ پر بہت غصہ آ رہا تھا یہ سب باتیں مجھے عمار کو نہیں بتانی چاہیے تھیں میں نے دل ہی دل میں افسوس کیا۔

یار تم مایوس نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا بس تم نے تھوڑی ہمت کرنی ہو گی اور اس سیاہ ہیولے کو اپنے دماغ سے نکالنا ہو گا اس کا خوف اپنے دل سے ختم کرنا ہو گا۔میں عمار کو حوصلہ دیتے ہوئے بولا۔

بس کرو یار وقاص۔بس کرو تم صرف مجھ کو دلاسہ دے کر بہلا رہے ہو میں جانتا ہوں کہ تم بھی اس ہیولے سے خوفزدہ رہتے ہو وہ کوئی عام ہیولہ نہیں ہے جسے ہم ایک منٹ میں ہی ختم کر دیں وہ بہت طاقتور ہے اس کی طاقتیں اب تک ہم پر ظاہر نہیں ہوئی ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ جلدی ہی اپنی طاقتیں ہم پر ظاہر

کردے گا عمار نے مایوسی سے کہا۔

عمار تم پاگل ہو گئے ہو تم نے جان بوجھ کر اس سیاہ ہیولے کو اپنے حواسوں پر سوار کیا ہے یہ جو ہمیں زندگی ملی ہے اس کی قدر کرنی چاہیے اسے کسی کے ڈر وخوف تلے دب کر نہیں گزارنا چاہیے بلکہ ہمیں یہ زندگی آزادی سے گزارنی چاہیے موت تو اٹل حقیقت ہے ہم اس کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے موت تو شیشے کے بنے کمروں میں بھی آجاتی ہے اگر ہم پاتال میں بھی چھپ جائیں ناں تو بھی موت ہمیں نہیں چھوڑے گی بلکہ ہمارا پیچھا کرتی ہوئی ہمیں آ کر دبوچ لے گی اور تم کیا سمجھتے ہو ہمیں وہ سیاہ ہیولہ چھوڑ دے گا اگر ہم اس سے ڈرتے رہے تو میں غصہ سے بولتا چلا گیا۔

وقاص تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں اس سیاہ ہیولے سے نہیں ڈرنا چاہیے بلکہ ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہوگا پھر اگر زندگی نے ساتھ دیا تو ہم سیاہ ہیولے کو ضرور مات دیں گے عمار نے جوش سے کہا تو میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں اس کے منہ سے یہی سننا چاہتا تھا۔

میری باتوں نے اسے کافی حوصلہ دیا تھا مجھے یقین ہوا کہ اب عمار کے دل سے ڈر کچھ کم ہوا ہے وقاص ہمیں
کسی عامل بابا سے ملنا چاہیے عمار نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

بہت اچھا آئیڈیا ہے یار میں نے خوشی سے کہا۔

تو پھر کب چلیں عمار نے پوچھا۔

جب تمہیں بہتر لگے میں نے کندھے اچکا کر کہا۔

ٹھیک ہے پھر میں تمہیں بتا دوں گا کہ کب جانا ہے عمار نے مسکراتے ہوئے کہا تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

رات ہوتے ہی پائلوں کی مخصوص جھنکار میرے کمرے میں گونج اٹھی تھی آج میرا دل تمام ڈر وخوف سے آزاد ہو گیا تھا نجانے کیوں مجھے پائلوں کی جھنکار سے خوف نہیں آرہا تھا پائلوں کی جھنکار کبھی مجھے اپنے بہت ہی نزدیک سے سنائی دیتی اور کبھی دور جاتی ہوئی محسوس ہوتی تھی میں حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا اور کبھی ادھر اچانک ہی اپنے کمرے میں دھویں کو پھیلتا ہوا دیکھ کر مجھے خوف نے گھیر لیا لیکن میں نے خوف کو اپنے اوپر طاری نہیں ہونے دیا دھواں اتنا زیادہ پھیل چکا تھا کہ کمرے کی ایک دیوار چھپ گئی تھی میں آنکھیں پھاڑے دھویں کی طرف دیکھ رہا تھا اس دھویں سے ایک لڑکی نکلی اور اس کے چہرے پر نقاب تھا صرف اس کی بڑی بڑی کجل جیسی گہری چمک دار آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میرے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

کون ہو تم میں نے سختی سے پوچھا۔

تمہاری دوست تمہاری ہمدرد تمہاری احسان مند جو بھی سمجھو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ کیا بکواس کر رہی ہو میں نے غصہ سے کہا۔

وقاص تم میرے محسن ہو تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے آزادی دی ہے میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی وہ سنجیدگی سے بولی۔

تم کیا سمجھتی ہو میں تمہاری ان باتوں میں آ کر تمہارے جال میں پھنس جاؤں گا ایسا بالکل نہیں ہوگا سیدھی طرح بتاؤ کہ کون ہو تم اور تمہیں میرا نام کس نے بتایا یقیناً تمہیں میرا نام باسط نے ہی بتایا ہوگا میں نے سختی سے پوچھا۔

نہیں نہیں تم میرے بارے میں جو سمجھ رہے ہو میں وہ نہیں ہوں میں تو تمہاری احسان مند ہوں تم نے مجھے آزادی دلائی ہے اور جہاں تک تمہارے نام کا تعلق ہے تو میرے پاس بہت بڑی طاقت ہے میں تمہارا تو کیا تمہارے دوستوں کا بھی نام جانتی ہوں اور جہاں تک تعلق ہے باسط کا اور اس لڑکی کا تو میں نہیں جانتی ہوں کہ وہ کس لڑکی کے ساتھ پیار کرتا ہے یا اس کے حسن کے جال میں پھنسا ہوا ہے اس نے میری آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کی آنکھوں میں ایک نشہ تھا ایک عجیب پراسراری چمک تھی اس کی آنکھوں میں اس کے بولنے کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جو کچھ بھی کہہ رہی ہے سب سچ ہے لیکن اب لہجہ یا آنکھیں ہی تو سب کچھ نہیں کہتی ناں۔

ہونہہ مائی فٹ تم کیا سمجھتی ہو میں تمہاری ان گھٹیا باتوں میں آ جاؤں گا یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے میں نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

دقاص میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ جو تم مجھے سمجھ رہے ہو وہ نہیں ہوں میں تمہاری یا تمہارے دوستوں کی دشمن نہیں ہوں اس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

تم اس طرح کی باتیں کر کے مجھے بہلا رہی ہو تم اصل میں مجھ سے اپنی پائل واپس لینے آئی ہو یقیناً اس پائل میں تمہاری طاقت ہوگی میں نے ٹھیک کہا ناں میں نے نرم لہجے میں کہا۔

میری بات سن کر وہ ہنس دی۔۔۔ یہ سچ ہے کہ یہ پائل میرے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے لیکن میں اس وقت تم سے پائل واپس لینے نہیں آئی ہوں یہ تو میں کل رات جان بوجھ کر تمہارے کمرے میں چھوڑ گئی تھی تا کہ تمہیں اپنے ہونے کا احساس دلا سکوں اگر فرض کرو میں یہ پائل تم سے لینے ہی آئی ہوں تو تم مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے یہ میری پائل ہے جب چاہوں میں تم سے لے سکتی ہوں یہ کام میرے لیے مشکل تھی ہے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی پائل لینا اس کے لیے کوئی بھی مشکل کام نہیں تھا وہ اگر دھوئیں سے نکل کر میرے بند کمرے میں آ سکتی تھی تو پائل لینا اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

تم مجھ سے کیا چاہتی ہو میں نے پوچھا۔

کچھ نہیں جو دینا تھا وہ تم مجھے دے چکے ہو تم نے مجھے آزاد کر کے ہمیشہ کے لیے احسان مند بنا لیا ہے میں تو صرف تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں تا کہ تمہارے احسان کا بدلہ دے سکوں مجھے پتہ ہے کہ تمہاری زندگی کو بہت خطرہ ہے اس لیے میں ہر وقت تمہارے آس پاس رہتی ہوں تم جہاں بھی جاتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتی ہوں لیکن تم مجھے نہیں دیکھ سکتے میں غائب ہو کر تمہارے اردگرد ہی رہتی ہوں تا کہ وہ سیاہ ہیولہ تمہیں نقصان نہ پہنچائے میں تمہاری اور تمہارے دوستوں کی باتیں بھی سنتی ہوں تم بھی اس سیاہ ہیولے سے خوفزدہ ہو اور تمہارے دوست بھی وہ بولتی جا رہی تھی اور میں اس کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا نجانے کیوں مجھے اس کی باتیں سچ لگ رہی تھیں تم وہ لڑکی نہیں ہو جو رات کے ہوتے ہی باسط کے کمرے میں آ جاتی تھی۔

میں نے حیرت سے پوچھا۔

نہیں میں نے تمہیں بتایا ناں کہ میں وہ لڑکی نہیں ہوں وہ بے تابی سے بولی۔
تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم وہ لڑکی نہیں ہو میں نے پوچھا۔
اس کا ثبوت تو میرے پاس نہیں ہے لیکن میں تمہیں ثبوت دوں گی میں آج رات بھر تمہارے سامنے رہوں گی تو تمہیں ثبوت مل جائے گا پھر صبح تم باسط سے پوچھ لینا کہ وہ لڑکی تم سے ملنے آئی تھی یا نہیں وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ اس کی بات میں وزن تھا اگر رات بھر یہ میرے سامنے رہتی تو باسط سے نہیں مل سکتی تھی
ٹھیک ہے میں نے مختصرا کہا۔
اگر تم کہو تو میں تمہیں اس لڑکی کی معلومات پتہ کر کے دے سکتی ہوں جو باسط سے ملتی ہے یہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
ٹھیک ہے تم اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے بتانا لیکن آج نہیں کل میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔
ٹھیک ہے وہ ہنستے ہوئے بولی تم نے اپنا نام نہیں بتایا کیا نام ہے تمہارا میں نے پوچھا۔
اجالا۔ وہ مختصرا بولی۔
اوہ اچھا نام ہے میں نے کہا۔
وہ بنا پلکیں جھپکائے میری طرف ہی دیکھ رہی تھی اس کے دیکھنے کا انداز بہت ہی دلکش اور معصومانہ تھا اس نے ابھی تک اپنے چہرے سے نقاب نہیں ہٹایا تھا اس کی آنکھوں اور باتوں سے لگتا تھا کہ وہ بہت ہی خوبصورت ہے نجانے کیوں اس کا حسین چہرہ دیکھنے کی خواہش میرے دل میں بھر آئی تھی اس کی آنکھیں اتنی حسین تھیں کہ میں ان میں کھوسا گیا تھا مجھے اپنی طرف اس طرح دیکھتے ہوئے وہ تھوڑی ہی گھبرائی اور پھر میری نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس کی کشادہ گھنی پلکیں روشن چمکتی ہوئی آنکھوں پر چلمن گرا گئیں میں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔
اجالا ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے حیرت بھری نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔
کون سی بات۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
یہی کہ تم کہہ رہی تھی کہ میں تم کو زندگی میں آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں پھر میں نے تمہیں آزادی کیسے دلادی میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے میرے دماغ میں جو سوال تھا میں نے کہہ دیا اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور بولی۔
مجھے اس سیاہ ہیولے نے ایک مورتی میں قید کر رکھا تھا وہ اس مورتی کو گھنٹوں اپنے سامنے رکھ کر اپنے جادو کے ذریعے مجھے سزائیں دیتا رہتا تھا ایک دن وہ مورتی کو اپنے سامنے رکھ کر مجھے سزائیں دے رہا تھا کہ اسے دو جنوں نے قابو کر لیا اور اسے بھی اس مورتی میں قید کر دیا اور اس مورتی کو انہوں نے ایک مندر میں دفن کر دیا وہ سیاہ ہیولہ صرف اسی شرط پر آزاد ہو سکتا تھا۔ جب اس مورتی کو کوئی انسان ہاتھ لگائے تمہارے دوستوں نے اس مورتی کو چھو کر اسے آزادی دلادی تھی لیکن میں پھر بھی آزاد نہ ہو سکی کیونکہ جب تک مورتی نہ ٹوٹتی میں آزاد نہیں ہو سکتی تھی دوسرے دن تم آئے اور اس مورتی کو توڑ دیا اور میں آزاد ہو گئی میں اسی دن تم پر اپنا وجود ظاہر کرنا چاہتی تھی لیکن سیاہ ہیولہ میری وہ رہ میں رکاوٹ بن گیا وہ تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے وہاں آ گیا تھا لیکن میں نے اسے مقابلہ کر کے انے تم سے دور بھیج دیا وہ پہلے صرف تمہارے دوستوں کا ہی

دشمن تھا لیکن مجھے آزاد کرنے پر وہ تمہارا بھی دشمن بن گیا تھا اس کی اصل حقیقت میں جانتی ہوں وہ ایک بہت ہی بڑا سیاہ بھوت ہے اس کی شکل بہت ہی خوفناک بن مانس کی طرح ہے اس کا کالا سیاہ جسم پتھر کی مانند سخت ہے اور وہ اپنے اندر بہت زیادہ طاقت رکھتا ہے میں پانچ سال تک اس کی قید میں رہی وہ بہت ظالم ہے مجھ پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا ایسی ایسی سزائیں دیتا تھا جس سے میری روح تک کانپ جاتی تھی اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی اس کی آنکھوں میں اداسی تھی اس کی دکھ بھری باتیں سن کر میرا دل بھی دکھی ہوگیا وہ اب آنکھیں جھکائے خاموش بیٹھی ہوئی تھی کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ تفصیل سے بتا سکتی ہو میں نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔اس نے پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی دھیرے دھیرے چلتی ہوئی وہ کھڑکی کے پاس جا پہنچی اور کھڑکی کے پٹ وا کر کے باہر آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو خاموشی سے دیکھنے لگی اس کی آنکھیں چاند کی روشنی میں بہت دلکش دکھائی دے رہی تھی میں اس پر نظریں جمائے خاموشی سے اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے چاند پر نظریں جمائے کھڑی رہی پھر گویا ہوئی میں ایک پری ہوں اور میں پرستان میں رہتی تھی بچپن سے مجھے پرندے بہت پسند تھے خاص کر فاختہ کبوتر بلبل طوطا مینا تتلیاں اور جگنو حد سے زیادہ پسند تھے میں جنون کی حد تک ان سے محبت کرتی تھی بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ ان سے محبت مزید بڑھ گئی میری تمام سہیلیاں مجھ پر بہت ہنسا کرتی تھیں اور میرا مذاق اڑایا کرتی تھیں مجھے ان کی کوئی بھی بات بری نہیں لگتی تھی بلکہ میں ان کی باتیں سنکر بہت لطف اندوز ہوتی تھی پرستان کی سب پریوں سے زیادہ حسین تو تھی لیکن میرے اس جنون نے مجھے اور بھی حسین بنا دیا تھا اڑنے کا فن پہلے سے ہی میرے پاس تھا لیکن نجانے کیوں میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی کہ کاش میں بھی پرندہ ہوتی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کبھی ایک شجر پر اور کبھی دوسرے شجر پر اٹھکیلیاں کرتی پھرتی تتلیوں کو دیکھ کر دل میں خواہش پیدا ہوتی کہ میں بھی ایک تتلی ہوتی اور رنگ رنگ کے پھولوں پر اڑتی بیٹھتی ہوا کے جھونکے مجھے پھولوں سے دور لے جاتے اور میں تڑپ اٹھتی اور دوبارہ پھول پر آبیٹھتی جگنوؤں کو دیکھ کر دل مچل سا جاتا دل میں خواہش جاگتی کہ کاش میں بھی ان کے سنگ ہوتی اور بھٹکے ہوئے پرندوں کو ان کے محفوظ گھونسلوں میں پہنچا دیتی مجھے صبح اور شام کا منظر بہت ہی پسند تھا میں صبح صبح اڑتی ہوئی باغ میں اترتی جہاں رنگ رنگ کے گلاب ہوتے اور ان گلابوں پر رنگ برنگی تتلیاں بیٹھی ہوتی اور کچھ ادھر ادھر اڑتی پھرتی نظر آتی تھیں سرسبز درختوں پر مختلف پرندے اپنی بولیاں بول رہے ہوتے تھے کوئل اپنی میٹھی آواز میں ہوا کے سنگ گیت گاتی ہوئی نظر آتی تھیں گلابوں اور گھاس پر شبنم ہیرے کی طرح چمک رہی ہوتی تھی میں باغ میں آکر بہت ہی خوشی محسوس کرتی تھی چھوٹے بچوں کی طرح تتلیوں کے پیچھے بھاگنا اور انہیں پکڑنا مجھے بہت اچھا لگتا تھا شام کو پرندوں اپنے آشیانوں کی طرف لوٹتا دیکھ کر دل جھوم اٹھتا رات ہوتے ہی میرے دل میں جگنوؤں کو دیکھنے کی خواہش بھر آتی اور میں دوبارہ باغ میں آجاتی اور کئی کئی گھنٹے وہاں ہی گزار آتی۔

ایک دن صبح صبح میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں اتری باغ کا منظر بہت ہی حسین تھا اور دلکش دکھائی دے رہا تھا بہار کا موسم تھا باغ رنگ رنگ کے پھولوں اور خوشبو سے مہک رہا تھا گلاب کے پھول پورے جوبن پر تھے ہوا کے شریر جھونکے پھولوں سے اٹھکیلیاں کر رہے تھے جس سے باغ خوشبو سے مہک رہا تھا پھولوں کا رس چوستی رنگ برنگی تتلیوں نے ماحول کو اور بھی خوبصورت بنا رکھا تھا ہم سہیلیاں سرخ گلاب کے پودے کے پاس آبیٹھیں اور مذاق کرنے لگیں۔

اجالا تم یہ بچوں والا شوق چھوڑ کیوں نہیں دیتیں میری سہیلی فرزانہ جو میرے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی بول اٹھی

تمہیں کیا پرابلم ہے میں نے دوٹوک لفظوں میں کہا۔

یار تمہیں پتہ ہے ناں گلاب کا پھول کتنا حسین ہوتا ہے تم تو خود گلاب سے بھی زیادہ حسین ہو اپنی اس رنگیلی دنیا سے نکلو اور ادھر ادھر کی دنیا کو دیکھنا تمہارا دل خود بخود ان نظاروں سے بھر جائے گا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

فرزانہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے دیکھنا ایک نہ ایک دن تم اس دنیا میں سے نکل آؤں گی میری سہیلی گل ہنستے ہوئے بولی۔

میری زندگی میں ایسا دن کبھی بھی نہیں آئے گا گل میں نے خوشی سے کہا۔

دیکھنا اگر زندگی میں تمہیں کسی سے محبت ہوگئی ناں تو تم بدل جاؤ گی۔ فرزانہ نے میرے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

او ہو تم تو زاہد کی محبت میں گرفتار ہو دیکھنا شادی کے بعد محبت کا بھوت تمہارے سر سے اتر جائے گا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تم نہیں جانتی یہ محبت کیا ہوتی ہے یہ صرف محبت کرنے والا ہی جانتا ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے فرزانہ بے قراری سے بولی۔

فرزانہ تو بہت اچھی طرح جانتی ہے کہ محبت کیا ہے۔ گل شرارت سے بولی۔

ہاں تو جانتی ہوں ناں۔ فرزانہ جلدی سے بولی۔

ہمیں بھی تو بتاؤ ناں کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ میں نے شوخی سے کہا۔

چھوڑو تم نہیں سمجھو گی۔ فرزانہ نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

تو تم سمجھاؤ ناں۔ گل نے بے تابی سے کہا۔

آہ۔ فرزانہ نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور میرے کندھے سے ہاتھ سر اٹھالیا محبت ایک ایسا احساس ہے جو دل سے کبھی ختم نہیں ہوتا محبت ایک ایسی تڑپ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے اور اس بات کا آہستہ آہستہ احساس ہوتا ہے فرزانہ سنجیدگی سے بولے جا رہی تھی۔

بڑی شاعرہ ہو تم تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا وہ تو میں ہوں فرزانہ فخر سے بولی۔

اچھا تو پھر اچھی سی غزل سناؤ گل جلدی سے بولی تو فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ تو میں ہوں۔ فرزانہ نے فخر سے کہا۔

اچھا تو پھر اچھی سی غزل سناؤ گل جلدی سے بولی تو فرزانہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کرنی ہو تو محبت پھر سوچا نہیں کرتے
انجام جیسا بھی ہو یہ دیکھا نہیں کرتے
ہم نہ بولتے نے کی تو اے جان وفا سن
یوں عشق کے میدان میں اترا نہیں کرتے
اے کاش کوئی زمانے کو اتنا ہی بتا دے

کہ بہتے ہوئے دریاؤں کو روکا نہیں کرتے
ہوتے ہیں خوددار وہی لوگ جہاں میں
جو مر جاتے ہیں مگر اپنے پیار سے دھوکہ نہیں کرتے
واہ یار کیا بات ہے تمہاری میں نے ہنستے ہوئے کہا تو فرزانہ مسکرادی۔
تو پھر ایک اور غزل ہو جائے۔
فرزانہ بولی ہو جائے تو میں نے اور گل نے ایک ساتھ کہا۔
دل کے لٹ جانے کا اظہار ضروری تو نہیں
یہ تماشہ سر بازار ضروری تو نہیں
مجھے تھا عشق تیری روح سے اور اب بھی ہے
جسم سے ہو کوئی سروکار ضروری تو نہیں
میں تجھے ٹوٹ کر چاہتا ہوں تو میری فطرت ہے
تو بھی ہو میرا طلبگار ضروری تو نہیں
اے ستمگر ذرا جھانک میری آنکھوں میں
زبان سے پیار کا اظہار ضروری تو نہیں
یار یہ تو میں یقین سے کہتی ہوں کہ تم زاہد سے بے پناہ محبت کرتی ہو گیا وہ بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہے میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
ہاں وہ بھی مجھے ٹوٹ کر چاہتا ہے اس کی پیار بھری باتیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں دل کرتا ہے کہ وہ بولتا رہے اور میں سنتی رہوں فرزانہ مسکراتے ہوئے بولی۔
پاگل ہو تم میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔
ہاں پاگل ہی تو ہوں اس کے پیار میں فرزانہ سنجیدگی سے بولی۔
یار بہت دیر ہو رہی ہے اب ہمیں چلنا چاہیے گل نے ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
میرے خیال میں بھی ہمیں چلنا چاہیے فرزانہ نے کہا۔
ارے تھوڑی دیر اور بیٹھتے ہیں پھر چلیں گے میں نے کہا اور سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی
نہیں میں اور نہیں رک سکتی فرزانہ جلدی بولی۔
کیوں میں نے حیرانی سے پوچھا۔
اس نے اب زاہد سے ملنے جانا ہے گل نے شرارت سے کہا
اچھا تم دونوں جاؤ میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گی میں نے کہا تو وہ دونوں چلی گئیں اور میں تتلیوں کے پیچھے بھاگنے لگی۔

رات کا اندھیرا چھایا تو میرا دل تڑپ اٹھا چودھویں کا چاند آسمان پر چمکتا ہوا بے حد خوبصورت لگ رہا تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے والی ہواؤں نے مزہ دوبالا کر دیا تھا میں نہ رہ سکی اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر باغ میں آگئی یہاں ٹھنڈی ہوا کے ساتھ پھیلی ہوئی خوشبو نے مجھے مست کر دیا میں بچوں کی طرح جگنوؤں کو

پکڑنے کے لیے ان کے پیچھے بھاگنے لگی کتنے جگنوؤں کو میں نے پکڑ لیا تھا لیکن انہیں اپنے ہاتھوں میں بے قرار دیکھ کر انہیں چھوڑ دیا تھک ہار کر میں وہاں سرسبز گھاس پر بیٹھ گئی اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے پیچھے کھڑا ہے میں نے ایک دم پیچھے کی طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا میں نے اسے اپنا وہم سمجھا اور ادھر ادھر دیکھنے لگی میری چھٹی حس مجھے بار بار کسی خطرے سے آگاہ کر رہی تھی اچانک ہی ٹہلتے ہوئے مجھے اپنے ساتھ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی لیکن ادھر ادھر دیکھنے کے باوجود مجھے کچھ بھی نہیں آیا میں نے سوچا شاید کوئی میری دوست مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ میں رات کو باغ میں نہ آیا کروں میرے دل میں اس وقت کوئی بھی خوف نہ تھا میں بے فکر ہو کر گھوم رہی تھی اچانک ہی مجھے محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے بالوں کو چھوا ہے میں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور چلتی ہوئی اب تو مجھے بار بار محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی میرے بالوں کو چھو رہا ہے میں بار بار کی اس مداخلت پر تنگ آ چکی تھی میں یہاں جو کوئی بھی تھا اس کو دیکھنا چاہتی تھی مجھے اس تنگ کرنے والی پر بہت غصہ آ رہا تھا میں نے آنکھیں بند کیں اور منتر پڑھنے لگی میں منتر یہاں جو کوئی بھی تھا اسے دیکھنے کے لیے پڑھ رہی تھی میری آنکھوں کے سامنے آگ کا گول دائرہ سا گھومنے لگا اس دائرے میں مجھے سیاہ دھواں سا دکھائی دے رہا تھا میرے منتر پڑھنے کے عمل میں تیزی آ گئی تھی میں اس سیاہ دھوئیں کا اصل روپ دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ دھواں کوئی بھی روپ نہیں اپنا رہا تھا ایک گھنٹے کی محنت کے بعد مجھے صرف اس کی سرخ آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہ دیکھ سکی میں نے آنکھیں کھولیں مجھے اپنے اردگرد سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا میں مزید وہاں رکنا نہیں چاہتی تھی اس لیے وہاں سے اڑتی ہوئی سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی وہ کون تھا مجھ سے کیا چاہتا تھا وہ مجھے بار بار کیوں تنگ کر رہا تھا طرح طرح کے سوالات میرے دماغ میں ابھرنے لگے میں کتنی ہی دیر اس ان دیکھے وجود کے بارے میں سوچتی رہی اور سوچتے سوچتے ہی میری آنکھ لگ گئی صبح میں معمول کے مطابق باغ میں پہنچی تو اور ٹہلنے لگی آج میرا تتلیوں کے پیچھے بھاگنے کو بالکل بھی جی نہیں کر رہا تھا میرا دماغ تو اس سیاہ دھوئیں میں ہی الجھا ہوا تھا میں آج زندگی میں پہلی دفعہ خوفزدہ ہوئی تھی نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے بار بار کہہ رہی تھی کہ جیسے کوئی بہت بڑا خطرہ ہے وہ جو بھی کوئی تھا بہت ہی طاقتور تھا اگر وہ کوئی طاقت والا نہ ہوتا تو میری نظروں سے نہ بچ سکتا میرے پاس بھی بے انتہا طاقتیں ہیں لیکن اس کے پاس لگتا ہے کہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے مجھے کچھ کرنا ہوگا کسی کی مدد لینا ہوگی مجھے اگر میں نے ایسا نہ کیا تو کیا پتہ وہ میرے لیے آگے جا کر کوئی اور مصیبت کھڑی کر دے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگی اور سوچتی جا رہی تھی طرح طرح کی بھیانک سوچیں میرے دماغ میں آ رہی تھیں آج میرا دل باغ میں نہیں لگ رہا تھا اس لیے میں وہاں سے اڑتی ہوئی گھر آ گئی رات کو باغ میں جانے کے لیے دل بے چین ہوا تھا لیکن سیاہ دھوئیں کے خوف سے میں وہاں نہ گئی صبح ہوئی تو میرا دل باغ میں جانے کے لیے بے چین ہو گیا۔ لگتا ہے وہ جو کوئی بھی تھا رات کو اڑتا ہوا وہاں آ گیا تھا مجھے باغ میں دیکھا اور تنگ کرنا شروع کر دیا وہ رات کو ہی باغ میں آتا ہوگا میں آئندہ رات کو باغ میں نہیں جایا کروں گی صبح ہی اپنا شوق پورا کر لیا کروں گی میں نے سوچا اور باغ میں آ گئی باغ میں اتری ہوئی میں کانپ کر رہ گئی میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں گل میری سہیلی خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی چہرے پر گہرے خراشوں کے نشان تھے اور وہ بہت مشکل سے سانس لے رہی تھی گل میں نے چیخ کر کہا۔ اور اس کے پاس گئی۔ اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

یہ۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ گل تمہارا یہ حال کس نے کیا ہے میں روتے ہوئے بولی۔
تم۔ میں۔ میں آج۔ آج تم کو سرپرائز دینا چاہتی تھی اس اس لیے صبح جب باغ میں آگئی تھی مجھے یقین تھا کہ حت تم تم مجھے باغ میں دیکھ کر بہت خوش ہو گی لیکن باغ میں آئی تو ایک بب بھوت بھوت بھی یہاں موجود تھا اس۔ اس کا وہ حال کروں گی کہ دنیا دیکھے گی میں روتے ہوئے غصہ سے بولی۔ ت۔ حت۔ تم اس۔ کک۔ کا۔ مقابلہ۔ نہیں۔ کر۔ سکتی۔ تم۔ یہاں۔ نہ۔ نہ آ۔ آیا کرو گل نے اتنا ہی کہا اور اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی گل تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی گل گل آنکھیں کھولو پلیز آنکھیں کھولو میں نے کہا اور اسے سینے سے لگا کر رونے لگی نہیں چھوڑوں گی میں تمہارے قاتل کو۔ ماردوں گی میں نے پورا باغ چھان مارا لیکن مجھے بھوت کہیں بھی دکھائی نہ دیا جب میں واپس اس جگہ پر آئی جہاں میں گل کی لاش کو چھوڑ کر گئی تھی لیکن اب اس کی لاش وہاں موجود نہیں تھی میری نظر سامنے اٹھی تو غصہ سے میری آنکھیں سرخ ہو گئی وہ بھوت گل کی لاش کندھے پر اٹھائے ایک طرف جا رہا تھا اس کا جسم بہت ہی موٹا تھا اور کالا سیاہ تھا۔
رک جاؤ میں نے چیخ کر کہا۔ لیکن اس نے میری بات پر توجہ نہ دی اور چلتا رہا میں کہہ رہی ہوں رکجاؤ میں نے کہا اور اس کے پیچھے بھاگ پڑی۔ اس کی کمر میری طرف ہی تھی میں بھاگتے ہوئے اس کے پاس جا پہنچی اور اڑتے ہوئے ایک زوردار لات اسے رسید کی میں سوچ رہی تھی کہ میرے لات سے وہ منہ کے بل زمین پر گر جائیگا لیکن یہ سب کچھ میری سوچ کے برعکس ہوا تھا اس کا جسم پتھر کی طرح سخت تھا جیسے ہی میں نے اسے لات ماری میں اڑتی ہوئی دو جا گری لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا وہ ایک جھٹکے سے مڑا اس کی شکل دیکھ کر میں ڈر سے کانپ گئی اس کا چہرہ بن مانس کی طرح تھا اس کی سرخ آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح تھیں غصہ میں بہت ہی بھیانک لگ رہا تھا اس کی سرخ انگارہ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں میں بھی زمین پر گری غصہ سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس نے کچھ پڑھ کر میری طرف پھونک ماری تو میں ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنے کمرے میں تھی مجھے اپنا سر اب بھی چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ میرے دماغ پر ایک بوجھ تھا گل کی خون میں لت پت لاش اب بھی میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے گل تم مجھ سے اتنی دور چلی جاؤ گی یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا میں تمہیں کبھی بھی نہیں بھلا سکوں گی میں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔
ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ اچانک ہی میرے کمرے میں خوفناک قہقہے گونجنے لگے میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا لیکن لیکن کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔
کون ہو تم اگر ہمت ہے تو سامنے آؤ۔ میں چیخ کر بولی۔ اور پھر اس نے اپنا روپ مجھ پر ظاہر کرنا شروع کر دیا وہ وہی بھوت تھا جس نے گل کو موت کے گھاٹ اتارا تھا تم کتے۔ کمینے۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی تم نے میری دوست کو بہت بے دردی سے مارا ہے میں نے غصہ سے کہا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن کسی ان دیکھے وجود نے میرے ہاتھوں اور پاؤں کو جکڑ لیا میں نے ہاتھوں اور پاؤں کو چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن میں کسی بھی طرح خود کو آزاد نہیں کر پائی۔
تم اب میرے قابو میرے قابو میں ہو میں تمہیں بہت جلدی یہاں سے لیجاؤں گا پھر میں جیسا کروں گا تم نے ویسا ہی کرنا ہے تمہیں میں نے بہت مشکل سے قابو کیا ہے کچھ دن بعد میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

اس کے غائب ہونے کے بعد میرے ہاتھ پاؤں بھی آزاد ہو گئے اس دن کے بعد میں ایک ان دیکھے بوجھ کو اپنے اوپر سوار دیکھتی ہوں کبھی میرا دماغ چکرانے لگتا ہے اور کبھی آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگتا ہے ایک صبح جب میری آنکھ کھلی تو حیرانگی سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں میری آنکھوں کے سامنے تو چاروں طرف صحرا تھا میلوں تک پھیلا ہوا تھا صحرا تھا آگ برساتا ہوا سورج سر پر تھا اور تپتی جھلستی ریت پاؤں تلے تھی میں نے واپس اپنے کمرے میں جانے کے لیے بہت منتر پڑھے مگر شاید اس نے میری طاقتیں مجھ سے چھین لی تھیں میں اٹھی اور ایک طرف چلنے لگی گرمی کی وجہ سے میرا بدن جھلس رہا تھا مجھے کسی سائے کی تلاش تھی لیکن مجھے اس موت کے صحرا میں کہیں بھی کوئی درخت دکھائی نہیں دے رہا تھا تھک ہار کر میں وہاں جھلستی ریت پر بیٹھ گئی مجھے اپنے سامنے سے ریت سے کوئی چیز باہر نکلتی ہوئی دکھائی دی تو میں پیچھے سرکنے لگی ریت میں سے وہی بھوت باہر نکلا۔

میں تمہیں یہاں لایا ہوں اب میں جیسا کہوں گا تم نے ویسا ہی کرنا ہے۔۔اس کی بھاری آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

یہ تمہاری بھول ہے میں تمہارا کوئی بھی کام نہیں کروں گی۔ میں چیخ کر بولی۔

سوچ لو تمہارے پاس دو دن کا وقت ہے میں پھر آؤں گا کان کھول کر سن لو میں انکار نہیں کر سکتا اگر تم نے انکار کیا تو کیا میں تمہیں بہت اذیت ناک سزائیں دوں گا۔

وہ غصہ سے کہتا ہوں وہاں سے غائب ہو گیا۔ میں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر رہ گئی اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک خوبصورت نوجوان میرے پیچھے کھڑا تھا وہ بہت ہی خوبصورت تھا سفید چہرہ کالی آنکھیں اور دھوپ میں چمکتے ہوئے سنہری بال وہ بہت ہی دلکش دکھائی دے رہا تھا وہ چہرے سے بہت ہی معصوم لگتا تھا میں حیرانگی سے اس کو دیکھے جا رہی تھی۔

آؤ میرے ساتھ۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

اس کی طرح اس کی آواز بھی بہت خوبصورت تھی میں کچھ کہے بنا اٹھی اور اس کے ساتھ چلنے لگی کافی دیر چلنے کے بعد مجھے اس تپتے صحرا میں ایک خیمہ دکھائی دیا اس لڑکے کا رخ اسی خیمے کی طرف تھا میں سمجھ گئی کہ وہ خیمہ اس لڑکے کا ہی ہے میرا اندازہ درست تھا وہ خیمے میں داخل ہوا میں بھی اس کے پیچھے خیمے میں داخل ہو گئی خیمے میں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی اس کے علاوہ کوئی بھی چیز خیمہ میں نہ تھی۔

بیٹھو۔ اس نے ایک طرف بیٹھنے کو کہا۔ میں سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گئی۔ وہ خاموشی سے میری طرف دیکھنے لگا اس کے دیکھنے کا انداز مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا وہ میری طرف بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا! میں گھبرا گئی۔ لیکن سب اچھا لگ رہا تھا۔

کون ہیں آپ اور اس صحرا میں کیا کر رہے ہیں۔ میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

یہی تو میں تم سے پوچھنے والا تھا۔ کہ تم کون ہو اور اس صحرا میں کیا کر رہی تھی اس سے پہلے تو میں نے تم یہاں نہیں دیکھا اس نے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آئی ہوں مجھے یہاں زبردستی لایا گیا ہے میں نے جلدی سے جواب دیا

کیا مطلب۔ وہ حیران ہو کر بولا۔

میں نے اس کو تمام حقیقت بتا دی میری داستان سن کر وہ پریشان ہو گیا کیا ہوا میں نے اسے پریشان دیکھ

پوچھا۔

کچھ نہیں۔اس نے مختصر سا جواب دیا۔

اچھا تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو اور صحرا میں کیا تمہیں بھی کوئی بھوت اٹھا کر لایا ہے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں۔ مجھے وہ بھوت نہیں لایا بلکہ میں اپنی مرضی سے یہاں آیا تھا اس نے نفی مین سر ہلاتے ہوئے کہا۔

تمہارا نام کیا ہے اور تم یہاں کیسے پہنچے۔

میرا نام سورج ہے میں اپنے دوستوں کے ساتھ اس صحرا میں آیا تھا۔

مجھے تو تمہارے دوست یہاں نظر نہیں آرہے ہیں میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

میں نے انہیں ماردیا ہے۔وہ دکھی لہجے میں بولا۔

کیا۔۔کیا میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ہاں میں نے انہیں ماردیا ہے۔اس نے اپنی بات دہرائی۔

مگر کیوں۔میں نے غصہ سے پوچھا۔

مجھے بھی کالے بھوت نے قید کرلیا تھا میں ایک جادوگر ہوں میرے پاس کچھ طاقتیں ہیں لیکن اس کے اور میرے درمیان زمین اور آسمان کا فرق ہے اس کے پاس بہت طاقتیں نہیں میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔میں نے اس کا مقابلہ تو کیا لیکن ہار گیا وہ مجھے بہت سخت سزائیں دیتا تھا اس کی سزاؤں سے بچنے کے لیے میں نے اس کی غلامی قبول کرلی اور اس کے کہنے پر میں نے اپنے دوستوں کو ماردیا بڑی بے دردی سے میں نے ان کا گلہ کاٹا اور ان کا خون کالے بھوت کو دے دیا اس نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔تم بہت ظالم ہو تم نے اپنے دوستوں کو ماردیا دوستوں کی خاطر تو جان دی جاتی ہے ان کی جان لی نہیں جاتی میں نے غصہ سے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی کہاں جارہی ہو اس نے پوچھا یہاں سے بہت دور جہاں مجھے تمہارا سایہ بھی دکھائی نہیں دے تم قاتل ہو اور میں کسی قاتل کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتی میں نے کہا اور جلدی سے خیمے سے باہر نکل آئی اور ایک طرف چلنے لگی میں اس کی پہنچ سے دور نکل جانا چاہتی تھی مجھے اس کی حقیقت جان کر بہت ہی دکھ ہوا تھا وہ ایک قاتل تھا اور میں اسے معصوم سمجھ رہی تھی صحرا تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا صحرا کی گرمی سے میرا دماغ چکرانے لگا تھا میرے قدم لڑکھڑانے لگے اور میں گر کر بے ہوش ہوگئی جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک بند کمرے میں تھی اف خدایا یہ میں کس شیطانی چکر میں پھنس گئی ہوں جس سے نکلنا میرے لیے مشکل ہے میں نے بے بسی سے سوچا اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی بھوت کمرے میں داخل ہوا میں اسے نفرت سے دیکھا اور منہ پھیر لیا تو کیا سوچا ہے تم نے اس کی بھاری آواز کمرے میں گونجی میں خاموش رہی بولو اس نے چیخ کر کہا میں تمہارا کوئی بھی کام نہیں کروں گی سن لیا تم نے میں بھی غصہ سے چیختے ہوئے بولی میں نے کہا تھا ناں کہ میں انکار نہیں سنو گا تم نے انکار کرکے بہت برا کیا ہے اتنا کہہ کر اس نے میرے بالوں سے پکڑ لیا اور مجھے گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر لے آیا میں درد کی شدت سے چیخ رہی تھی لیکن اس ظالم کو مجھ پر ذرا بھی ترس نہیں آرہا تھا وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے تہہ خانے میں لے آیا تہہ خانے میں شیشے کے تابوت کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا اس نے مجھے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر تابوت میں پھینک دیا میں تڑپ اٹھی کیونکہ وہ تابوت دیکھنے میں تو بہت ہی خوبصورت تھا لیکن اس کے اندر ایک ان دیکھی آگ تھی جو مجھے جھلسانے لگی تھی کالا بھوت تابوت کو بند

کر کے وہاں سے جا چکا تھا میں نے بہت منتر پڑے لیکن آگ ختم نہ ہو سکی اور میں اس آگ میں جلتی رہی میں کیسے اس آگ کو برداشت کر سکتی تھی یہ میں ہی جانتی تھی لیکن ایک بات میرے لیے بہت ہی حیرانگی تھی کہ اس آگ نے میرے جسم کو نہ جلایا تھا آگ تو جسم کو کوئلہ بنا دیتی ہے لیکن وہ آگ مجھے محسوس ہوتی تھی اس آگ سے میرا جسم ذرا بھی جلا نہ تھا میں کتنے ہی دن اس آگ کے تابوت میں بڑی تڑپتی رہی لیکن کالا بھوت نہ آیا ایک دن مجھے اس تہہ خانے میں سورج دکھائی دیا وہی سورج جو مجھے صحرا میں ملا تھا جس نے اپنے دوستوں کو قتل کیا تھا وہ مجھے اس حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔اس کی تڑپ اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔

اجالا۔۔اجالا۔وہ تڑپ کر بولا اور تابوت کے قریب آ گیا۔اجالا میں جانتا ہوں کہ یہ تابوت عام تابوت نہیں ہے یہ آگ کا تابوت ہے اس ظالم کالے بھوت نے مجھے بھی اس تابوت میں قید کر دیا تھا اور پھر اس تابوت سے بچنے کے لیے میں نے اس کی غلامی قبول کر لی۔اجالا میں نے تمہیں صحرا میں بہت تلاش کیا لیکن تم مجھے نہ ملی میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا لیکن تم مجھے نہ ملی اس تہہ خانہ کا خیال آیا تو یہاں چلا آیا۔اجالا تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے لیکن تم فکر نہ کرو میں تمہیں جلد ہی یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا میں تمہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا ہوں اس نے بے تاب ہو کر کہا۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور وہاں سے غائب ہو گیا تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں پائلیں تھیں۔

اجالا یہ پائلیں اس تابوت کی آگ کو ختم کر دیں گی تم جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر لو وہ اس کے کہنے پر میں نے آنکھیں بند کر لیں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے پائلیں پہنا رہا ہے۔آنکھیں کھول لو اس نے کہا تو میں نے آنکھیں کھول لیں میں اب بھی تابوت میں قید تھی۔اجالا یہ پائلیں تھوڑی ہی دیر میں اس تابوت کی آگ کو ختم کر دیں گی مجھے پتہ ہے کہ تم بہت تکلیف میں ہو لیکن تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں آج رات تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا وہ بولے جا رہا تھا اور میں سن رہی تھی۔اچھا اجالا اب میں چلتا ہوں اگر کالے بھوت نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو بہت برا ہو گا۔

اتنا کہہ کر سورج وہاں سے غائب ہو گیا مجھے اس کی باتوں نے حیران کر دیا تھا اس کی آنکھوں میں مجھے سچائی دکھائی دی تھی اس نے جو کچھ کہا تھا وہ سب سچ تھا اس تابوت کی آگ دھیرے دھیرے کم ہوتی جا رہی تھی مجھے ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے اس تابوت کے اندر ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے مجھے سکون ملتا جا رہا تھا سورج نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا تھا وہ رات کو مجھے تہہ خانے میں دکھائی دیا تھا اس نے کچھ پڑھ کر تابوت پر پھونک ماری تو تابوت کا ڈھکن ایک دھماکے کے ساتھ ایک طرف گر گیا۔

اجالا جلدی کرو اگر کسی نے دیکھ لیا تو مسئلہ ہو جائیگا۔سورج نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تابوت سے باہر نکال لیا۔اجالا آنکھیں بند کر لو سورج کے کہنے پر میں نے آنکھیں بند کر لیں آنکھیں کھولو اجالا سورج کی آواز ابھری تو میں نے آنکھیں کھول لیں آنکھیں کھولیں تو میں حیران نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی میں سورج کے ساتھ اس کے خیمے میں تھی اجالا میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں کہ تم نے میری آنکھیں کھول دیں اپنے دوستوں کو مار کر میں بہت پچھتا رہا تھا لیکن اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جو وقت گزر چکا ہے میں اسے واپس نہیں لا سکتا اجالا تم بہت معصوم ہو میں نہیں چاہتا کہ تم بھی میری طرح مجبور ہو کر کسی کا قتل کرو جو قاتل ہونے کا داغ میری پیشانی پر لگ چکا ہے میں سے کبھی نہیں مٹا سکتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ یہ داغ تمہاری

پیشانی پر لگے میں نے جب تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تھا تو تم مجھ بہت پسند آئی میں تم سے دوستی کرنا چاہتا تھا میں اس دوستی کی ابتدا جھوٹ کی بنیاد پر نہیں کرنا چاہتا تھا تم نے مجھ پر میرے بارے میں پوچھا تو میں اپنی حقیقت تمہیں بتادی تم میری حقیقت جاننے کے بعد مجھ سے دور چلی جاؤ گی میں نے تو سچے دل سے تمہیں دوست مان لیا تھا میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ اب میری جان بھی چلی جائے تو پرواہ نہیں لیکن اب میں غلامی کی زندگی نہیں جیوں گا کالے بھوت کے کہنے پر کسی کا قتل نہیں کروں گا صحرا میں آنا میری سب سے بڑی بھول تھی میں نے ہی اپنے دوستوں اس صحرا میں آنے کو کہا تھا اور پھر ایک چلے کے دوران کالے بھوت نے مجھے قابو کرلیا تھا اور پھر جیسا وہ کہتا تھا میں کرتا گیا میں ایک انسان سے درندہ بن گیا اور اپنے ان دوستوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جو مجھے اپنے آپ سے بھی بڑھ کر چاہتے تھے میں انکے درمیان رہ کران کا دشمن بنا رہا کسی کو مجھ پر شک تک نہ ہوا اب میں بہت پچھتا تا ہوں رات کو مجھے نیند نہیں آتی ہے جب بھی آنکھیں بند کرتا ہوں ان کی لاشیں دکھائی دیتی ہیں میں بہت برا ہوں اپنے دوستوں کو مارنے سے پہلے میں خود مرجانا چاہتا ہوں سورج دکھی لہجے میں بولا اس کی باتوں سے محسوس ہورہا تھا کہ وہ واقعی اپنے دوستوں کو مار کر بہت اذیت میں ہے۔

سورج مجھے بہت خوشی ہورہی ہے کہ تم نے اپنے آپ کو بدل لیا ہے میں آج سے تمہاری دوست ہوں میں نے مسکرا کر کہا۔

اور میں اس دوستی کو آخری سانس تک نبھاؤں گا کچھ بھی ہوجائے اب مجھ میں تم کو کھونے کا حوصلہ نہیں ہے تمہاری خاطر اگر جان بھی دینی پڑی تو دے دوں گا سورج نے خوشی سے کہا۔

سورج پلیز مجھے اس صحرا میں سے باہر نکال دو میں نے التجا کی۔

تم آنکھیں بند کرو سورج نے آہستہ سے کہا تو میں نے آنکھیں بند کرلیں مجھے اپنے پاؤں زمین سے اٹھتے ہوئے محسوس ہوئے اور میں اپنی آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میرے چہرے سے ٹکرا رہی تھی تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے پاؤں زمین پر محسوس ہوئے اب آنکھیں کھول لو سورج کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں آنکھیں کھول لیں اور اب مری خوشی کی انتہا نہ تھی میں اسی باغ میں کھڑی تھی جس میں میں روزانہ آتی تھی سورج میرے پاس کھڑا تھا وہ مسکرا رہا تھا۔

سورج میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

شکریہ کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ سورج نے میری بات کاٹ کر کہا تو میں مسکرا دی۔

سورج ایک بات نے مجھے بہت پریشا کیا ہوا ہے میں پریشانی سے بولی۔

کیسی بات سورج نے حیران ہو کر کہا۔

سورج مجھ سے میری طاقتیں چھین لی گئی ہیں میں اپنی طاقتیں حاصل کرنا چاہتی ہوں پتہ نہیں اس بھوت نے میری طاقتیں کہاں چھپا دیں ہیں۔ میں نے پریشانی سے کہا۔

میں ابھی پتہ کرتا ہوں اتنا کہہ کر سورج زمین پر بیٹھ گیا میں بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی سورج سورج نے انگلی سے زمین پر گول دائرہ بنا دیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا

اچالا اس نے تمہاری طاقتیں ایک مورتی میں قید کردی ہیں۔

لیکن وہ مورتی کہاں ہے۔

اس کا مجھے بھی علم نہیں ہے سورج نے مایوسی سے کہا۔

اب کیا ہوگا۔ میں نے پریشانی سے کہا۔

اجالا ان پائلوں کو سنبھال کر رکھنا یہ بہت قیمتی ہیں ہو سکتا ہے یہ پائلیں تمہیں تمہاری طاقتوں تک پہنچا دیں سورج نے مجھے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

سورج مجھے۔۔۔ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہاں سیاہ دھواں پھیلنے لگا میں اور سورج یکدم اٹھ کھڑے ہوئے ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ دھویں سے کالا بھوت نمودار ہوا۔

مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے کالا بھوت بھاری گھمبیر آواز میں بولا۔

چلے جاؤ یہاں سے ورنہ سورج نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔

دو ٹکے جادوگر تو مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ اتنا کہہ کر کالا بھوت آگے بڑھا اور سورج کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھالیا اور اس کے منہ پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو سورج چیخنے لگا کالے بھوت نے سورج کو دور پھینکا سورج میں نے چیخ کر کہا اور سورج کی طرف بھاگی اس کا چہرہ دیکھ کر میں تڑپ اٹھی اسکا چہرہ دھیرے دھیرے پھٹ رہا تھا چہرے کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھوں اور پاؤں پر بھی دراڑیں پڑنے لگیں اجالا مجھے معاف کردینا میں اب اور تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا سورج مشکل سے بولا۔

سورج تم۔ میں روتے ہوئے بولی۔

اجالا تم مت روؤ میں خوش ہوں کہ آج مجھے موت مل گئی تم اپنا خیال رکھنا اور ان پائلوں کو ایک دوست کا تحفہ سمجھ کر ہمیشہ اپنے پاس رکھنا اتنا کہہ کر سورج کی گردن ایک طرف لڑھک گئی۔

سورج۔ آنکھیں کھولو۔ میں رونے لگی۔

چل اٹھ کالے بھوت نے میرے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا

چھوڑ مجھے کتے کمینے میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا

تمہاری یہ مجال اتنا کہہ کر کالے بھوت نے ایک زوردار تھپڑ میرے چہرے پر رسید کردیا تو میں گر کر بے ہوش ہوگئی جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک مورتی میں قید تھی میں نے اس مورتی سے نکلنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہی میری طاقتیں بھی اس مورتی میں قید تھیں میں اور میری طاقتیں صرف اسی صورت میں آزاد ہو سکتی تھیں جب مورتی ٹوٹ جاتی کالا بھوت روزانہ مورتی کو اپنے سامنے رکھ کر طرح طرح کے منتر پڑھ کر مورتی پر پھونکتا جس سے مجھے تکلیف ہوتی اور میں تڑپتی رہتی ایک دن کالا بھوت مورتی کو سامنے رکھ کر مجھے تکلیف دے رہا تھا کہ دو جن وہاں آگئے انہوں نے کالے بھوت کا مقابلہ کر کے اسے بھی اسی مورتی میں قید کردیا اور مورتی کو انسانی دنیا میں آ کر ایک ویران مندر میں دبا دیا اور پھر تمہارے دوستوں کی وجہ سے وہ آزاد ہوگیا لیکن میں پھر بھی اس مورتی میں قید رہی تم آئے تم نے مورتی کو توڑا تو میں آزاد ہوگئی۔ اور مجھے میری طاقتیں بھی واپس مل گئیں اتنا کہہ کر اجالا خاموش ہوگئی۔ اور میں اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ بہت دکھی ہو رہا تھا آنکھوں میں نمی اتری ہوئی تھی میں بس اسے ہی دیکھے جارہا تھا۔ اس کے بعد کیا ہو یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیں۔

مددگار روحوں کا دیس

---تحریر: محمد قاسم رحمان۔ ہری پور

دیکھو تو کتنا عالی شان محل بنے ہوئے ہیں ہم تو یہیں رات رہیں گے۔ چلو لیکن وہ سامنے فارم ہاؤس بنا ہوا ہے ادھر چلتے ہیں۔ مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ندیم نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ادھر چلو اور سب فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے یار کتنی ہی پیارا فارم ہاؤس ہے شیزاز نے خوشی سے ہر طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا واقعی آپ کو یہ بہت پسند آیا ایک پراسرار آواز نے ان سب کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔ سب ہی خوفزدہ ہو گئے اور آواز کی سمت میں دیکھا وہاں ایک بہت ہی ہینڈسم لڑکا ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔ وہ دراصل ہم سمجھے یہ فارم ہاؤس ہے اس لیے ہم ادھر آ گئے۔ ارمان بولا۔ کوئی بات نہیں جلد ہی آپ یہاں سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے لڑکی پراسرار لہجے میں بولی کیا۔ سب ہی حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے۔ آپ صوفیہ کی بات کو دماغ پر مت لیں اس کی مذاق کرنے کی عادت ہے اور آج کی رات آپ ہمارے مہمان ہیں لڑکا بولا تو سب ہی مطمئن ہو گئے۔ ویسے لگتا ہے کہ شاید آپ سب کو بھوک لگ رہی ہے لڑکی بولی۔ نہیں نہیں ہمیں بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔ ہمیں ویسے تو صوفیہ کے نام کا پتہ چل گیا تھا اس کے بعد علی بولا نے اس لڑکے سے کہا۔ کیا آپ اپنا نام بتانا پسند کریں گے میرا نام سن کر آپ تقریباً ہنس دیں گے میرا نام بے نام ہے۔ بے نام۔ واقعی ہم سب ہنس پڑے گیسٹ ہاؤس میں موت جیسی خاموشی طاری تھی بے نام نے سب کو الگ الگ کمرے دیئے تھے سب کمرے نہایت ہی خوبصورت تھے ہر ضرورت کی چیز سے آراستہ۔ ارمان اپنے کمرے میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اچانک اسے لگا جیسے اسے کوئی جگانے کی کوشش کر رہا ہو ارمان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن اس بات نے ارمان کو حیران کر دیا۔ کہ وہاں کوئی بھی نہ تھا اسے پہلے تو بہت ڈر محسوس ہوا لیکن بعد میں وہ سمجھا کہ اس کا وہم ہو گا چونکہ وہ ایک بہادر انسان تھا اس لیے مطمئن ہو گیا کہ یہ اس کا وہم ہے۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز کہانی۔ جسے پڑھنے کے بعد آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے

رات نے اپنی سیاہ چادر ہر طرف پھیلا دی تھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا ایک بس تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی ارمان اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے ایک دوست کی کزن کی شادی پر سے واپس آ رہا تھا اس کے دوستوں میں علی شہزاد اور ندیم شامل تھے سب نے ہی شادی کو خوب انجوائے کیا تھا اور اب وہ چاروں دوست اپنے دوست کے کزن کی شادی سے لوٹ رہے تھے بس کے تمام مسافر تقریباً سو ہی چکے تھے صرف وہ چاروں جاگ رہے تھے اور اپنی باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک بس جھٹکے کے ساتھ رک گئی سب ہڑبڑا کر اٹھ گئے ڈرائیور نیچے اترا اور گاڑی کے اگلے ٹائر چیک کرنے لگا جو کہ دونوں ہی پنکچر ہو چکے تھے ارمان اپنے دوستوں کے

ہمراہ بس سے نیچے اتر آیا تاریکی نے اپنے سائے پھیلائے ہوئے تھے ارمان نے اپنی ٹارچ آن کی اور آس پاس دیکھا اسے دور آبادی کے اثرات نظر آرہے تھے۔

ادھر دیکھو یا شاید آباد ہے ادھر ارمان نے ٹارچ کا رخ آبادی کی طرف پھیرتے ہوئے کہا۔

ہاں شاید۔علی بولا۔

چلو وہاں چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں کیا ہے۔ارمان نے کہا

نہیں میں نہیں جاؤں گا شاید جنات کی بستی ہو ندیم خوفزدہ انداز میں بولا۔تو سب نے ہی تقریبا قہقہہ لگایا۔

اب تو جنات کی بستی میں ضرور جانا چاہیے۔ ارمان نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

لیکن کیا صرف ہم چاروں لوگ ہی ادھر جائیں گے شہزاد بولا۔

جی ہاں۔ارمان نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

لیکن ہم راستہ نہ بھٹک جائیں۔ندیم نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا وہ سب سے زیادہ وہمی تھا۔

کچھ نہیں ہوتا یار۔ اور کیا تم ہمارے ساتھ جاؤ گے علی نے ندیم سے پوچھا۔

لیکن ہم وہاں جا کر کریں گے کیا تھوڑی دیر میں بس کا ٹائر بھی ٹھیک ہو جائے گا ندیم نے نجانے کا جواز بیان کر دیا۔

بس یار دیکھ کر آجائیں گے پلیز۔شہزاد نے کہا

ٹھیک ہے چلتے ہیں۔بالآخر ندیم مان گیا۔

چلو پھر۔ارمان بولا اور سب ہی چل پڑے

دیکھو تو کتنا عالی شان محل بنے ہوئے ہیں ہم تو یہی رات رہیں گے۔

چلو لیکن وہ سامنے فارم ہاؤس بنا ہوا ہے ادھر چلتے ہیں۔

مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔ندیم نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ادھر چلو اور سب فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے

یار کتنی ہی پیارا فارم ہاؤس ہے شہزاز نے خوشی سے ہر طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

کیا واقعی آپ کو یہ بہت پسند آیا ایک پراسرار آواز نے ان سب کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔سب ہی خوفزدہ ہو گئے اور آواز کی سمت میں دیکھا وہاں ایک بہت ہی ہینڈسم لڑکا ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی۔

وہ دراصل ہم سمجھے یہ فارم ہاؤس ہے اس لیے ہم ادھر آگئے۔ارمان بولا۔

کوئی بات نہیں جلد ہی آپ یہاں سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے لڑکی پراسرار لہجے میں بولی

کیا۔سب ہی حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے۔

آپ صوفیہ کی بات کو دماغ پر مت لیں اس کی مذاق کرنے کی عادت ہے اور آج کی رات آپ ہمارے مہمان ہیں لڑکا بولا تو سب ہی مطمئن ہو گئے۔

ویسے لگتا ہے کہ شاید آپ سب کو بھوک لگ رہی ہے لڑکی بولی۔

نہیں نہیں ہمیں بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔

ہمیں ویسے تو صوفیہ کے نام کا پتہ چل گیا تھا اس کے بعد علی بولا نے اس لڑکے سے کہا۔

کیا آپ اپنا نام بتانا پسند کریں گے

میرا نام سن کر آپ تقریبا ہنس دیں گے میرا نام بے نام ہے۔

بے نام۔واقعی ہم سب ہنس پڑے

گیسٹ ہاؤس میں موت جیسی خاموشی طاری تھی بے نام نے سب کو الگ الگ کمرے دیئے تھے

سب کمرے نہایت ہی خوبصورت تھے ہر ضرورت کی چیز سے آراستہ۔ ارمان اپنے کمرے میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اچانک اسے لگا جیسے اسے کوئی جگانے کی کوشش کر رہا ہو ارمان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن اس بات نے ارمان کو حیران کر دیا۔ کہ وہاں کوئی بھی نہ تھا اسے پہلے تو بہت ڈر محسوس ہوا لیکن بعد میں وہ سمجھا کہ اس کا وہم ہوگا چونکہ وہ ایک بہادر انسان تھا اس لیے مطمئن ہو گیا کہ یہ اس کا وہم ہے۔

کافی دیر تک وہ سونے کی کوشش کرتا رہا لیکن سب ہی دھویں میں تحلیل ہو گئیں بالآخر وہ اٹھ بیٹھا اس نے سوچا کہ کیوں نہ فارم ہاؤس کی سیر کر لی جائے اس لیے کہ اسے نیند نہیں آ رہی تھی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کمرے کا دروازہ کھولکر جیسے ہی باہر نکلا اس پر کپکپی طاری ہو گئی ڈر اور خوف سے اس کا برا حال ہو گیا سردی میں اس کی پسینے چھوٹنے لگے اسے اس طرح لگا کہ جیسے وہ کوئی خوفناک خواب دیکھ رہا ہے۔ باہر فارم ہاؤس نہ تھا۔ ایک بیابان اور دہشت ناک جنگل تھا وہ ایک جنگل میں کھڑا تھا ۔کیا اس کی یاداشت چلی گئی ہے۔ کیا فارم ہاؤس تھا ہی نہیں کیا وہ کوئی ڈراؤنا سپنا دیکھ رہا تھا اس طرح کی سوچیں اس کے دماغ میں رقص کر رہی تھیں اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

علی کی آنکھ کسی کے رونے کی وجہ سے کھلی تھی وہ حیران رہ گیا کیونکہ اس کی نیند بہت پکی ہو چکی تھی کچھ بھی ہو جائے مگر اس کی آنکھ نہ کھلتی تھی اور آج کسی کے مدھم آواز میں رونے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی خوف اور دہشت سے اس کا برا حال ہو گیا تاہم وہ اٹھ کھڑا ہوا کہ باہر جا کر دیکھے کہ کون اتنے مدھم انداز میں سسک رہا ہے وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا مگر یہ دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ وہ ایک سمندر کے کنارے کھڑا ہے تاحد نگاہ سمندر ہی سمندر ہے اس نے دور دور تک دیکھا مگر کوئی بھی کنارہ نظر نہ آیا۔ یا اللہ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ ہڑبڑایا میں تو فارم ہاؤس میں تھا کہیں مجھے یہاں پر اغوا کر کے تو نہیں لایا گیا اگر اغوا کر کے لایا گیا ہے تو اغوا کرنے والے کدھر ہیں یہاں تو نہ بندہ ہے اور نہ ہی بندے کی ذات یا اللہ مری مدد فرما وہ خدا سے التجا کرنے لگا۔

یہ سچ ہے کہ جب انسان ہر محاذ پر زندگی کے کسی بھی اتار چڑھاؤ میں ناکام یا بے بس ہوتا ہے تب ہی اسے اپنا خدا یاد آ جاتا ہے خدا سے مدد کی فریاد کرتا ہے وہ بندہ جس نے کبھی نہ تو نہ بڑھی ہے مشکل میں اسے اپنا مشکل کشا صرف خدا ہی نظر آتا ہے آج یہ ہی علی کے ساتھ ہو رہا تھا خوف کی وجہ سے اسے کچھ بولا نہ جا رہا تھا اس اچانک پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو پیچھے میدان تھا اور یہ دیکھ کر اسے لگا کہ وہ بے ہوش ہو جائے گا سینکڑوں کی تعداد میں عورتوں کا ایک بڑا لشکر کھڑا ہوا تھا ایک طرف مردوں کا ایک بڑا لشکر بڑی ترتیب سے کھڑا تھا سب نے ہی سفید لباس زیب کیے ہوئے تھے خوف سے علی ساکت وجامد ہو گیا تھا تقریباً سب ہی وہاں سسکیاں لے رہے تھے اس کا دماغ سوچنے کی صلاحیت کھو چکا تھا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

شیراز کی جب آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کے والد اور بھائی اس کو کفن پہنا رہے ہیں۔

کیا کر رہے ہو تم لوگ میرے ساتھ وہ چلا چلا کر کہنا چاہتا تھا مگر وہ کچھ کہہ نہ پا رہا تھا خوف ڈر سنسنی اسے اس کے پورے وجود پر چھا چکی تھی اس کا خوف کی وجہ سے برا حال تھا وہ ذرا سی جنبش ہی نہ کر سکتا تھا پھر اس کے جنازے کو اٹھا لیا گیا تھا اور

سب کے قدم حرکت میں آنے لگے۔اس کی ماں چھوٹی بہن کا رو رو کر برا حال تھا بار بار بے ہوش ہو جاتیں بھائیوں اور باپ کی آنکھیں ہی اشکبار تھیں کیا ہوتا ہے انجام اس کے دماغ میں بار بار یہ ہی بات گردش کر رہی تھی شیراز فطری طور پر ایک بہادر انسان تھا مگر یہ ایک ایسا مرحلہ تھا کہ کسی کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جائیں ۔ اس کی میت یا لاش نما جسم قبرستان میں لوگ لے کر آ چکے تھے اور اس کی قبر بھی کھودی جا چکی تھی میں زندہ ہوں دیکھو میں زندہ ہوں وہ چلا چلا کر کہنا چاہتا تھا لیکن کچھ نہ کہہ پا رہا تھا اس کی زندگی میں کبھی ایسا مرحلہ بھی آئے گا باپ اور بھائیوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے بالآخر اسے دفنانے کا وقت بھی آ گیا تھا اس قبر میں ڈال دیا گیا اور پھر منوں مٹی اس پر ڈال کر لوگ چلے گئے اس بات سے بے خبر کہ اس قبر میں وہ ایک زندہ لاش کو دفنا چکے ہیں حیرت انگیز طور پر قبر میں دفن ہونے کے بعد وہ حرکت کر سکتا تھا یہ سب کچھ وہ برداشت نہ کر پایا اور دنیا و مافیا سے بے خبر ہوتا چلا گیا۔

ندیم اٹھو ۔اٹھو ندیم ۔صوفیہ مسلسل ندیم کو جگانے کی کوشش کر رہی تھی

کیا ہوا ندیم ایک دم اٹھ بیٹھا

شکر ہے آپ اٹھ گئے ندیم صوفیہ بولی

تم میرا نام کیسے جانتی ہو ندیم نے پوچھا۔

وہ دراصل صوفیہ ہکلاتے ہوئے بولی تم نے ہی بتایا تھا اپنا نام۔

اوہ بتایا ہوگا مجھے یاد کب رہتا ہے بھولنے کی بیماری ہے مجھے۔

اچھا بابا۔صوفیہ بولی۔

مجھے لگا کہ تم کوئی روح یا ڈائن ہو اور تم نے میرا نام اپنے علم سے جان لیا۔ندیم شریر لہجے میں بولا۔ جبکہ صوفیہ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا اچھا تم کچھ کہنے والی تھی۔ندیم نے پوچھا۔

آؤ میرے ساتھ۔صوفیہ بولی۔

کدھر۔ندیم نے پوچھا۔

آؤ تو سہی کھا نہ جاؤں گی۔صوفیہ بولی۔

کیا پتہ چلتا ہے۔ندیم شرارت سے بولا۔

چلو ٹھیک ہے میں جاتی ہوں صوفیہ جانے لگی۔

ٹھہرو میں آتا ہوں۔ندیم نرم انداز میں بولا۔

چلو پھر۔اور ندیم اٹھ کر صوفیہ کے ساتھ چل دیا

صوفیہ اسے مختلف راستوں سے گزارنے کے بعد ایک تہہ خانہ میں لے آئی۔میں نے تمہیں کچھ دکھانا اور بتانا ہے۔

ہاں بولو۔ندیم نے کہا۔

صوفیہ نے ایک طرف کوئی منتر پڑھ کر پھونک ماری تو کافی تعداد میں مرد اور عورتیں نمودار ہوئیں

یہ کیا ہے صوفیہ تم کالا علم جانتی ہو ندیم نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

نہیں میں خود ایک آتما ہوں اور یہ سب ہی روحیں ہیں۔اس نے اسے دیکھا۔

کیا۔ندیم حیرت اور خوف سے بولا۔

میں تمہیں اپنی کہانی سناتی ہوں صوفیہ بولی۔

ہاں سناؤ۔وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

یہ ۲۰۰۷ کی بات ہے جب میں اپنے دوستوں کے ساتھ پکنک سے واپس آ رہی تھی میں اور میرا ساتھ ایک بس میں واپس آ رہے تھے تو ہماری بس میں یکدم دھماکہ ہوا دھماکہ اتنا شدید تھا کہ بس تباہ ہو گئی کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا میں اور میرے ساتھی اس دنیا سے چلے گئے ہمیں دفنا دیا گیا۔مگر پھر بھی ہماری روحیں بھٹکتی رہیں اور ہم نے ادھر یہاں پر اپنا روحوں کا دیس بنا لیا۔وہاں سے جو بھی بس گزرتی ہے اس میں چار لوگ ہمارا شکار ہوتے ہیں وہ

چار لوگ ایک رات ادھر گزارتے ہیں اور اگلی صبح وہ خوف سے مر جاتے ہیں کیونکہ ہم ان کو ڈرانے میں کوئی بھی کسر نہیں چھوڑتے اگلی صبح ہم ان کی روحوں کو واپس بلا لیتے ہیں اور اس طرح وہ ہماری مدد کرتی ہیں اور اب تم چاروں ہماری مدد کرو گے اتنا کہہ کر صوفیہ نے کچھ پڑھ کر ندیم پر پھونکا تو ندیم دنیا سے چلا گیا۔

اگلی صبح ندیم شیراز علی اور ارمان کی روحیں صوفیہ کے قبضے میں آ گئیں۔

تم چاروں یہ بات سن و کہ ہماری دوسری روحوں کی طرح تم لوگوں کو بھی وفاداری سے ہماری خدمت کرنی ہوگی اور معصوم اور بے بس لوگوں کے کام آنا ہمارا مشن ہے۔ صوفیہ ان چاروں کو سمجھا رہی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اب کون سے اگلے چار لوگ ان روحوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جو اپنی زندگی سے ناطہ توڑ کر روحوں کی شکل میں آ جاتے ہیں۔

اس بنگلے میں آج چار روحوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ دوبارہ زندہ گھر نہیں جا سکتے تھے انکا زندگی کا سفر ختم ہو گیا تھا۔ انکو مرنے کا شوق نہ تھا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کو کوئی مارنے والا ہے ان پر کسی کی نظر ہے۔ جو ان کو خود بخود اس مقام تک لے جاتی ہے جو روحوں کا مسکن ہے۔ جو دیکھنے میں بہت ہی خوبصورت ہوتی ہے لیکن وہ کیا چیز ہوتی ہے وہ صرف ان کی موت ہوتی ہے۔ اب ان روحوں کے ساتھ ندیم شیراز علی اور ارمان کی روحیں بھی اپنے نئے شکار کے لیے کسی آنے والی بس کا انتظار کرنے لگے تھے۔ وہ بھی ان کی طرح ہو گئے تھے جن کو دیکھ کر وہ ڈر گئے تھے لیکن شاید اب لوگ ان سے ڈریں گے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

عاشق یا قاتل

---تحریر: فلک زاہد۔ لاہور

شرلی نے انسپکٹر جانسن کو سارا واقعہ سنایا کہ کب سے کس طرح سے جیک اسے پریشان کر رہا ہے اور اب اس نے اسکے دوست کو قتل کر دیا ہے انسپکٹر جانسن نے بڑے تحمل سے شرلی کی ساری بات سنی پھر بولا۔ آپ مان جاتی تو کیا حرج تھا اس میں آج ایسا قتل تو نہ ہوتا ناں۔ میں گنہگار ہوں بہت پچھتا رہی ہوں۔ شرلی رونے لگی۔ لیکن اب وہ ایک قاتل ہے اور میں ایک قاتل سے شادی نہیں کر سکتی۔ آپ جلد سے جلد اسے گرفتار کریں شرلی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ اس کا حلیہ بتا سکتی ہیں۔ جی۔ شرلی بولی اور پھر جیک کا حلیہ بتاتی گئی اور ایک آدمی اسکیچ بناتا گیا۔ اسکیچ مکمل ہو جانے کے بعد انسپکٹر جانسن کو چپ لگ گئی بالکل ایسا ہی ہے وہ شرلی نے اسکیچ دیکھ کر کہا۔ کیا آپ واقعی شور ہیں کہ وہ لڑکا ایسا ہی ہے۔ انسپکٹر جانسن نے الجھتی ہوئی نگاہوں سے پہلے اسکیچ کو دیکھا پھر شرلی کو دیکھا۔ ہاں کیوں نہیں میں اسے اچھے سے پہچانتی ہوں شرلی نے زور دے کر کہا۔ سوری میڈم پھر ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے انسپکٹر جانسن نے فیصلہ سنا دیا۔ کیا مطلب ہے آپ کا۔ شرلی حیران پریشان ہو کر بولی۔ جب آپ کا دشمن ہی انسان نہیں ہے تو پھر ہم مرے ہوئے کو کیا ماریں گے یہ لڑکا آج سے تائیس سال پہلے ایک بہت بڑے حادثے میں مارا گیا تھا انسپکٹر جانسن نے دھیمی آواز میں کہا۔ شرلی کو لگا جیسے زمین گھوم گئی ہو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اگلے ہی لمحے شرلی کو جیک کی پراسرار حرکتیں یاد آنے لگیں جن کو دیکھ کر وہ بھی کچھ ایسا ہی سوچتی تھی کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس اس بات کا شرلی نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔ کیوں نہیں۔ انسپکٹر جانسن نے ایک اہلکار کو جیک کے قتل کیس کی فائل لانے کو کہا۔ اہلکار فائل لے آیا انسپکٹر جانسن نے وہ فائل اس سے پکڑ لی شرلی کو دیتے ہوئے کہا یہ لڑکا بہت مشہور موسیقار کا بیٹا تھا اس نے کالج میں ٹاپ کیا تھا جس کی خوشی اس کا سارا خاندان ایک جگہ اکٹھا ہو کر منا رہا تھا۔ کہ جب ہی ان کے دشمنوں نے پورے گھر کو آگ لگا دی اور گھر کے تمام افراد جل کر راکھ ہو گئے اسکے مرنے کے بعد وہاں کوئی نہیں جاتا کہتے ہیں کہ انکی روحیں بھٹک رہی ہیں۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

خزاں کی شام تھی اور موسم خراب تھا آسمان پر بادل گرج رہے تھے تیز ہوائیں چل رہی تھیں مگر بارش آنے کا نام نہیں لے رہی تھی ایسے خراب موسم میں شرلی ہاتھ میں بند چھتری پکڑے بس سٹاپ میں کھڑی کافی دیر سے بس کا انتظار کر رہی تھی مگر اب تک کوئی بس نہیں آئی تھی سڑکوں پر گاڑیاں رواں دواں تھیں ایک نوجوان کا وہاں سے گزر ہوا تو جیسے ہی اس کی نظر شرلی پر پڑی تو وہ وہیں رک گیا اور اسے نازک لڑکی اس نوجوان کے دل کو بھا گئی تھی وہ شخص تھا دراز قد براؤن بال اور سبز آنکھیں وجیہ خوبصورت پرکشش اور کافی حد تک سمارٹ دکھائی دے رہا تھا۔ شرلی اس کے سامنے والے فٹ پاتھ پر کھڑی تھی بیچ میں سڑک تھی۔

وہ نوجوان دوسرے فٹ پاتھ پر کھڑا اسے گھور
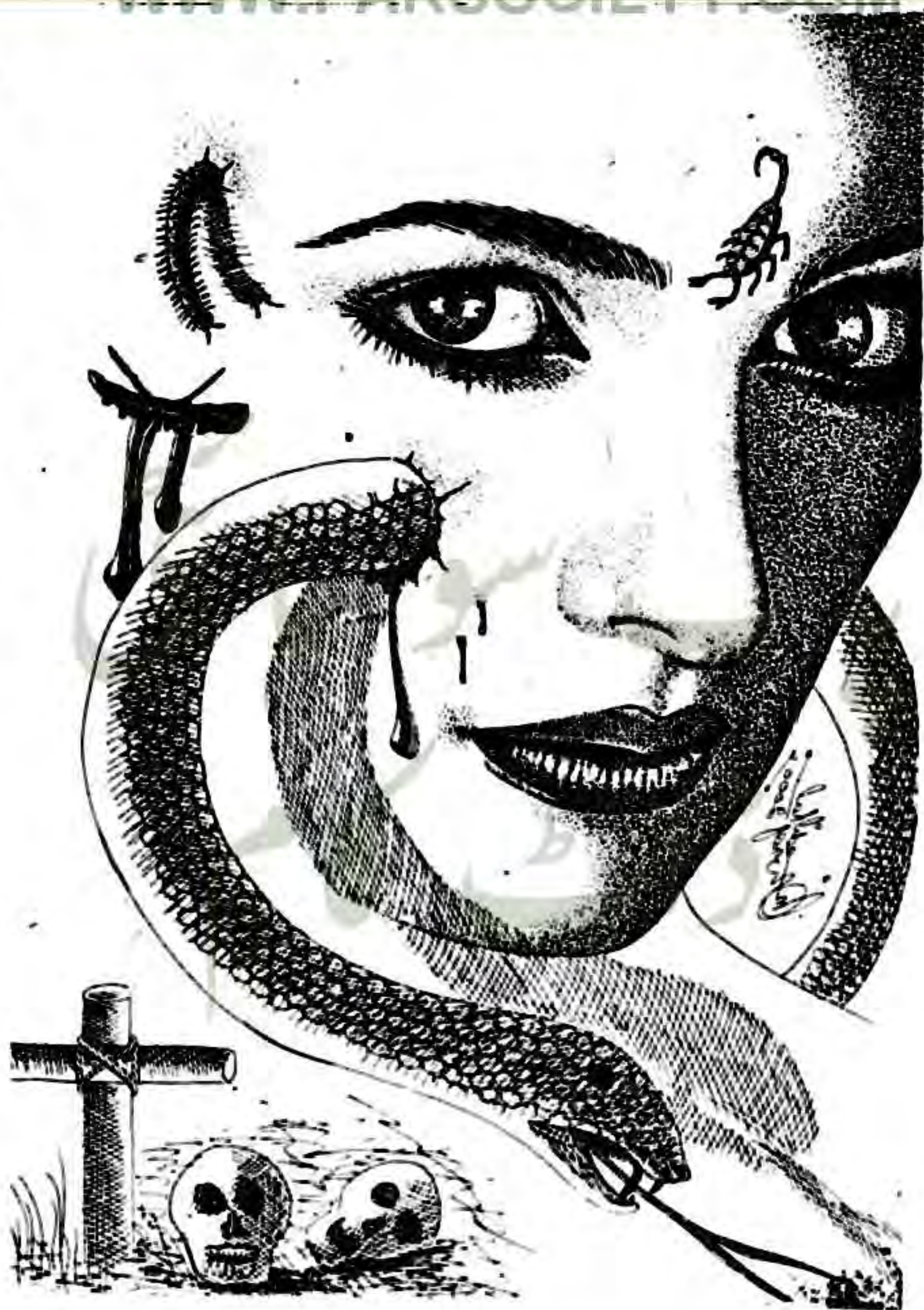
رہا تھا نجانے شرلی کو شاید محسوس ہوا کہ جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہے تو شرلی نے اس سمت دیکھا تو ایک ہینڈسم نوجوان کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو وہ یکدم گھبرا سی گئی نوجوان نے اس کی گھبراہٹ نوٹ کر لی تھی جس وجہ سے وہ زیر لب مسکرایا آسمان پر زور سے بادل گرجا اور بارش شروع ہو گئی شرلی کو کھڑے کافی دیر ہو چکی تھی اسی لیے اس نے بس کا مزید انتظار کرنا ترک کر دیا اور پیدل ہی گھر چلنے لگی اسکی ایک وجہ نوجوان کا گھورنا تھا اور دوسرا بارش کا ہونا۔

شرلی کے گھر میں صرف ایک چھوٹا بھائی رہتا تھا ماں باپ کوئی نہیں تھا ان دونوں بہن بھائیوں کے سوا شرلی ایک آفس میں جاب کرتی تھی اور اپنا اور اپنے بھائی کا خرچہ چلاتی تھی اسے یہ فکر بھی ستا رہی تھی کہ وہ آج لیٹ ہو چکی ہے اس کا بھائی سکول سے کب کا آچکا ہوگا اور اس وقت نجانے وہ کیا کر رہا ہوگا کہیں کوئی شیطانی نہ کر بیٹھے اس طرح کے عجیب وغریب وہم سے شرلیکو پریشان کر رہے تھے شرلی متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اپنا ذاتی گھر تھا اور کچھ نہیں شرلی سر میں چھتری لیے آہستہ آہستہ سڑک کی ایک طرف گھر کو چلے جا رہی تھی وہ نوجوان بھی شرلی کے پیچھے دبے پاؤں چلنے لگا چلتے چلتے شرلی کو مسلسل اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ شاید اس کا کوئی پیچھا کر رہا ہے اس نے اپنے قدم تیز کر دیئے اور بغیر پیچھے دیکھے چلتی رہی ٹریفک کی وجہ سے شرلی کو ایک جگہ رکنا پڑا تو اس نے تھوڑا سا پیچھے مڑ کر دیکھا کہ اب تو کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا شرلی یہ دیکھ کر ٹھٹک گئی کہ وہ نوجوان اس کے پیچھے کافی فاصلہ پر کھڑا تھا اور اسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے ہی اشارہ کھلا شرلی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ چلتی گئی اور اپنے گھر کے باہر آکر ہی سکون کا سانس لیا شرلی کچھ دیر یونہی کھڑی دروازے کے پاس لمبے لمبے سانس لیتی رہی پھر نجانے اس کے دل میں کیا آیا جو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ نوجوان شرلی کے گھر سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا

شرلی کے اندر خوف پیدا ہو گیا اور وہ بے اختیار زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگی جب تک اس کے بھائی جیمز نے دروازہ کھول نہ دیا شرلی اندر آگئی اور جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور ہر کھڑکی کے آگے پردے گرا دیئے شرلی صوفے پر بے حال گر کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگی اس کا سانس اس طرح پھولا ہوا تھا کہ جیسے ریس لگا کر آرہی ہو۔ جیمز شرلی کے پاس آکر بیٹھ گیا اور اسے یوں دیکھ کر بولا۔

کیا ہوا دیدی۔ آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔ پہلے تو آپ کی ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی تھی جیمز کی آواز سن کر شرلی کو جیسے ہوش آگیا۔ اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے جیمز کو گلے سے لگا لیا۔

نہیں کچھ نہیں ہوا بس یونہی موسم خراب تھا اس لیے گھبرا سی گئی تھی۔ تم جا کر آرام کرو۔

شرلی کی زندگی میں کبھی کوئی لڑکا نہیں آیا تھا وہ گولڈن بالوں والی اور نیلی آنکھوں والی خوبصورت لڑکی تھی وہ آفس کے کام کے بعد گھر کے کاموں میں اس قدر مصروف رکھتی کہ اس نے کبھی خود کو ٹائم ہی نہیں دیا آفس میں ایک لڑکا تھا جس سے شرلی کی جان پہچان تھی لیکن وہ بھی دوستی کی حد تک اس سے آگے کبھی کوئی بات نہیں گئی آج پہلی بار کسی نے شرلی کا گھر تک پیچھا کیا تھا جس وجہ سے وہ بری طرح دہشت زدہ تھی۔

رات کھانے کے بعد جب شرلی کچن میں کھڑی برتن دھو رہی تھی تو اس نے اچانک ہی نظر اٹھا کر اوپر دیکھا تو دم بخود رہ گئی وہ نوجوان ابھی تک اسی درخت کے نیچے کھڑا تھا اور شرلی کو ہی دیکھ رہا تھا شرلی خوف سے کانپنے لگی اور برتن وہیں کے وہیں چھوڑ کر بھاگ

کر اپنے بھائی کے کمرے میں آ گئی جیمز بیڈ پر بے خبر سو رہا تھا شرلی جمیز کے ساتھ اس کے بیڈ پر لیٹ گئی اور اپنے اوپر چادر اوڑھ لی شرلی کو خوف سے نیند نہیں آ رہی تھی لیکن رات نجانے کس پہر وہ گہری نیند سو گئی۔ شرلی کی آنکھ کھلی تو جیمز کو اپنے قریب پایا جو اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا

دیدی آپ مجھے جگایا کیوں نہیں دیکھو میری آج سکول سے چھٹی ہو گئی ہے جیمز نے شکایتی لہجے میں کہا۔ شرلی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ اپنے چاروں طرف ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کسی انجانی جگہ آ گئی ہو شرلی نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو صبح کے نو بجا رہا تھا شرلی کی بھی آج آفس سے چھٹی ہو گئی تھی اس نے بھی اب آفس جانے کا ارادہ ترک کر لیا کیونکہ لیٹ آنے پر اسے ڈانٹ ڈپٹ کا جو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

کوئی بات نہیں کل سکول چلے جانا۔ شرلی نے پیار سے جیمز کے سر پر ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔

مجھے ناشتہ بنا کر دو مجھے بہت بھوک لگی ہے جیمز بولا تو شرلی ہلکا سا مسکرائی اور سر کو ہاں میں جنبش دے کر بیڈ سے اٹھ گئی اور کچن کی طرف بڑھی۔ شرلی نے پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی اور اپنے بالوں کو پونی ٹیل میں باندھ کے رات جن برتنوں کو وہ یونہی چھوڑ کر چلی گئی تھی سمیٹنے لگی شرلی نے نگاہ اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا تو کچھ لمحے کے لیے تو وہ بت ہی بن گئی وہ نوجوان ابھی تک وہیں کھڑا تھا اور شرلی کو گھور رہا تھا شرلی نے جلدی سے پردہ کھڑکی پر گرا دیا اور دہشت کے مارے لمبے لمبے سانس لینے لگی اسے اب اس لڑکے سے خوف آنے لگا تھا شرلی کچھ دیر کھڑی یونہی سوچتی رہی کہ کیا یہ لڑکا کل شام کا یہیں کھڑا ہے یا واپس جا کر پھر آ گیا ہے کیونکہ میرا آفس ٹائم ہے لیکن شرلی کوئی بھی جواب تلاش کرنے سے قاصر رہی۔ اسے نجانے کیوں یہ لڑکا پراسرار لگ رہا تھا وہ لڑکے کے اس دیوانے پن سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی تھی کہ وہ کل شام سے اس کے گھر کے سامنے کھڑا تھا بلکہ اس کی نظر میں یہ پاگل پن تھا شرلی کے نزدیک اس لڑکے کی خوبصورتی بھی اہمیت نہیں رکھتی تھی اس نے اپنے ذہن سے لڑکے کا خیال نکال دیا اور ناشتہ بنانے میں مصروف ہو گئی۔ ناشتہ بنا لینے کے بعد شرلی اور جیمز ٹیبل پر ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگے۔

دیدی میں باہر کھیلنے جاؤں۔ جیمز نے معصومیت سے پوچھا۔ شرلی نے مسکراتے ہوئے جمیز کو دیکھا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی اسے اس نوجوان کا خیال آ گیا جو کل سے اسکے گھر کے باہر ڈیرا ڈال کر کھڑا تھا شرلی کو یہ پریشانی ستانے لگی کہ کہیں وہ جیمز کو باہر نکلتے ہوئے دیکھ کر اس کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اس لیے اس نے جیمز کو باہر کھیلنے سے منع کرنا مناسب سمجھا۔

نہیں تم باہر کھیلنے نہیں جاؤ گے تم آج گھر کے اندر رہ کر کھیلو گے۔ شرلی کا لہجہ سخت دیکھ کر جیمز روہانسا ہو گیا تو شرلی کو اس پر پیار آنے لگا لیکن وہ مجبور تھی اور بے بس تھی۔

میں تمہیں کسی دن پارک لے جاؤں گی۔ شرلی نے نرم لہجے میں کہا۔ جیمز نے ناشتہ چھوڑ دیا وہ ناراض ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا شرلی کو دکھ ہوا کہ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کا دل دکھایا ہے اور اندر ہی اندر شرلی کو اس نوجوان پر بھی غصہ آنے لگا جس کی وجہ سے شرلی کو اپنے بھائی کے ساتھ مجبوراً ایسا برتاؤ کرنا پڑا شرلی اٹھ کر جمیز کے کمرے میں گئی تو وہ منہ پھلائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا شرلی کا گھر ذرا آبادی سے دور تھا آس پاس صرف گھاس اور درخت تھے شرلی نے محبت سے آ کر جیمز کو پیچھے سے گلے لگا لیا اور بولی۔

چلو کوئی انڈور گیم کھیلتے ہیں۔

ٹھیک ہے جیمز بھی خوش ہو گیا۔ اور پھر دونوں

ہی کھیلنے لگے ابھی گیم کھیلنے بیٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی تم تب تک کچھ اور کھیلو میں ابھی آتی ہوں شرلی نے پیار سے کہا اور جمو نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس بات میں سر ہلایا اور شرلی نے ہال میں آکر کال ریسو کی تو فون آفس سے اس کے باس کا تھا۔

ہیلو شرلی تم آج کیوں نہیں آئی۔ دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔

سر میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ شرلی نے جھوٹ بولا۔

ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا بس یہی پوچھنا تھا۔

او کے سر۔ شکریہ۔ شرلی نے کہا اور فون بند کر دیا وہ واپس جمو کے کمرے میں آ گئی اور وہ دونوں بیٹھ کر چیس کھیلنے لگے۔

رات ہو چکی تھی شرلی نے جمو کو کہانی سنائی اور وہ گہری نیند سو گیا شرلی نے جمو کے کمرے کی لائٹ آف کی اور خود ہال میں آکر ٹی وی دیکھنے لگی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فون کی گھنٹی بجی شرلی فون کی گھنٹی پر چونکی اور حیرانی سے سوچنے لگی کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے کس کا فون آ سکتا ہے یہ سوچتے ہوئے اس نے فون اٹھایا اور کئی دفعہ ہیلو کہا مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو اس نے فون بند کر دیا اور دوبارہ ٹی وی دیکھنے لگی کہ ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجی شرلی نے حیرت سے فون کی طرف دیکھا اس کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات سر اٹھا رہے تھے نجانے اسے کیوں لگ رہا تھا کہ فون کرنے والا وہی نوجوان ہے شرلی نے اس بار فون نہیں اٹھایا بس یونہی فون کو دیکھتی رہی فون کے اوپر کوئی نمبر نہیں آ رہا تھا جس وجہ سے شرلی کے دل میں خوف پیدا ہونے لگا شرلی چھوٹے چھوٹے قدم لیتی ہوئی کھڑکی کے پاس آ گئی اور ہلکا سا پردہ سرکا کر دیکھا لیکن باہر کوئی نہیں تھا شرلی نے سکون کی سانس لی اور واپس اپنے کمرے میں آکر صوفے پر بیٹھ گئی لیکن اس بار شرلی کی نظریں ٹی وی کی بجائے فون پر تھیں اور اس کی توقع کے عین مطابق فون دوبارہ بجنے لگا اور پہلے پہل تو شرلی سوچ رہی تھی کہ اگر فون کرنے والا نوجوان ہے تو اسے اس کا نمبر کیسے ملا اور پھر اس کی سہیلیاں اس وقت فون نہیں کرتی تھیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی سمجھ سے باہر تھا فون پر نمبر نہیں آ رہا تھا جس وجہ سے پتہ چل سکتا تا کہ فون کرنے والا ہے کون شرلی کی پریشانی اور خوف دو چند تھا۔ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی شرلی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ریسور اٹھا کر کان سے لگا لیا مگر کچھ نہیں بولی۔ دوسری طرف سے بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی شرلی نے فون بند کر دیا اور دہشت کے مارے لمبے لمبے سانس لینے لگی اس نوجوان کا خوف شاید شرلی کے دل میں بیٹھ گیا تھا شرلی کی حالت ابھی تک ٹھیک سے سنبھلی نہیں تھی کہ جب ہی فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اس بار سرلی کو غصہ آ گیا اور اس نے فون اٹھا کر تقریباً چیختے ہوئے کہا کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو مجھ سے۔

تمہیں۔ دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی اور پھر ساتھ ہی رابطہ کٹ گیا۔ شرلی کے منہ سے دل کو ہلا دینے والی چیخ برآمد ہوئی اور اس نے فون واپس پٹخ دیا اور ساتھ میں فون کی مین تار بھی اتار دی تا کہ وہ دوبارہ فون کرے بھی تو فون نہ ملے ثابت ہو گیا تھا کہ فون کرنے والا وہی نوجوان تھا شرلی دہشت کے مارے دیوار سے ٹیک لگائے کر بیٹھ گئی اور اپنی ٹانگیں سمیٹ کر آہستہ آہستہ سسکنے لگی۔

اگلی صبح جمو سکول جانے کے لیے تیار تھا اور شرلی آفس جانے کے لیے دونوں دروازے کی طرف بڑھے تو ٹھٹک گئے گھر کے دروازے کے اندر کوئی باکس پڑا تھا جسے بڑی خوبصورتی سے پیک کیا گیا تھا شرلی کا خوف سے برا حال ہو گیا کیونکہ دروازہ بند تھا تو

یہ باکس اندر کیسے آ گیا شرلی سوچ رہی تھی اسے پتہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ یہ کام اسی نوجوان کا تھا شرلی کو نجانے کیوں وہ نوجوان اپنی حرکتوں سے انسان معلوم نہیں ہو رہا تھا اس کے ذہن میں بھوت پریت کا خیال آتا لیکن وہ رد کر دیتی شرلی کھلے منہ اور کھلی آنکھوں سے اس باکس کو گھور رہی تھی۔

ڈیڈی یہ کس نے بھیجا ہے۔ جیمز کو وہ باکس دیکھنے میں پسند آیا شرلی نے جیمز کی بات کا جواب نہیں دیا اور آہستہ آہستہ دروازے کے پاس بڑی اور باکس اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر چاروں طرف دیکھا لیکن باہر کوئی نہیں تھا شرلی نے کور پھاڑا تو اندر بہت ساری چاکلیٹس تھیں شرلی نے وہ چاکلیٹس کا باکس باہر کوڑے دان میں پھینک دیا اور گھر کو تالا لگا کر جیمز کے ساتھ اس کے سکول کی جانب چل پڑی۔

آفس ٹائم ختم ہونے کے بعد جب شرلی گھر آئی تو جیمز پہلے ہی سکول سے آ چکا تھا گھر کی چابی شرلی نے جیمز کو دے رکھی تھی کیونکہ جیمز کو شرلی سے پہلے چھٹی ہو جاتی تھی تا کہ وہ تالا کھول کر اندر جا سکے جیمز بھاگتا ہوا شرلی کے پاس آیا اور مسرت بھرے لہجے میں اس سے بولا۔

ڈیڈی آپ کے لیے کوئی کچھ دے کر گیا ہے شرلی کو حیرت کا جھٹکا لگا وہ سمجھ گئی کہ یہ حرکت ضرور اس نوجوان نے کی ہوگی۔

کون تھا وہ۔

کوئی لڑکا تھا بہت اچھا تھا ڈیڈی اس کا نام جیک تھا جیمز نے خوشی سے بتایا۔

کیا دے کر گیا ہے وہ شرلی نے جاننا چاہا۔

جیمز اپنے کمرے میں گیا اور پھولوں کا گلدستہ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ شرلی نے پھولوں کا گلدستہ جیمز کے ہاتھوں میں سے لے لیا پھولوں کے بیچ ایک کارڈ بھی موجود تھا جس پر لکھا تھا لو جیک شرلی نے پھول ایک طرف رکھ دیے اور جیمز سے بے یقینی سے بولی۔

وہ دکھتا کیسا تھا۔

جیمز نے اس کا حلیہ بتایا۔ تو شرلی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ اسی نوجوان کا حلیہ تھا شرلی پریشانی سے جیمز کو ادھر ادھر سے چیک کرنے لگی کہ کہیں اسے کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔

میں ٹھیک ہوں اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جیمز سمجھ گیا تھا کہ اس کی بہن کیا دیکھ رہی ہے شرلی نے وہ پھولوں کا گلدستہ اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر کوڑے دان میں پھینک دیا۔

خبردار جو آئندہ تم نے اس شخص سے بات کی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ شرلی نے چیخ کر سختی سے کہا جیمز گھبرا سا گیا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا تھوڑی دیر بعد شرلی کو احساس ہوا کہ اسے جیمز کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ شرلی جیمز کے کمرے میں گئی اور محبت بھرے انداز میں بولی۔

ناراض ہو مجھ سے۔

جیمز نے کوئی جواب نہ دیا۔ شرلی ہلکا سا مسکرائی اور بولی۔ چلو پارک چلتے ہیں جیمز خوش ہو گیا اور ایک منٹ میں سے پہلے وہ مان گیا۔ دونوں تیار ہو کر پارک کی جانب چل پڑے نوجوان جیک ایک درخت کے پیچھے سے نکلا اور انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا ان کوڑے دان میں پڑے ہوئے پھولوں کے گلدستہ کو دیکھ لیا تھا وہ دھیرے سے مسکرایا اور ان کے پیچھے چل دیا۔ جیمز پارک میں کھیلتا رہا اور شرلی ایک طرف بینچ پر بیٹھ گئی جیک کچھ فاصلہ پر دور کھڑا ہو کر شرلی کو دیکھنے لگا شرلی کو محسوس ہوا کہ جیسے کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا تھا تو اس نے اس سمت دیکھا تو جیک کھڑا تھا۔ شرلی کانپ کر رہ گئی اور اسے خوف بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ شرلی کو حیرت تھی کہ وہ نوجوان یہاں بھی پہنچ گیا مگر اسے کیسے پتہ چلا کہ وہ یہاں ہے شرلی کو لگا کہ شاید یہ

نوجوان مسلسل اس کے تعاقب میں رہتا ہے یا پھر یہاں مل جانا کوئی اتفاق ہے شرلی نے جمیز کو آواز دی اور جمیز بھاگتا ہوا شرلی کے پاس آ گیا۔

چلو بہت کھیل لیا آؤ گھر چلیں شرلی نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔

اتنی جلدی دیدی۔ جمیز نے منہ بنایا۔

ہاں شرلی نے دوٹوک انداز میں کہا۔ اور جمیز کو لے کر گھر آ گئی شرلی نے گھر آتے ہی سارے دروازے اور کھڑکیاں اچھے سے بند کر دیں۔

سب ٹھیک تو ہے ناں دیدی۔ جمیز نے شرلی کو پریشان پا کر پوچھا۔ شرلی نے مسکرانے کی کوشش کی اور اثبات میں سر ہلایا۔ رات کھانے کے بعد جمیز سو گیا لیکن شرلی کو نیند نہیں آ رہی تھی اس کے دماغ میں سے جیک کا خیال نہیں جا رہا تھا بار بار اس کا چہرہ شرلی کی آنکھیں کے سامنے گھوم رہا تھا شرلی کافی دیر یونہی بیڈ پر لیٹی کروٹیں بدلتی رہی لیکن نیند تھی کہ آنے کا نام نہیں لے رہی تھی شرلی اٹھ کر ہال میں آ گئی اور ٹی وی آن کر لیا شرلی ابھی ٹی وی پر چینلز سرچ کر رہی تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی شرلی ٹھٹک گئی اور حیرت بھری نگاہوں سے دروازے کو دیکھنے لگی کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے نجانے کیوں شرلی کا دل کہہ رہا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجانے والا کوئی اور نہیں جیک ہی ہے شرلی نے وال کلاک کی طرف دیکھا تو ششدر رہ گئی رات کے پورے بارہ بج رہے تھے شرلی صوفے پر بیٹھی دروازے کو دیکھتی رہی تھوڑی دیر بعد گھنٹی پھر سے بجی شرلی گھنٹی کی آواز پر ایسے چونکی جیسے نیند سے بیدار ہوئی ہو شرلی صوفے سے اٹھی اور ڈرتے ڈرتے دروازے کی طرف بڑھی دروازے کے پاس جا کر شرلی لمبے لمبے سانس لینے لگی اسے غصہ اور حیرت تھی کہ وہ نوجوان جیک شرلی سے کھل کر سامنے آ کر بات کیوں نہیں کرتا یوں ایسی حرکتیں کر کے کیوں اسے پریشان کر رہا ہے ایک بار پھر دروازے کی گھنٹی بجی تو شرلی نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا اور یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی کہ باہر کوئی نہیں تھا کوئی انسان بھی اگر یہ شرارت کر رہا ہو تو اتنی پھرتی سے گھنٹی بجا کر بھاگ نہیں سکتا تھا جبکہ شرلی نے گھنٹی کے فوراً بعد دروازہ کھول دیا تھا شرلی کا خوف کے مارے برا حال ہو گیا تھا وہ الٹے پاؤں گھر کے اندر آ گئی اور دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر دراز ہو گئی اور خود کو اچھی طرح چادر کے اندر لپیٹ لیا۔ وہ خوف سے کانپ رہی تھی اس کا دل رونے اور چیخنے کو کر رہا تھا رات کے تقریباً دو بجے شرلی کی ڈرتے ڈرتے آنکھ لگ گئی شرلی کی نجانے رات کے کس پہر آنکھ کھل گئی شرلی نے کافی کوشش کی سونے کی لیکن اسے دوبارہ نیند نہیں آئی شرلی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس وقت اس کی آنکھ کیوں اور کیسے کھلی باہر ہال میں کوئی آہٹ ہوئی تو شرلی ہوشیار ہو گئی شرلی بیڈ سے اتری اور اپنے کمرے کی اندر سے کنڈی لگا لی اور اپنا کان دروازے کے ساتھ لگا کر باہر سے آنے والی آوازیں سننے کی کوشش کرنے لگی تھوڑی دیر ہی بعد شرلی کو جمیز کا خیال آیا تو نجانے کہاں سے اس کے اندر حوصلہ آ گیا۔ اس نے ہاتھ میں ہاکی پکڑی اور آہستگی سے دروازے کی کنڈی کھول کر باہر نکلی اس نے دبے دبے قدموں کے ساتھ ہاتھ میں ہاکی مضبوطی سے پکڑے گھر کے کونے کونے میں گئی لیکن سب ٹھیک تھا وہ جمیز کے کمرے میں گئی تو وہ سکون سے بے خبر سو رہا تھا شرلی نے سکون کا سانس لیا۔ اور واپس اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ کہ اچانک اس کی نظر دروازے کی طرف اٹھ گئی دروازے کے پاس گفٹ باکس دیکھ کر شرلی کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اسے لگ رہا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ چیز اندر آئی کیسے کیونکہ شرلی نے ہر دروازہ اور کھڑکیاں بند کر رکھے ہوئے تھے شرلی ہاتھ

میں ہاکی لیے گفٹ باکس کے پاس گئی اور زمین پر بیٹھ گئی اسے اٹھا کر ادھر ادھر سے حیرانگی سے دیکھنے لگی گفٹ باکس کے ساتھ ایک پرچی بھی تھی شرلی نے وہ پرچی دیکھی تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

تم سے محبت کی ہے۔ تم صرف میری ہو میں تمہیں کسی کو ہونے نہیں دوں گا بے شک تمہیں اپنا بنانے کے لیے مجھے تمہاری یا کسی اور کی جان ہی کیوں نہ لینی پڑے اس لیے اچھا ہوگا کہ تم آرام سے مان جاؤ میں کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں اب تک کی تو تم نے میری حرکتیں دیکھ ہی لی ہوں گی یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں میں تو اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں

شرلی جیک کا یہ خط پڑھ کر خوفزدہ ہو گئی اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب کرنے والا جیک ہی تھا لیکن اسے اب تک یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہ سب کرتا کیسے ہے شرلی نے آگے پڑھنا شروع کیا اس گفٹ میں میں تمہارے لیے بلیک ڈریس لے کر آیا ہوں کل شام میں تمہارا انتظار کروں گا ہوٹل میں امید ہے کہ تم ضرور آؤ گی۔ لو جیک۔ جیک نے ہوٹل کا پتہ بھی اچھے سے لکھا ہوا تھا شرلی نے گفٹ کھولا تو اس میں واقعی بلیک ڈریس تھی۔ اس نے کل شام جیک سے کھل کر بات کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

اگلا سارا دن شرلی کا سوچوں میں گزر گیا کہ وہ جب جیک سے ملے گی تو وہ کیسا ہوگا کیا بات ہوگی اگلے پل کسی وقت تو شرلی اس کے پاس نہ جانے کا فیصلہ کر لیتی لیکن اگلے ہی لمحے شرلی کو اس کی بات یاد آ جاتی میں کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں شام ہونے تک شرلی نے حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ جیک سے ضرور ملے گی اور اس کے لیے وہ مکمل طور پر ذہن سے تیار بھی ہو چکی تھی شرلی نے آج جمیز کو نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور کس سے ملنے جا رہی ہے اسے نہا دھو کر جیک کا دیا ہوا بلیک گاؤن پہن لیا جو اس کی ٹانگوں سے کچھ ہی اوپر تھا لیکن گھٹنوں سے نیچے تھا شرلی اس بلیک ڈریس میں پرستان سے آئی ہوئی کوئی پری معلوم ہو رہی تھی اس نے اپنے گولڈن بالوں میں برش پھیرا اور انہیں اپنی کمر میں پھیلا دیا اس کا حسن میک اپ کا محتاج نہیں تھا اس لیے اس نے میک اپ نہیں کیا بس ہونٹوں پر ہلکی سی سرخ لپ سٹک اور آنکھوں میں ہلکا لائنر لگایا اس نے پاؤں پر چھوٹی ہیل والی جوتی پہنی ہوئی تھی اور ہاتھ میں جیک کی پرچی لیے جس میں جیک نے ہوٹل کا پتہ لکھا تھا گھر سے نکل پڑی۔ شرلی نے گھر کو لاک کیا تو اس کا دل گھبرانے لگا اس کا جمیز کو اکیلے گھر چھوڑ کر جانے کو دل نہیں کر رہا تھا اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی غیر موجودگی میں کچھ غلط نہ ہو جائے شرلی نے ٹھنڈی آہ بھری اور ہر طرح کے خوف کو اپنے ذہن سے نکال کر چلنے لگی سڑک پر آ کر اس نے ایک ٹیکسی والے کو ہاتھ کا اشارہ کیا تو وہ ٹیکسی اس کے سامنے آ کر رک گئی اس نے ٹیکسی والے کو وہ پرچی دکھائی جس پر ہوٹل کا پتہ لکھا ہوا تھا ٹیکسی والے نے وہ پتہ پڑھ کر حیرت سے شرلی کو دیکھا پھر بولا۔

میڈم اس جگہ تو ایسا ویسا کوئی ہوٹل نہیں ہے۔ شرلی حیرت سے چونک کر ٹیکسی والے کو دیکھنے لگی لیکن اس نے سوچا کہ شاید اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یا پھر یہ کبھی وہاں گیا نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس نے حیرت سے کہا۔

ایسا ہی ہے۔ تم چلو۔

ٹیکسی والے نے زور دے کر کہا آپ نے پی رکھی ہے شرلی کو غصہ آ گیا کیونکہ اسے پتہ تھا کہ جیک نے اگر پتہ لکھا ہے تو واقعی ایسا کوئی ہوٹل ہوگا لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ شرلی نے آج تک خود اس ہوٹل کے بارے میں نہیں سنا تھا۔

مجھے معاف کیجئے آپ کسی اور کے ساتھ چلی

جایئے وہاں ٹیکسی والے نے بیزاری سے کہا اور ٹیکسی آگے بڑھالے گیا شرلی ابھی کھڑی سوچ ہی رہی تھی کہ جب ہی اس کے سامنے ایک عالی شان خوبصورت اور بہت ہی لمبی چوڑی بلیک گاڑی آکر رکی شرلی نے چونک کر گاڑی کی طرف دیکھا گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی باہر آیا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر شرلی سے بڑے ادب سے بولا۔

میم کیا آپ ہوٹل جانا چاہتی ہیں۔

شرلی کو حیرت کا جھٹکا لگا آپ کو کیسے معلوم ہے۔

ہمیں سر جیک نے بھیجا ہے ہم ان کے ملازم ہیں اس آدمی نے جواب دیا شرلی نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر براجمان ہوگئی۔ اس آدمی نے دروازہ بند کر دیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور گاڑی سٹارٹ کر دی شرلی سوچ رہی تھی کہ جیک کو کیسے پتہ چل گیا کہ وہ یہاں کھڑی ہے گاڑی بہت بڑی اور آرام دہ تھی شرلی نے سوچا کہ شاید جیک بہت امیر ہے شرلی کو تین بار یوں محسوس ہوا جیسے وہ آدمی اسے بیک مرر سے دیکھ رہا تھا لیکن جب شرلی دیکھتی تو ایسا کچھ نہ ہوتا تھا شاید یہ اس کا وہم تھا یا حقیقت سفر خاموش سے طے ہوگیا وہ آدمی گاڑی سے نکلا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا شرلی گاڑی سے باہر آگئی اور حیرانگی سے سامنے ہوٹل کو دیکھنے لگی جو کافی سیڑھیاں چڑھ کر آتا تھا جیسے عبادت گاہ ہو شرلی کے وہم وگمان میں نہ تھا کہ یہ ہوٹل نہیں تھا نہ ہی اس نے اتنا خوبصورت ہوٹل پہلے کبھی دیکھا تھا اس نے اس جگہ کے بارے میں سن رکھا تھا لیکن اس جگہ پر اس ہوٹل کے بارے میں آج پہلی دفعہ سنا تھا شرلی آہستہ آہستہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگی جب شرلی ہوٹل کے دروازے کے پاس پہنچی تو ایک شخص نے مسکراتے ہوتے ہوٹل کا دروازہ کھول دیا شرلی نے سوچا کہ شاید یہ سب اس کی آمد کے بارے میں جانتے ہونگے۔ وہ ہوٹل کے اندر آگئی۔ ہوٹل کی لڑکیوں نے اس پر پھول برسائے شرلی نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے پھول اپنے اوپر سے جھٹک دیئے اور آگے بڑھی شرلی اتنا بڑا خوبصورت عالیشان وسیع وعریض ہوٹل دیکھ کر حیران تھی یہ ہوٹل اس کی توقع سے بڑھ کر تھا پورا ہوٹل روشنیوں سے جگمگا رہا تھا ایک دراز قد نوجوان پینٹ کوٹ میں ملبوس شرلی کی طرف پیٹھ کئے ہوئے کھڑا تھا شرلی اس کو دیکھ کر رک گئی اور جب وہ نوجوان پیچھے مڑا تو شرلی کی سانس جیسے حلق میں ہی اٹک گئی وہ جیک تھا میں جانتا تھا کہ تم ضرور آؤ گی جیک نے گرم جوشی سے کہا۔ جبکہ وہ جیک کو دیکھ کر سہم گئی جیک نے اس کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور نرمی سے بولا مجھے اجازت دو ڈارلنگ۔ شرلی نے خاموشی سے اپنا ہاتھ جیک کے ہاتھ میں دے دیا اور اپنا تھکا ماندہ ترکیا جیک اس کو لے کر ایک خوبصورت ٹیبل کے پاس آیا جیک نے شرلی کے لیے کرسی پیچھے کو کی وہ کرسی پر براجمان ہوگئی اور جیک خود بھی اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

تم بہت ہی خوبصورت لگ رہی ہو کافی دیر شرلی کو دیکھنے کے بعد جیک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شرلی کب سے نظریں جھکا کر بیٹھی ہوئی تھی جیک کے تعریف کرنے پر شرلی نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور دوبارہ نظریں نیچے جھکا لیں جیک نے ایک ویٹر کو اشارہ کیا تو تھوڑی دیر بعد وہ کھانا لے آیا اور ٹیبل پر سجا دیا۔

یہ سب کیا ہے۔ شرلی نے پہلی بار لب کھولے۔

کیا یہ سب ظاہر نہیں ہے جیک نے شرلی کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا شرلی نے کوئی جواب نہیں دیا تو جیک نے دنیا بھر کا پیار اپنے لہجے میں سموتے ہوئے کہا۔

یہ پیار ہے۔

تم چاہتے کیا ہو مجھ سے۔ شرلی کا لہجہ سخت تھا تم اب بھی مجھ سے یہ سوال پوچھ رہی ہو جیک

نے سنجیدگی سے کہا۔شرلی نے جیک کے اس انداز میں کچھ عجیب ہی محسوس کیا کہ وہ اسے دیکھتی رہ گئی

۔چھوڑو ان باتوں کو کھانا کھاؤ۔خاص تمہارے لیے۔جیک نے بات کا رخ کسی طرف موڑتے ہوئے کہا۔شرلی نے گھبراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا ہوٹل کی مدھم روشنیوں میں کسی اجنبی لڑکے کے ساتھ پہلا ڈنر تھا اسے اس قسم کی چیزوں کا قطعی کوئی تجربہ نہ تھا شرلی نے کھانا شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد شرلی نے نظریں اٹھا کر جیک کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے کے بیچ لیے اپنی تھوڑی کے نیچے رکھ کر شرلی کو پیار سے دیکھ رہا تھا۔

تم کھانا نہیں کھاؤ گے۔شرلی نے پوچھا۔

نہیں مجھے بھوک نہیں ہے یہ سب تمہارے لیے ہے۔وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

اگر تم نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گی وہ کھانا چھوڑ کر بیٹھ گئی۔حقیقت میں اس کے دل میں خوف آگیا تھا کہ کہیں کھانے میں کچھ ملا نہ ہو جیک نے بھنویں اچکا کر شرلی کو دیکھا۔

یہ کیا کہہ رہی ہو۔

ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔وہ اس کے چہرے کو پڑھتی جا رہی تھی کہ یہ کیا سوچ رہا ہے۔

کسی کو ڈنر پر مدعو کیوں کیا جاتا ہے تاکہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا جائے اور میں اکیلے کھا رہی ہوں تم کھا نہیں رہے اس لیے میں بھی نہیں کھاؤں گی اگر تم نہیں کھاؤ گے شرلی نے فیصلہ سنا دیا۔جیک شرلی کی بات پر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

ٹھیک ہے۔جیک نے کہا اور خود بھی اس کے ساتھ کھانے لگ گیا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جیک نے شرلی سے کہا۔

میں تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں۔

کیا۔شرلی نے تجسس سے پوچھا۔

اپنی آنکھیں بند کرو۔جیک نے کہا شرلی اس کی بات پر حیران رہ گئی وہ آنکھیں بند نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اندر ہی اندر گھبرا رہی تھی جیک ہلکا سا زیر لب مسکرایا اور شرلی کی کیفیت بھانپ کر بولا۔

ٹھیک ہے نہ کرو۔ایک ویٹر جیک کے اشارے پر بلیک رنگ کا جیولری کا باکس لے آیا شرلی تجسس سے باکس کو دیکھنے لگی کہ اس میں کیا ہے جیک نے وہ باکس کھولا تو اس میں سے بہت ہی خوبصورت لاکٹ نکال کر شرلی کے پیچھے آیا اور اس کے گلے میں پہنا دیا۔چار ملازم ایک بہت بڑا شیشہ لے کر آئے اور شرلی کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا شرلی لاکٹ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

یہ کیا۔

یہ ڈائمنڈ ہے۔جیک نے کہا شرلی گلے میں پہنے لاکٹ کو ہاتھ لگا کر شیشے میں دیکھ رہی تھی یہ تو بہت مہنگا ہے جی نے شرلی کی بات کا جواب نہیں دیا اس نے چار ملازموں کو اشارہ کیا اور وہ شیشہ لے کر چلے گے جیک اپنے گھٹنوں کے بل شرلی کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا اور اپنا ہاتھ شرلی کی طرف بڑھا کر محبت بھرے لہجے میں بولا۔

میرے ساتھ ڈانس کرو گی۔

شرلی یہ سن کر کانپ گئی لیکن اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا اس نے نا چاہتے ہوئے بھی اپنا ہاتھ جیک کو دے دیا کافی تعداد میں لڑکے دھیمی آواز میں وائلن بجانے لگے جیک نے شرلی کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا شرلی گھبرا گئی وہ دونوں ڈانس کرنے لگے شرلی جیک سے متاثر ہو گئی تھی لیکن اس وقت وہ جیک کے بے حد قریب تھی اس سے پہلے اتنا کبھی نہیں تھی جس وجہ سے اسے کچھ عجیب اور پراسرار لگ رہا تھا ہے جیک کے جسم میں کوئی حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی شرلی کو لگا کہ یہ اس کا وہم ہے اسے اتنا نہیں سوچنا چاہیے یہ اس کا ڈر ہے جو اس پر حاوی ہو رہا ہے جیک نے شرلی کو گھمایا اور دور کر کے پھر اسے اپنے قریب

کرلیا شرلی اس کے گلے لگ گئی تھی۔

تم نے مجھے پہلی بار کہاں دیکھا جیک۔ شرلی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

بس اسٹاپ میں اور تمہیں وہیں دیکھ کر مریا دل رک گیا شرلی کی کمر اب جیک کے سینے پر تھی جیک نے شرلی کو سیدھا کیا اور بولا۔

میری آنکھوں میں دیکھو کیا نظر آرہا ہے تمہیں۔ شرلی جیک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتی رہی لیکن کچھ نہیں بولی۔ آئی لو یو۔ جیک نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ وہ یکدم اس سے دور ہو گئی وہ اس سے متاثر تو ہو گئی تھی لیکن وہ اس کی بات کا کیا جواب دے اس سے یہ فیصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ جیک اسے مسلسل دیکھ رہا تھا کہ اسے کیا ہوا ہے شرلی نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہوٹل سے باہر بھاگ گئی جیک آرام سے مطمئن چلتا ہوا شرلی کے پیچھے آیا لیکن ہوٹل کے دروازے پر رک کر اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا شرلی بھاگتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتری اور گھر کی طرف بھاگنے لگی۔

شرلی نے گھر آ کر دروازہ بند کیا اور دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر زور زور سے ہانپنے لگی بھاگنے کے باعث اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا شرلی ابھی ٹھیک سے سنبھلی نہیں تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔ شرلی گھنٹی کی آواز سنتے ہی چونکی۔

کون۔ اس نے اندر سے ہی پوچھا۔

جیک۔ باہر سے آواز سنائی دی وہ حیرت زدہ تھی کہ جیک اتنی جلدی اس کے پیچھے یہاں کیسے آ گیا۔ پھر سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ گاڑی میں آیا ہو۔ اس نے یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ اور دروازہ کھول دیا۔ دروازے کے بالکل سامنے بے حد حسین نوجوان جیک اپنے لبوں پر دل موہ لینے والی مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔

تم ایسے پاگلوں کی طرح وہاں سے بھاگی کیوں چلی آئی جیک نے دروازے پر ہی کھڑے پوچھا شرلی کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ جواب دیتی بھی کیا دیتی شرلی باہر آ گئی اور گھر کا دروازہ بند کر دیا جیک نے مسکراتے ہوئے شرلی کو تجسس بھری نگاہوں سے گھورا۔

مجھے اندر آنے کے لیے نہیں کہو گی۔

تم اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے۔ شرلی نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال داغ دیا حقیقت یہ تھی کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جیک اندر آئے لیکن وہ یہ بھی جاننا چاہتی تھی کہ وہ یہاں اتنی جلدی پہنچا کیسے۔

گاڑی پر۔ جیک نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شرلی کیا سوچ رہی ہے۔

کہاں ہے گاڑی شرلی نے ارد گرد نظر دوڑائی۔

چلی گئی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ میں یہاں اترنا ہے وہ مجھے یہاں اتار گیا اور میں نے اسے جانے کے لیے کہہ دیا وہ بہت کمال کا ڈرائیور ہے تبھی میں یہاں اتنے کم وقت میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں جیک نے ہنستے ہوئے کہا۔

تم ہنس کیوں رہے ہو۔ شرلی نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا۔

کیونکہ تم سوچ رہی ہو کہ شاید میں جھوٹ بول رہا ہوں۔

انسان جتنا مرضی تیز گاڑی کیوں نہ چلائے اتنی جلدی کہیں پر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ شرلی نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ وہ پھر مسکرا دیا۔ اس کی بات سن کر وہ ساکت رہ گئی جو وہ سوچ رہی تھی جیک نے ایک دم ٹھیک بتا دیا تھا۔

تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں یہ سب سوچ رہی تھی اس وقت جو تمہاری حالت ہوئی ہے اس سے

کوئی بچہ بھی اندازہ لگا لے گا کہ تم کیا سوچ رہی ہو میں تو پھر تجربہ کار انسان ہوں دراصل تمہارے دل میں میرا خوف بیٹھ گیا ہے بیٹھتا بھی کیوں نہ میں نے تمہیں ڈرایا ہی بہت ہے جیک بولا۔ اور قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ اسے اپنی بے عزتی محسوس ہوئی اسے جیک کا ہنسنا برا لگا۔

تم بہت عجیب ہو مجھے نجانے کیوں پراسرار لگتے ہو شرلی نے آخر کار اپنے دل کی بات کہہ دی کچھ دیر پہلے شرلی جو جیک سے متاثر ہوگئی تھی جیک کی باتیں سن کر اس کا پھر اس کے بارے میں خیال بدل گیا تھا جیک سنجیدہ ہوگیا۔

ہم بیٹھ کر تفصیل سے بات کر سکتے ہیں جیک کا اشارہ گھر کی طرف تھا جو شرلی سمجھ گئی تھی۔

نہیں تم جاؤ اب یہاں۔

میں کون سا پہلی بار یہاں آیا ہوں پہلے بھی آرہا ہوں۔ بہت نائس ہے تمہارا بھائی جیک نے تحمل سے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

آئندہ میرے بھائی سے دور ہی رہنا۔ شرلی نے سخت لہجے میں کہا

جیسا تم چاہو میں تو یہاں یہ جاننے کے لیے آیا ہوں کہ تم نے میرے پرپوزل کا جواب نہیں دیا۔ کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں تم نہ بھی کرو گی تو مجھ سے بچ نہیں سکتی لیکن پھر بھی تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں جیک نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو شرلی اس کا یہ انداز دیکھ کر سہم گئی۔

مجھے تھوڑا وقت دو میں تمہیں سوچ کر بتاؤں گی

جیک نے کچھ دیر گہری نظروں سے شرلی کو دیکھا اور پھر او کے کہہ کر واپس جانے کے لیے پلٹ گیا جیک نے جاتے ہی شرلی نے دروازہ بند کر دیا اور کھڑکی سے پردہ سرکا کر اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی جیک نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شرلی نے گھبرا کر پردہ آگے کر دیا جیک مسکرایا اور دوبارہ چلنے لگا۔

آفس میں لنچ بریک ہوا تھا شرلی نے کنٹین سے کافی اور کچھ بسکٹس خریدے شرلی انہیں پکڑے واپس کیبن میں آرہی تھی کہ اس کی ٹکر فرینک سے ہوگئی جو شرلی کا کولیگ تھا۔

سوری۔ شرلی نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔ اسے واقعی پتہ نہ چلا تھا کہ فرینک آرہا ہے۔

کوئی بات نہیں۔ میں نے بھی تمہیں نہیں دیکھا فرینک نے خوشگوار لہجے میں کہا فرینک وہی تھا جو شرلی کا اچھا دوست تھا دونوں کے درمیان پاکیزہ تعلق تھا اس میں کوئی نفسانی خواہشات شامل نہیں تھی شرلی جواب میں صرف مسکرائی اور باہر آکر بینچ پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد فرینک شرلی کے برابر آکر بیٹھ گیا شرلی سوچوں میں ایسی گم تھی کہ اسے فرینک کے آنے کا پتہ نہ چلا۔

آج کل کہاں کھوئی رہتی ہو فرینک کی آواز پر شرلی یوں چونکی جیسے نیند سے بیدار ہوگئی ہو۔ اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ میں شاید کوئی تمہاری مدد کر سکوں۔ فرینک کے لہجے میں ہمدردی تھی شرلی واقعی اس دن سے کھوئی ہوئی تھی اور پریشان سی رہنے لگی تھی جب سے جیک اس کی زندگی میں آیا تھا۔ شرلی آفس کا کوئی بھی کام ٹھیک سے انجام نہیں دے پارہی تھی فرینک کافی دنوں سے اس کا نوٹس لے رہا تھا اس وقت بھی وہ جیک سے ہونے والی کل کی ملاقات کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ اس کے پرپوزل کا کیا جواب دے کہ فرینک کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا تم کیا کوئی بھی میری مدد نہیں کر سکتا۔ شرلی نے بے بسی سے کہا۔ شرلی کو جیک کے کہے ہوئے الفاظ یاد آگئے تھے۔ میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہوں وہ فرینکو اس معاملے میں گھسیٹ کر مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

دیکھو کچھ بھی ہے ہمت مت ہارو جو کچھ بھی

تمہارے دل میں بیت رہا ہے مجھے بتاؤ میں تمہارا راز دان بن کر رہوں گا۔ فرینک نے مضبوط لہجے میں کہا اس وقت شرلی کو ایسے ساتھی کی ضرورت تھی جس کے کندھے پر سر رکھ کر رو دے اور وہ بولتی جائے اور وہ سنتا جائے۔ شرلی نے سوچا کہ شاید واقعی فرینک کوئی حل نکال لے گا اس لیے شرلی نے حامی بھر لی کہ وہ فرینک سے کچھ بھی نہیں چھپائے گی۔

میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گی لیکن یہاں نہیں شام کو ہم مووی دیکھنے چلیں گے تو سکون سے بیٹھ کر بات کر لیں گے شرلی نے کہا۔

ٹھیک ہے تم تیار رہنا میں تمہیں پک کرنے آؤں گا۔ فرینک نے کہا۔

شرلی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور فرینک کے کندھے پر سر رکھ دیا جیک آفس کے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اس نے دونوں کو اتنا قریب دیکھ لیا تھا اس کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں اس کا خون کھول رہا تھا اس نے خود پر بڑی مشکل قابو پایا اور وہاں سے چلا گیا۔

شام کو شرلی جانے کے لیے تیار تھی اس نے جیمز کو بتا دیا تھا کہ وہ فرینک کے ساتھ باہر جا رہی ہے تھوڑی دیر تک آ جائے گی شرلی نے جیمز کو سختی سے تاکید کی کہ وہ اس کے جانے کے بعد کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کرے اور گھر میں ہی رہے اگر کوئی دروازے کی گھنٹی بجائے تو بھی نہ کھولے جیمز ویسا ہی کرتا تھا جیسا شرلی کہتی تھی جیمز نے وعدہ کیا کہ وہ کوئی غلط نہیں کرے گا نہ ہی باہر جائیگا اور نہ ہی کسی کو اندر آنے دے گا دونوں کی گفتگو ختم ہوئی تو دروازے کی بیل بجی شرلی نے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر جیمز کی طرف دیکھ کر بولی میں جا رہی ہوں اپنا خیال رکھنا شرلی نے جیمز کے گال پر بوسہ دیا اور جیمز نے شرلی کے گال پر شرلی دروازے کی طرف بڑھنے لگی کہ اس کے دماغ میں نجانے ایسا کیا آیا کہ وہ پیچھے مڑی

اور ہاتھ میں گھر کا تالا پکڑ لیا۔

میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتی اس لیے تمہیں اندر بند کر رہی ہوں۔

شرلی نے مسکراتے ہوئے کہا جیمز بھی ہنس دیا۔ اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ شرلی نے دروازہ کھولا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ باہر کوئی بھی نہیں تھا شرلی نے ادرگرد دیکھا لیکن دور دور تک کوئی نہیں تھا شرلی کو تشویش ہوئی کہ فرینک نہیں آیا تو گھنٹی کس نے بجائی پھر اگلے ہی لمحے شرلی سمجھ گئی کہ یہ حرکت ضرور جیک کی ہو گی جیک کی ایسی حرکتیں شرلی کی سمجھ سے باہر تھیں شرلی واپس پلٹی تو اس کے قدموں نے کچھ چھوا شرلی نے نیچے دیکھا تو وہ بہت بڑا باکس تھا جسے بند کیا ہوا تھا شرلی کو یقین ہو گیا کہ یہ بھیجنے والا جیک ہی ہے شرلی نے وہ باکس اٹھایا وہ بہت ہی بھاری تھا جیسے میں اس میں کوئی وزنی چیز ہو اس نے بمشکل اس کو اٹھایا اور دروازہ بند کر کے گھر کے اندر آ کر صوفے پر بیٹھ گئی اور وہ باکس کھولنے لگی جیسے ہی شرلی نے وہ باکس کھولا اس کے حلق سے دل کو لرزا دینے والی چیخ بلند ہوئی وہ دہشت کے مارے چیخنے لگی جیمز اپنے کمرے سے بھاگتا ہوا آیا اس سے پہلے کہ وہ جیمز باکس دیکھتا شرلی نے اس کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے اور رونے لگی باکس کے اندر فرینک کے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے لیکن فرینک کا سر صحیح سلامت تھا۔ اس کا سر گردن سے الگ کر دیا گیا تھا فرینک کے پورے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے صرف چہرہ چھوڑ دیا تھا تا کہ شرلی پہچان سکے کہ یہ لاش کسی اور کی نہیں بلکہ فرینک کی ہے شرلی نے جیمز کو اس کے کمرے میں بھیج دیا اور باہر سے دروازہ لاک کر دیا۔ شرلی بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی وہ سسکتے ہوئے اور کانپتے ہوئے باکس کے پاس آئی اس کے ساتھ جو خط تھا اس کو اٹھا کر پڑھنے لگی۔

کہا تھا ناں کہ میں کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں

تمہیں پانے کے لیے کسی کی بھی جان لے سکتا ہوں لیکن تم نے میری بات کو ایزی لیا اور نظر انداز کر دیا اب تو تمہیں میری بات پر یقین ہو گیا ہوگا کہ میں مذاق نہیں کرتا مان جاؤ ورنہ اور خون بہے گا شرلی نے وہ خط پڑھ کر پھاڑ دیا اور رونے لگی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے یہ کس جرم کی سزا مل رہی ہے فرینک کی موت کا وہ خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہی تھی اس کے لیے وہ خود کو بھی معاف نہیں کر پائے گی فرینک کی لاش کے پاس بیٹھ کر شرلی کافی دیر تک آنسو بہاتی رہی اس کے بعد شرلی کچھ سوچ کر پولیس سٹیشن چلی گئی شرلی نے انسپکٹر جانسن کو سارا واقعہ سنایا کہ کب سے کس طرح سے جیک اسے پریشان کر رہا ہے اور اب اس نے اسکے دوست کو قتل کر دیا ہے انسپکٹر جانسن نے بڑے تحمل سے شرلی کی ساری بات سنی پھر بولا۔

آپ مان جاتی تو کیا حرج تھا اس میں آج ایسا قتل تو نہ ہوتا ناں۔

میں گہنگار ہوں بہت پچھتا رہی ہوں ۔شرلی رونے لگی ۔لیکن اب وہ ایک قاتل ہے اور میں ایک قاتل سے شادی نہیں کر سکتی آپ جلد سے جلد اسے گرفتار کریں شرلی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

کیا آپ اس کا حلیہ بتا سکتی ہیں۔

جی ۔شرلی بولی اور پھر جیک کا حلیہ بتاتی گئی اور ایک آدمی اسکیچ بناتا گیا۔ اسکیچ مکمل ہو جانے کے بعد انسپکٹر جانسن کو چپ لگ گئی بالکل ایسا ہی ہے وہ شرلی نے اسکیچ دیکھ کر کہا۔

کیا آپ واقعی شیور ہیں کہ وہ لڑکا ایسا ہی ہے۔انسپکٹر جانسن نے الجھتی ہوئی نگاہوں سے پہلے اسکیچ کو دیکھا پھر شرلی کو دیکھا۔

ہاں کیوں نہیں میں اسے اچھے سے پہچانتی ہوں شرلی نے زور دیتے کر کہا۔

سوری میڈم پھر ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے انسپکٹر جانسن نے فیصلہ سنا دیا۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔شرلی حیران پریشان ہو کر بولی۔

جب آپ کا دشمن ہی انسان نہیں ہے تو پھر ہم مرے ہوئے کو کیا ماریں گے یہ لڑکا آج سے تائیس سال پہلے ایک بہت بڑے حادثے میں مارا گیا تھا انسپکٹر جانسن نے دھیمی آواز میں کہا۔شرلی کو لگا جیسے زمین گھوم گئی ہو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا لیکن اگلے ہی لمحے شرلی کو جیک کی پر اسرار حرکتیں یاد آنے لگیں جن کو دیکھ کر وہ بھی کچھ ایسا ہی سوچتی تھی کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس اس بات کا شرلی نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔

کیوں نہیں۔انسپکٹر جانسن نے ایک اہلکار کو جیک کے قتل کیس کی فائل لانے کو کہا۔اہلکار فائل لے آیا انسپکٹر جانسن نے وہ فائل اس سے پکڑ لی شرلی کو دیتے ہوئے کہا یہ لڑکا بہت مشہور موسیقار کا بیٹا تھا اس نے کالج میں ٹاپ کیا تھا جس کی خوشی میں اس کا سارا خاندان ایک جگہ اکٹھا ہو کر منا رہا تھا۔کہ جب ہی ان کے دشمنوں نے پورے گھر کو آگ لگا دی اور گھر کے تمام افراد جل کر راکھ ہو گئے انکے مرنے کے بعد وہاں کوئی نہیں جاتا کہتے ہیں کہ انکی روحیں بھٹک رہی ہیں جس وجہ سے لوگ وہاں نہیں جاتے وہ لوگ جنہوں نے آگ لگائی تھی وہ بھی بہت بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جیک کے خاندان اور ان کے خاندانکے بیچ چوہے بلی کی لڑائی رہتی تھی جیک پیدا ہوتے ہی ایک غیر معمولی بچہ تھا جس وجہ سے اس کا باپ اسے چھوڑ کر چلا گیا اسی ڈر سے کہ نجانے وہ لڑکا بڑے ہو کر کیا نکل آئے لیکن اس کی ماں نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا اب لوگ اس سے ڈرتے تھے جس وجہ سے کوئی اس کا دوست نہیں بنتا تھا پھر آہستہ آہستہ کئی دوست بنے ان کے جو اس حادثے میں ہی جل بیے جیک کو اپنے دشمن خاندان کی ایک لڑکی سے محبت ہوئی اس کا نام بھی شرلی تھا وہ بھی جیک سے بہت محبت کرتی

تھی لیکن جب لڑکی کے خاندان والوں کو ان دونوں کے عشق کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے شرلی کو مار دیا جیک کے مرنے کے ٹھیک دو دن بعد جن لوگوں نے اسے مارا تھا وہ بھی مارے گئے اور انہیں مارنے والا کوئی اور نہیں بلکہ جیک ہی تھا انسپکٹر جانسن نے گہری سانس لے کر بات ختم کر دی شرلی بت بن کر بیٹھی ہوئی تھی وہ تو جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھی تھی۔

اب آپ گھر جائیں انسپکٹر جانسن نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا۔

شرلی نہ سمجھنے کے سے انداز میں اٹھ گئی اور پولیس اسٹیشن سے باہر نکل گئی۔

شرلی گھر واپس آئی تو یہ دیکھ کر ٹھٹک گئی کہ فرینک کی لاش کے ٹکڑے موجود نہیں تھے اور جمی کے کمرے کا لاک بھی کھلا ہوا تھا شرلی جمی کے کمرے میں گئی لیکن وہ کمرے میں نہیں تھا۔ شرلی پریشان ہو گئی اور پورا گھر چھان مارا پھر اچانک جمی واش روم سے باہر آیا شرلی بھاگتی ہوئی اس کے پاس آ گئی اور اسے گلے سے لگا لیا۔ جیم ٹھیک ٹھاک تھا۔ دروازہ کیسے کھلا میں تو باہر سے بند کر کے گئی تھی شرلی نے جمی کو دیکھتے ہوئے کہا پتہ نہیں خود ہی کھل گیا تھا جمی نے معصومیت سے کہا شرلی پورا گھر ڈھونڈ چکی تھی لیکن فرینک کی لاش کہیں نہیں تھی شرلی نے جمی کو کھانا دیا اور سلا دیا شرلی یہاں سے گھر چھوڑ دینے کے بارے میں سوچ رہی تھی لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر خیال رد کر دیا کہ یہ بیکار کا فیصلہ ہے وہ جہاں بھی جائے گی جیک وہاں آ جائے گا شرلی برتن دھو کر فارغ ہوئی تھی کہ نجانے اسے ایسا کیا محسوس ہوا کہ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور وہ دم بخود رہ گئی۔ اب پہلے سے زیادہ وہ جیک سے خوفزدہ ہو گئی تھی جیک باہر درخت کے نیچے لگی ہوئی پینگ پر جھولا جھول رہا تھا اور شرلی کو سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا شرلی جیک کو دیکھ کر کوئی ہمدردی نہیں ہوئی تھی کہ اسے کیسے مار دیا گیا اگر وہ فرینک کا قاتل نہ ہوتا تو شاید شرلی کو ہمدردی ہو جاتی لیکن اس سے شادی کرنے کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ مرا ہوا تھا شرلی نے پردہ کھڑکی پر گرا دیا اور خوف کے مارے کانپنے لگی تھوڑی دیر بعد شرلی نے پردہ سرکا کر دیکھا تو جیک ابھی تک وہاں موجود تھا شرلی نے دوبارہ پردہ آگے گرا دیا شرلی نے لمبی سانس بھری اور ہاتھ میں ہاکی پکڑلی شرلی نے سوچا وہ ڈر ختم کر کے ہمت سے کام لے شرلی نے دروازہ کھولا اور باہر آ گئی لیکن اب باہر جیک کہیں نہیں تھا شرلی ڈر گئی اور روہانسی ہو گئی وہ واپس جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ جھولے کی آواز سن کر رک گئی شرلی نے ڈرتے ڈرتے پیچھے دیکھا تو جیک بیٹھا ہوا تھا شرلی خوفزدہ ہو کر بھاگ کر اندر آ گئی اور گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ شرلی سونے کے لیے اپنے کمرے میں جانے لگی تھی کہ جیک کی آواز نے اسے روک دیا شرلی خوف کے مارے کانپنے لگی کیونکہ آواز اس کے پیچھے سے آئی تھی شرلی نے ڈرتے ڈرتے پیچھے مڑ کر دیکھا تو واقعی جیک کھڑا تھا شرلی دہشت کے مارے دیوار کے ساتھ لگ گئی۔

کیا چاہتے ہو تم چلے جاؤ یہاں سے پلیز جان چھوڑ دو میری میں تم سے شادی نہیں کر سکتی کیونکہ تم مردہ ہو شرلی نے چیخ کر کہا۔ شرلی کی بات سن کر جیک کا خون کھول اٹھا اور اس نے شرلی کو ہوا میں لٹکا دیا شرلی چیخ رہی تھی جیک اسے کبھی ادھر اور کبھی ادھر ہوا میں لہراتا رہا شرلی کی چیخ سنکر جمی کی نیند سے بیدار ہو گیا تھا وہ باہر آیا اس نے شرلی کو ہوا میں لٹکے اور سہنے کھڑے جیک کو دیکھا تو وہ پہچان گیا تھا یہ وہی ہے جو اسے گلدستہ دے کر گیا تھا جمی بھاگتا ہوا جیک کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں دو تین مکے مارے چھوڑ دو میری بہن کو چھوڑ دو شیطان کہیں کے جمی اسے

مارتے ہوئے چیخ رہا تھا۔

جمیز چلے جاؤ یہاں سے پلیز جیک اسے چھوڑ دو شرلی چلائی جیک نے جمیز کو اتنی زور سے پیچھے کی طرف دھکا دیا کہ وہ معصوم پوری طاقت سے دیوار کے ساتھ ٹکرایا اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا جیک نے شرلی کو چھوڑ دیا اور وہ زمین پر دھڑام سے گر گئی۔ شرلی نے اپنی پرواہ نہیں کی اور جمیز کی طرف تیزی سے بھاگی اس نے جمیز کا سانس اور دل کی دھڑکنیں چیک کیں شرلی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اسے اپنے بھائی کی موت کا یقین ہو گیا تھا جمیز کی آنکھیں ایسے کھلی ہوئی تھیں جیسے مرنے سے پہلے کوئی بہت بھیانک چیز دیکھ لی ہو شرلی کے سامنے جمیز کی موت ہوگئی تھی شرلی خود کو کوسنے لگی کہ وہ اپنی قربانی دے دیتی کیوں اس کی وجہ سے اسکے بھائی کو قربان ہونا پڑا شرلی جمیز کو گود میں لیے روتی رہی اور جیک کھڑا چپ چاپ دیکھتا رہا شرلی نے جمیز کو پیار سے زمین پر رکھا اور خونخوار نظروں سے جیک کو گھورا شرلی جیک کے پاس لپکی اسے مارنے کی غرض سے شرلی کو اپنے سے دور رکھنے کے لیے جیک نے اپنا صرف ایک ہی ہاتھ استعمال کیا تھا کہ وہ بہت دور جا کر میز پر گری اور میز کے شیشے کرچی کرچی ہو گئے شرلی زخمی ہو گئی تھی کیونکہ کچھ شیشے اسے بھی چبھ گئے تھے شرلی ہمت کر کے دوبارہ اٹھی اور پھر جیک کے پاس لپکی جیک نے پھر اسے اپنے ہاتھ کا استعمال کیا اور شرلی دور جا کر دیوار سے پوری طاقت سے ٹکرائی جیک چونکہ مرا ہوا تھا اس لیے اس میں غیر معمولی طاقت تھی شرلی کا سر دیوار کے ساتھ ٹکرا کر پھٹ گیا تھا اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی اور اس کی آنکھیں دھندلی ہونے لگیں اور پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔

شرلی کی جب آنکھ کھلی تو وہ سٹریچر پر پڑی تھی اس کے بدن پر جگہ جگہ سفید پٹیاں بندھی ہوئی تھیں شرلی کے پڑوسیوں میں سے کسی نے پولیس کو اطلاع دی تھی پولیس آئی اس نے فریک کے ٹکڑے اکٹھے کیے جمیز کو بھی دفنا دیا شرلی کی سانسیں چل رہی تھیں اس لیے اسے فوراً ہسپتال پہنچایا گیا شرلی کی آنکھوں میں آنسو تھے اسکی آنکھوں کے سامنے اس کے بھائی کا چہرہ گھوم رہا تھا شرلی نے دائیں جانب دیکھا تو جیک شیشے کی دیوار کے پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا شرلی کو اس کی شکل دیکھ کر غصہ آ گیا وہ اٹھی تو اس کے جسم سے ٹیس اٹھی اس نے اپنے زخموں کی پرواہ نہیں کی اور روم سے باہر آ گئی شرلی میری بات سنو جیک نے کچھ کہنا چاہا کہ شرلی نے اسے زور سے دھکا دیا وہ شرلی کے پیچھے لپکا شرلی نے ہسپتال کی پانچ منزلہ عمارت سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی اور جیک دم بخود رہ گیا شرلی جیک کا ہونا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ اس کے بھائی جمیز اور فریک کا قاتل تھا اور دوسرا شرلی ساری زندگی اس کے بوجھ کے ساتھ نہیں جی سکتی تھی کہ وہ جمیز اور فریک کی موت کی ذمہ دار ہے تیسرا شرلی ایک مرے ہوئے شخص سے شادی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی پہلے پہل شرلی کو پچھتاوا ہوا کہ اگر وہ خود کو قربان کر کے مان جاتی تو وہ دونوں تو سلامت رہتے لیکن اب ایسا سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا شرلی کو جیک سے اس قدر نفرت تھی کہ اس نے جیک کی آنکھوں کے سامنے اپنی زندگی خود ختم کر دی جیک چھت سے نیچے شرلی کے مردہ جسم کو دیکھ رہا تھا جس کے ارد گرد ایمبولنس پولیس اور دیگر لوگ جمع ہو گئے تھے جنون کسی بھی چیز کا اچھا نہیں ہوتا وہ محبت کا ہو یا نفرت کا دونوں کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی آپ کی رائے کا انتظار کروں گی اگر میری حوصلہ افزائی ہوئی تو پھر مزید لکھنے کی کوشش کروں گی۔

جادوگر اور معصوم مخلوق

۔۔۔تحریر: زرینا محمود قریشی۔ میر پور خاص

دونوں نے ہی کنویں میں چھلانگ لگادی۔ دانش نے اپنی جیب میں سے رومال نکال لیا تھا اور اپنے ناک پر رکھ لیا تھا۔ تا کہ بدبو کی وجہ سے اسکا ناک بند نہ ہو جائے۔
کنویں میں اترنے کے بعد وہ دونوں ایک طرف جانے لگے جیسے ہی وہ کچھ آگے گئے تو دانش پر انسانی ہڈیاں گرنے لگیں یہ منظر دیکھ کر وہ گھبرا سا گیا اور خود کو بچانے لگا جو بھی ہڈی نیچے گرتی ایک ڈھانچہ بن جاتی اور پھر وہ ڈھانچہ دانش کی طرف بڑھنے لگ جاتا۔ پہلے تو وہ یہ سب کچھ دیکھ کر ڈر گیا تھا لیکن بعد میں اس نے ہمت پیدا کی اور پاس پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا کر ان ڈھانچوں پر اچھال دیا۔ پتھر کے لگتے ہی اس کے سامنے آنے والے تمام ڈھانچے ہڈیوں میں بکھر گئے۔ اور پھر جڑنے لگے دانش نے یہ سب دیکھا تو جلدی سے آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ اور آیت الکرسی پڑھ کر سب پر پھونکیں مارنے لگا اس کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ ڈھانچوں کو آگ لگنے لگی اور وہ جل کر راکھ ہو گئے۔
دانش پھر آگے بڑھنے لگا تین فٹ کی بڑھیا دانش کی طرف بڑھنے لگی اس کی زبان سانپ نما تھی اور اس کا چہرہ بھی بہت ہی ڈروانا تھا دانش نے اس کو دیکھا تو دانش کو وحشت آنے لگی اس کا دل بے قابو ہونے لگا اس نے چڑیل کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ وہ چڑیل غرائی اور دانش پر جھپٹ پڑی اور دانش کی گردن میں لمبی زبان لپیٹ دی دانش زمین پر گر گیا اور اس کا دم گھٹنے لگا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اچانک دانش نے کلمے کا ورد شروع کر دیا۔ اس کے ایسے کرنے کی دیر تھی کہ چڑیل چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ دانش جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز آواز میں کلمہ پڑھنے لگا۔ کنویں میں ہر طرف افراتفری پھیل گئی اور وہ چڑیل زمین میں دھنس گئی۔ دانش نے کلمے کا ورد زبان پر جاری رکھا یکدم ایک بوڑھا شخص کالے لباس میں اس کے سامنے آیا تو ساوتری نے کہا۔
دانش یہی ہے وہ موگیش بابا۔ جس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ جس نے مجھے اس حال تک پہنچایا ہے۔ دانش نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا اور کہا۔ تیرا کھیل ختم ہو گیا ہے اب تو زندہ نہیں رہے گا۔۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

دسمبر کی آخری رات تھی اور موسم بھی بہت خوشگوار تھا چاند ستارے تو جیسے آسمان کی کالی سیاہ چادر اوڑھ کر سو رہے تھے ہر طرف تاریکی اور خاموشی کا راج تھا اگر سوئی بھی گرتی تو ماحول میں ایک عجیب سا شور کر دیتی تھی سردی بھی شدید ہو رہی تھی نو دس کا ٹائم تھا پر چڑیا بھی نظر نہیں آ رہی تھی سب اپنے اپنے آرام میں تھے اور نئے سال کی خوشی منانے کے لیے بے تاب تھے مزے مزے کے پکوان چائے کافی سب لطف اندوز ہو رہے تھے۔
دانش بھی اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا اور کار میں ڈرائیونگ کرتے وقت گانے سن رہا تھا تا کہ وقت جلدی گزر جائے پر آج تو لگتا تھا جیسے وقت بھی یہی تھم سا گیا ہو جس سڑک پر دانش کی کار اپنی رفتار سے دوڑ رہی تھی

وہ سڑک دائیں طرف ایک ندی تھی اور ندی کے پاس ہی قبرستان تھا اور قبرستان کے درمیان میں کنواں تھا وہاں کے علاقہ میں کوئی بھی نہیں جاتا تھا لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ کنواں میں اثرات ہے ایک چڑیل کا سایہ ہے جو بھی وہاں جاتا ہے لوٹ کے نہیں آتا یہ قصہ دانش نے بھی سنے تھے پر دانش بہادر انسان تھا ویسے دانش دوسرے راستے سے آتا جاتا تھا پر آج اسے جلدی گھر جانا تھا اس لیے دانش نے اس سڑک کا انتخاب کیا تھا پر دانش اب سوچ رہا تھا کہ اس سے تو مجھے اس راستے سے ہی چلے جانا چاہیے تھا یہ سڑک تو بہت لمبی لگ رہی ہے دانش میوزک سننے کے باوجود بھی انجانے خیالوں میں گم تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دانش کی کار کا ٹائر پھٹ گیا دانش نے کار کا شیشہ نیچے کیا اور باہر جھانکنے لگا سرد اور ٹھنڈی ہوا نے دانش کا استقبال کیا دانش کے پورے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی جب دانش کچھ سنبھلا تو وہ کار سے باہر آ گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا پر ویرانی خاموشی اور قبرستان کے علاوہ ایسے کچھ نظر نہیں آیا کلائی میں باندھی قیمتی گھڑی پر جب دانش نے نظر ڈالی تو پونے بارہ بج رہے تھے دانش نے اپنا موبائل نکالا کہ گھر اطلاع کر دے پر کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ موبائل میں نیٹ ورک کا مسئلہ تھا دانش نے اپنا موبائل واپس جیب میں رکھ لیا پھر اس نے سوچا کہ ٹائر بدلنے میں ڈیڑھ گھنٹہ تو لگے گا صرف دانش کار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور سگریٹ جلائے کش بھرنے لگا دانش کو ایسے ماحول سے ڈر نہیں لگ رہا تھا اسے بس یہ فکر تھی کہ آج پھر دیر سے گھر لیٹ پہنچے گا اس کی ماں انتظار کر رہی ہوگی دانش چوبیس پچیس سال کے قریب تھا قد بھی چھ فٹ اور جسامت بھی اچھی تھی پر اس نے منع کر دیا تھا بولا۔

مجھے ابھی نہیں کرنی شادی خیر سب لڑکیوں کے ساتھ ہی اس کی ماں بیچاری بھی چپ ہو گئی دانش نے جب سگریٹ ختم کی تو وہ کار کی ڈگی میں سے کچھ ضروری سامان نکالا اور ٹائر بدلنے لگا دانش نے جیسے ہی ٹائر کو ہاتھ لگایا تیز ہوائیں اور آندھی چلنے لگی درختوں کی آوازیں خوفناک لگ رہی تھی اور بے تحاشہ مٹی اڑ رہی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی دانش نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے جب ہوا کچھ تھمی تو دانش نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا دیے اور آنکھیں ملتے ہوئے سامنے دیکھنے لگا جہاں کوئی آ رہا تھا پہلے تو دانش نے اپنا وہم سمجھا پھر غور سے دیکھنے لگا۔

وہاں سے واقعی میں ہی کوئی آ رہا تھا پر کون تھا چند قدم کا فاصلہ تھا جب دانش کے سامنے آ گئی دانش اس کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا جب وہ دانش کے آگے کھڑی تھی لال ساڑھی میں ملبوس آنکھوں میں کاجل اور چہرے پر کچھ نہیں کھلی آزاد زلفیں جو کمر سے بھی نیچے گھٹنوں کو چھو رہی تھیں اور بالکل سیاہ تھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ناگن مست ہو کے ناچ رہی ہو دانش نے اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا وہ ننگے پاؤں تھی دانش کو بڑا تعجب ہوا پر وہ کسی مجسمے جیسا کھڑا رہا اور اس لڑکی کو دیکھتا رہا چند سیکنڈ ہی گزر رہے تھے کہ وہ لڑکی بنا کچھ کہے دانش کی کار کا ٹائر بدلنے لگی دانش کو تو جیسے چپ ہی لگ گئی تھی وہ بس اس حسینہ کو ہی دیکھے جا رہا تھا پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس لڑکی نے ٹائر بدل دیا اور باقی سامان ڈگی میں رکھ کے اس سمت چل دی جہاں سے وہ آئی تھی جہاں ہواؤں کا زور پھر شروع ہو گیا تھا مٹی پھر اڑنے لگی پر وہ لڑکی کو کچھ بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا وہ سیدھی چلتی جا رہی تھی دانش اپنی آنکھیں مسل رہا تھا جب مٹی تھم گئی تو دانش نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہاں دانش کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا حیرت زدہ دانش چاروں طرف دیکھنے لگا۔

جب کوئی نظر نہیں آیا تو مایوس ہو کے کار میں بیٹھ گیا اور کار اسٹارٹ کر دی کچھ ہی دیر میں کار دانش کے گھر کے باہر کھڑی تھی دانش نے کار گیراج میں کھڑی کی اور ڈور بیل بجائی ایک ہی بیل میں دروازہ کھل گیا

آج پھر تم اتنی دیر سے آئے ہو نا تم دیکھا ہے تم نے دانش نے ماں کے سامنے کان پکڑ لیے اور سوری بولنے لگا ماں بھی بیٹے سے بہت محبت کرتی تھی اس لیے دانش کو گلے سے لگالیا۔

دانش کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا اس کے بارے میں اس نے کچھ نہیں بتایا سب نے کھانا کھایا اور دانش اپنے کمرے میں چلا گیا دانش کی ماں اور ایک بہن وہ دونوں ایک ہی کمرے میں سوتے تھے دو منزلہ گھر صرف یہ تین افراد رہتے تھے دانش اپنے بیڈ پر لیٹا ہوا چھت کو دیکھنے لگا دانش کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی دانش جب بھی سونے کی کوشش کرتا وہی حسین لڑکی اس کی آنکھوں میں آجاتی دانش خود بھی پریشان تھا کہ وہ کیوں سوچ رہا تھا اس کے بارے میں ایسی کشمکش میں دانش کی آنکھ لگ گئی اور دانش خواب خرگوش کے مزے لوٹنے لگا۔ صبح جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو سات بج رہے تھے دانش دس بجے آفس جاتا تھا اور نو بجے اٹھتا تھا پر آج وہ خود حیران تھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ وہ آج اتنی جلدی کیسے اٹھ گیا ہے۔ وہ باہر سیر کے لیے نکل گیا اور صبح سے لطف اندوز ہوتا رہا آج وہ افسوس کرنے لگا کہ وہ ہمیشہ دیر سے کیوں اٹھتا تھا اسے جلدی اٹھنا چاہیے تھا تا کہ صبح کی ہواؤں اور تازے مناظر کو دیکھ سکے وہ ہمیشہ ان نظاروں سے محروم رہ جاتا تھا۔

دانش کی امی نے اتنی جلدی دانش کو چہل قدمی کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی حیران رہ گئی۔ اور اس سے صبح اٹھنے کی وجہ جاننے لگی وہ نجانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا ماں کی آواز سن کر وہ چونک گیا۔ اور ماں کو دیکھنے لگا اور ٹال مٹول سے کام لینے لگا وہ امی آفس مین کام زیادہ تھا اس لیے آج جلدی آفس جانا ہے ٹھیک ہے بیٹا چلو میں ناشتہ لگا دیتی ہوں تم تیار ہو جاؤ دانش جلدی سے تیار ہوا اور ماں نے تب تک ناشتہ لگا دیا اس نے جلدی سے ناشتہ کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر وہ گھر سے باہر نکل گیا۔ وہ اسی راستے آفس کی طرف چل پڑا جہاں رات کو اس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا وہاں قبرستان تھا جہاں درخت ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسے دیو کھڑے ہوں دانش ایک نظر درخت پر ڈالت اور آگے بڑھ جاتا ایک درخت جو قد میں چار فٹ تھا اور چوڑائی میں تقریباً بیس فٹ ہو گا ہر شاخ پر ہزاروں کی تعداد میں پتے لگے ہوئے تھے اس لیے وہ درخت بہت گھنا تھا دانش اس درخت کے حسن میں کھویا ہوا تھا اور بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے کار واپس پیچھے کی اور کار سے اتر کر درخت کے پاس گیا تو اس کا شک یقین میں بدل گیا درخت کے نیچے ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس نے لال ساڑھی پہنی ہوئی تھی اور گھٹنوں پر سر رکھ کر بازوؤں میں سمیٹ رکھا تھا اس حسینہ کی زلفیں زمین کو چھو رہی تھیں اور اس کا پورا جسم زلفوں سے ڈھکا ہوا تھا صرف ہاتھ کی پشت اور پاؤں نظر آرہے تھے دانش اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا لیکن اس حسینہ پر اس کے آنے کا کوئی بھی اثر نہ ہوا وہ ایسے ہی بے خیالی میں بیٹھی رہی تھی دانش کئی لمحات سے اس کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

اے لڑکی تم اس قبرستان میں کیوں آئی ہو کل رات بھی میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ وہ حسینہ بنا پلکیں جھپکائے دانش کو دیکھنے لگی دانش نے اس سے نظریں چرالیں دانش کو ایسا لگا جیسا وہ کوئی نشہ کر رہا ہو دانش پھر بولا میں تم سے بات کر رہا ہوں سن رہی ہو ناں یا پھر بہری ہو کافی دیر تک وہ لڑکی خاموش رہی پھر دوبارہ دانش کے اشارے کو دیکھنے لگی دانش یہ سب دیکھ کر پریشان ہو گیا اور پھر تقریباً چلایا۔ گونگی ہو گیا۔ مگر وہ لڑکی کچھ نہیں بولی اور دانش کو دیکھتی رہی دانش بھی اس کے ساتھ درخت کے قریب ہی بیٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ کہیں ی کوئی چڑیل تو نہیں ہے پھر وہ خود ہی جواب دیتا کہ ارے نہیں یار چڑیلیں تو رات میں

نکلتی ہیں دانش اپنی سوچ میں مست تھا کہ وہ لڑکی زور زور سے رونے لگی ارے کیا ہوا تمہیں میں انسان ہوں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے دانش نے اس کے آنسو صاف کیے اور بولا۔

مجھے تم اپنا دوست سمجھ کر ہر بات بتاؤ کہ کیا بات ہے تم یہاں کیوں بیٹھی ہو اور رو کیوں رہی ہو۔ وہ لڑکی کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

میرا نام ساوتری ہے میں اپنے ماتا پتا کی ایک ہی اولاد تھی میری ماتا چاہتی تھی کہ میں مندر کی پجارن بنوں پر میں کالا جادو سیکھنا چاہتی تھی اور بہت بڑی جادوگر بنا چاہتی تھی بچپن سے ہی میں کوئی نہ کوئی جادو سیکھنے میں لگی رہتی تھی جب میں نو برس کی تھی تو ایک فقیر صدائیں دیتا ہوا ہماری گلی میں آیا کہ بھگوان کے نام پر کچھ دو میں نے ایک روٹی اور سبزی اس کو دے دی اس کا حلیہ جادوگروں جیسا تھا کالے رنگ کا چولا پہنا ہوا تھا ہاتھ میں بڑے بڑے موتیوں والی کانٹھ مالا تھی اور گلے میں بھی لٹکی ہوئی تھی جس میں چھوٹی چھوٹی کھوپڑیاں پروئی ہوئی تھیں اور پانچوں انگلیوں میں عجیب قسم کی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی اس کے قریب گئی اور میں نے کہا

بابا آپ کو کالا جادو آتا ہے۔

وہ مجھے سرخ سرخ آنکھوں سے گھورنے لگا میں سہم گئی پھر جب اس نے بولا۔

تم سیکھنا چاہتی ہو تو میں نے فوراً ہاں کہہ دی اور بے تکلف بات کرنے لگی پھر اس بابا نے مجھے ایک موتی دیا اور بولا۔

یہ موتی کو رات بارہ بجے غور سے دیکھنا اور گھر میں اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتانا میں نے ایسا ہی کیا وہ موتی لے کر گھر آ گئی کھانا کھایا اور رات کا انتظار کرنے لگی جب رات کے بارہ بجے تو میں نے وہ عمل دہرایا اس موتی کو ہتھیلی پر رکھ کر دیکھنے لگی مجھے ایسا

لگا جیسے میں اس موتی کے اندر داخل ہو گئی ہوں یہ ایک ویران جنگل تھا میں چلتی رہی ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی اور قبرستان شروع ہو چکے تھے حیرت کی بات یہ تھی کہ میں رات میں آئی تھی پر وہاں پر دن تھا میں مایوسی سے ایک جگہ بیٹھ گئی مجھے اچانک اس بابا کی آواز سنائی دی۔

رکو مت چلتی جاؤ اسی طرف۔ میں پھر چلنے لگی مجھے سامنے ایک کنواں دکھائی دیا مجھے پیاس بھی بہت لگی ہوئی تھی میں نے کنویں کی طرف رخ کیا جب میں نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو اندھیرے کے سوا کچھ بھی دکھائی نہیں دیا میں واپس جانے لگی تو مجھے کنویں میں سے آواز سنائی دی اس کنویں میں کود جاؤ میں ڈر کے مارے چار قدم دور ہو گئی پھر آواز سنائی دی ڈرو مت تمہیں کچھ نہیں ہوگا کود جاؤ میں نے آنکھوں کو بند کیا اور کنویں میں کود گئی آنکھیں کھولو مجھے پھر آواز سنائی دی تو میں نے آنکھیں کھول دیں اف بھگوان وہاں اتنی بدبو پھیل رہی تھی کہ میرا ناک بند ہونے لگا میں نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا چھت پر کانٹے لگے ہوئے تھے جن میں مرد و آدمی عورتیں اور ان کے اعضا لٹک رہے تھے میری چیخ نکل گئی اور میں بے ہوش ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں کالے سے پتھر پر لیٹی ہوئی تھی اور میرے چاروں طرف کھوپڑی نما چراغ روشن تھے میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی میرے قریب وہی بابا آیا اور بولا۔

تمہیں جادو سیکھنا ہے ناں تو پہلے تمہیں اپنا ڈر ختم کرنا ہوگا میں نے کہا میں کیسے کروں ڈر ختم۔ وہ بولے میں جو جو تم کو کرنے کے لیے دوں گا تمہیں وہی کرنا ہوگا میں نے کہا۔

ٹھیک ہے میں ویسا ہی کروں گی جیسے آپ کہیں گے۔ بابا نے ایک کھوپڑی اٹھائی اور اپنی انگلی کاٹ کر اس میں لگا دی کھوپڑی پوری خون سے بھر گئی بابا نے

اپنی انگلی پر پھونک ماری تو اس میں سے خون آنا بند ہو گیا پھر بابا نے وہ کھوپڑی مجھے تھما دی اور بولے۔
یہ پیو میں ایک نظر اس کالے خون کو دیکھا اور پھر پینے سے منع کرنے لگی بابا نے کہا۔
ساوتری ایسے تم خون نہیں پیو گی تم یہ سمجھو کہ بڑے بڑے عامل میرے خون کے پیاسے ہیں اس خون میں بہت طاقت ہے اس کی ایک ایک بوند میں طاقت ہے اور جادو رکھا ہے تم جب اس خون کو پیو گی تب تمہیں پتہ چلے گا اس کی طاقت کا میں نے آنکھیں بند کر کے وہ سارا خون پی لیا۔ اس کو پینے کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے میرے اندر جان پھونک دی ہو اور مجھے ذرا بھی نہیں لگ رہا تھا مجھے بھوک ستانے لگی میں نے ارد گرد نظر دوڑائی تو مجھے مردہ انسان ہی نظر آئے۔
ہم ہندو ہیں اس لیے سبزی خور ہیں ہم انڈے کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے پر میں نے انسانوں کے مردہ وجود پر نظر ڈالی تو اور ہونٹوں پر زبان پھیری اور لپک کے انسان کے اعضا نوچ نوچ کر کھانے لگی جب میرا پیٹ بھر گیا تو میں ہٹ گئی بس چھ سال سے انسان گوشت اور انسانی خون پی رہی تھی دن میں اپنے گھر ہوتی اور رات کو میں اس کنویں میں گھر والوں کے سامنے تھوڑا بہت دال روٹی کھاتی اور باہر جا کر الٹی کر دیتی تھی مجھے سبزی دال روٹی میں ذائقہ نہیں آتا تھا پھر رات میں دل بھر کے گوشت کھاتی خون پیتی اور ایک دن میں نے بابا سے فرمائش کی کہ وہ مجھے اب جادو سکھائے بابا نے کہا۔
جادو تو میں سکھا دوں گا پر تجھے ہمارے ساتھ رہنا ہو گا اس کنویں میں۔
پہلے تو میں نے سوچا پھر ہاں کر دی اور کنویں میں رہنے لگی میرے گھر والوں کا مجھے آج تک پتہ نہیں چلا کہ وہ بابا نے مجھے ہر طرح کا جادو سکھا دیا پر مجھے نہیں جانے نہیں دیتے خود تو کنویں میں رہتے ہیں اور مجھے اپنے کام میں استعمال کرتے ہیں میں ہر رات کو ایک آدمی اپنے حسن کے جال میں پھنسا کے کنویں میں لے جاتی ہوں اور ایک ہر دو انسان پھر بابا اور میں دونوں مل کر کھاتے ہیں کل رات بھی میں نے ہی تمہاری کار کا ٹائر پنکچر کیا تھا اور میرا ارادہ یہی تھا کہ تمہیں بھی کنویں میں لے جا کے کھاؤں پر جب میں نے تمہیں دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی اور تمہیں کھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ بابا کو علم سے پتہ چل گیا کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں اور بابا نے کہا ہے کہ اب تو کچھ ہو جائے تمہیں اس لڑکے کا ہی خون پینا ہے پر میں ایسا نہیں کر سکتی ہوں کل بھی بابا نے مجھے اذیت دی تھی میرے جسم پر گرم گرم تیل پھینک دیا تھا اور اب بھی دھمکی دی ہے کہ سدھر جاؤ ورنہ برا حشر کروں گا وہ لڑکی چپ ہو گئی تو دانش حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا دانش کے منہ سے نکلا تم۔ تم آدم خور ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی ہے انسانوں کا گوشت کھاتے ہوئے دانش اس لڑکی کو خوب سنا رہا تھا اور وہ لڑکی شرمندہ سی گردن جھکائے ہوئے سن رہی تھی۔
تم جیسا چاہو گے میں ویسا ہی کروں گی تم بس اس موکش بابا سے میری جان چھڑاؤ ساوتری دانش کے پیروں میں گر کر رونے لگی۔ دانش نے اسے خود سے دور کیا اور کہا۔
میں تمہاری مدد کروں گا اس بابا کے تو میں دانت توڑ دوں گا لیکن سزا تمہیں بھی دوں گا۔
ہاں ہاں مجھے جو مرضی سزا دے دینا میں جینا بھی نہیں چاہتی ہوں میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوں مجھے تمہاری دی ہوئی ہر سزا منظور ہے دانش اس کے معصوم چہرے کو دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا کہ کتنی معصوم ہے لیکن کتنی ظالم ہے کہ ایک انسان ہو کر بھی انسانوں کا گوشت کھاتی ہے انسانوں کا خون پیتی ہے۔ وہ بولا۔
تمہاری سزا تو میں تمہیں بعد میں دوں گا پہلے

میں اس جادوگر کا خاتمہ کروں گا میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بس تم مجھے اس کنویں میں لے چلو۔

دانش وہ تو میں تمہیں لے چلوں گی لیکن تمہارے پاس تو کوئی بھی ہتھیار نہیں ہے تم نہیں جانتے ہو کہ اس کے پاس کتنی طاقتیں ہیں وہ ایک منٹ سے پہلے تمہارے خاتمہ کر دے گا۔ تم اس کا سامنا کیسے کر سکتے ہو تمہارے پاس کوئی جادو بھی نہیں ہے۔ اس کی بات سن کر وہ بولا۔

ساوتری میرے پاس نورانی طاقتیں ہیں میرے ساتھ قرآن پاک کی طاقت ہے خدا کی طاقت ہے اور جس کے ساتھ خدا ہوتا ہے اس کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بڑے سے بڑے جادوگر اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں بس مجھے اس کے پاس لے چلو پھر دیکھنا میرا کام۔ اس کی باتیں سن کر ساوتری شرمندہ سی ہو گئی۔ اور بولی۔

ٹھیک ہے چلو میرے ساتھ اتنا کہہ کر وہ اٹھ گئی اور دانش بھی اٹھ گیا اور پھر دونوں چلنے لگے۔ جلد ہی وہ اس کو لے کنویں کے پاس جا پہنچی وہ اتنی جلدی وہاں کیسے پہنچی یہ سب دانش جان نہ سکا تھا۔ دانش یہ ہے وہ کنواں جس میں وہ جادوگر رہتا ہے جہاں میں اس کے ساتھ رہتی ہوں ساوتری نے سب کچھ بتایا۔

ہمیں اس کنویں میں اترنا ہوگا دانش نے کہا اس نے کنویں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں اترتے ہیں۔

اتنا کہہ کر دونوں نے ہی کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ دانش نے اپنی جیب میں سے رومال نکال لیا تھا اور اپنے ناک پر رکھ لیا تھا۔ تا کہ بدبو کی وجہ سے ا سکا ناک بند نہ ہو جائے۔

کنویں میں اترنے کے بعد وہ دونوں ایک طرف جانے لگے جیسے ہی وہ کچھ آگے گئے تو دانش پر انسانی ہڈیاں گرنے لگیں یہ منظر دیکھ کر وہ گھبرا سا گیا اور خود کو بچانے لگا جو بھی ہڈی نیچے گرتی ایک ڈھانچہ بن جاتی اور پھر وہ ڈھانچہ دانش کی طرف بڑھنے لگ جاتا۔ پہلے تو وہ یہ سب کچھ دیکھ کر ڈر گیا تھا لیکن بعد میں اس نے ہمت پیدا کی اور پاس پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا کر ان ڈھانچوں پر اچھال دیا۔ پتھر کے لگتے ہی اس کے سامنے آنے والے تمام ڈھانچے ہڈیوں میں بکھر گئے۔ اور پھر جڑنے لگے دانش نے یہ سب دیکھا تو جلدی سے آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ اور آیت الکرسی پڑھ کر سب پر پھونکیں مارنے لگا اس کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ ڈھانچوں کو آگ لگنے لگی اور وہ جل کر راکھ ہو گئے۔

دانش پھر آگے بڑھنے لگا تین فٹ کی بڑھیا دانش کی طرف بڑھنے لگی اس کی زبان سانپ نما تھی اور اس کا چہرہ بھی بہت ہی ڈروانا تھا دانش نے اس کو دیکھا تو دانش کو وحشت آنے لگی اس کا دل بے قابو ہونے لگا اس نے چڑیل کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ وہ چڑیل غرائی اور دانش پر جھپٹ پڑی اور دانش کی گردن میں لمبی زبان لپیٹ دی دانش زمین پر گر گیا اور اس کا دم گھٹنے لگا۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اچانک دانش نے کلمے کا ورد شروع کر دیا۔ اس کے ایسے کرنے کی دیر تھی کہ چڑیل چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ دانش جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز آواز میں کلمہ پڑھنے لگا۔ کنویں میں ہر طرف افراتفری پھیل گئی اور وہ چڑیل زمین میں دھنس گئی۔ دانش نے کلمے کا ورد زبان پر جاری رکھا یکدم ایک بوڑھا شخص کالے لباس میں اس کے سامنے آیا تو ساوتری نے کہا۔

دانش یہی ہے وہ موکیش بابا۔ جس نے یہ سب کچھ کیا ہے جس نے مجھے اس حال تک پہنچایا ہے۔ دانش نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا اور کہا۔ تیرا کھیل ختم ہو گیا ہے اب تو زندہ نہیں رہے گا۔ اتنا کہہ کر وہ بوڑھے پر جھپٹ پڑا جادوگر نے کچھ پڑھ کر دانش پر پھونکا لیکن دانش کی زبان پر کلمے کا ورد جاری تھا جس وجہ سے اس پر کوئی بھی اثر نہیں ہو رہا تھا دانش

کی نظر ایک طرف پڑے ہوئے ایک خنجر پر پڑی۔ جس سے موکیش انسانی جسم اور مردوں کو کاٹ کر کھاتا تھا دانش نے وہ خنجر اٹھایا اور بابا پر وار کرنے لگا دانش نے موکیش کے بازو پر وار کر دیا پر چند قطرے خون کے نکلے اور پھر زخم بند ہو گیا۔ یہ دیکھ کر دانش کچھ حیران ہو گیا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اسکے پیٹ پر اس کے جسم پر وار کرنے لگا۔ لیکن اس پر کوئی بھی اثر نہیں ہو رہا تھا وہ بدستور اس کے سامنے کھڑا تھا اس کی سرخ آنکھیں دانش کو گھور رہی تھیں دانش کچھ خوفزدہ تھا لیکن ہمت نہیں ہار رہا تھا اس نے ایک وار اس کی گردن پر کر دیا۔ اس کے اس وار سے اس کی گردن ایک ہی وار میں کٹ کر ایک طرف جا گری اور اس کا دھڑ ایک طرف گر گیا۔ پھر وہ دھڑ اٹھا اس نے ایک طرف پڑے ہوئے اپنے سر کو اٹھایا اور اپنی گردن پر رکھ دیا اس کا سر جڑ گیا۔

یہ سب دیکھ کر دانش نہ صرف حیران ہو رہا تھا بلکہ خوفزدہ بھی ہو رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے وہ لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ اس میں اب لڑنے کی ہمت نہ رہی تھی۔ اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس بوڑھے کو کیسے مارے اس کے سب حربے ناکام ہو چکے تھے۔ تب اسے ساوتری کی آواز سنائی دی۔

دانش اس کے پیر کا دائیں انگوٹھا کاٹ دو یہ خود بخود مر جائیگا۔

یہ سننا تھا کہ دانش کو کچھ حوصلہ ہوا اس نے پھر سے اس پر وار شروع کر دیے لیکن موکیش اس کے ہر وار سے بچتا جا رہا تھا۔ پھر موکیش نے ایک کھوپڑی اٹھا کر دانش کو دے ماری دانش لڑکھڑا کر ایک طرف جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے موکیش جادوگر کا انگوٹھا کاٹ دیا۔ یہ کام اس نے بہت ہی پھرتی سے کیا تھا اس کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ موکیش جادوگر کے منہ سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ اور وہ ادھر ادھر بھاگنے لگا اس کے جسم کو آگ لگتی جانے لگا وہ جلنے لگا اور پھر کچھ ہی دیر میں اس کا ڈھانچہ وہاں موجود تھا۔ دانش یہ سب دیکھ رہا تھا اس کو اپنی کامیابی پر بہت خوشی ہو رہی تھی ساوتری اس کے پاس آئی۔ اور بولی۔

دانش تم نے اس کو مار کر لوگوں کو ایک ظالم کے ہاتھوں نجات دلا دی ہے لیکن اب میرے لیے کیا سزا ہے مجھے بتاؤ میں تمہاری سزا بھگتنے کو تیار ہوں دانش نے اسے ایک گہری نظر سے دیکھا اور کہا۔

تمہاری سزا یہ ہے کہ تم مجھ سے شادی کرو گی۔ اور اپنا مذہب بدلو گی لیکن اس کے لیے میں تم کو مجبور نہیں کروں گا اگر تم شادی کرنے کو تیار ہو تو تب تم کو یہ کرنا ہو گا۔

ساوتری بولی میں ایسا کرنے کو پوری طرح تیار ہوں مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم نے مجھے اپنانے کی حامی بھر لی ہے ورنہ موت کی سزا بھی دیتے تو میں وہ بھی قبول کر لیتی لیکن اب جلدی یہاں سے باہر نکلو ورنہ یہ کنواں ہمیں بھی جلا دیگا۔

اتنا کہہ کر اس نے دانش کا ہاتھ پکڑا اور کنوئیں سے باہر نکل آئے اور پھر وہ کنواں سیاہ دھواں سے بھرنے لگا جیسے اس کے اندر آگ لگی ہو۔

وہ دونوں ایک طرف چل دیے ایک مولوی کے پاس گئے جہاں ساوتری مسلمان ہو گئی۔ اور ساوتری سے وہ کلثوم بن گئی۔ مولوی نے ان دونوں کا نکاح کر دیا اور پھر وہ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔ کلثوم نے قرآن پاک بھی پڑھ لیا ہے اور پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتی ہے انکی شادی کو سات سال ہو چکے ہیں انکے تین بچے ہیں اور اب ان کا گھر بہت ہی خوبصورت ہے جہاں وہ خوشی بھری زندگی جی رہے ہیں کلثوم ہر وقت دعائیں کرتی ہے کہ اسکے بچے موکیش جیسے انسان سے نہ بنیں۔

شیطانی پنجہ

---تحریر: احسن علی بخاری۔ بصیر پور

شرلی نے انسپکٹر جانسن کو سارا واقعہ سنایا کہ کب سے کس طرح سے جیک اسے پریشان کر رہا ہے اور اب اس نے اسکے دوست کو قتل کر دیا ہے انسپکٹر جانسن نے بڑے تحمل سے شرلی کی ساری بات سنی پھر بولا۔ آپ مان جاتی تو کیا حرج تھا اس میں آج ایسا قتل تو نہ ہوتا ناں۔ میں گنہگار ہوں بہت پچھتا رہی ہوں۔ شرلی رونے لگی۔ لیکن اب وہ ایک قاتل ہے اور میں ایک قاتل سے شادی نہیں کر سکتی آپ جلد سے جلد اسے گرفتار کریں شرلی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ اس کا حلیہ بتا سکتی ہیں۔ جی۔ شرلی بولی اور پھر جیک کا حلیہ بتاتی گئی اور ایک آدمی اسکیچ بناتا گیا۔ اسکیچ مکمل ہو جانے کے بعد انسپکٹر جانسن کو چپ لگ گئی بالکل ایسا ہی ہے وہ شرلی نے اسکیچ دیکھ کر کہا۔ کیا آپ واقعی شور ہیں کہ وہ لڑکا ایسا ہی ہے۔ انسپکٹر جانسن نے الجھتی ہوئی نگاہوں سے پہلے اسکیچ کو دیکھا پھر شرلی کو دیکھا۔ ہاں کیوں نہیں میں اسے اچھے سے پہچانتی ہوں شرلی نے زور دے کر کہا۔ سوری میڈم پھر ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے انسپکٹر جانسن نے فیصلہ سنا دیا۔ کیا مطلب ہے آپ کا۔ شرلی حیران پریشان ہو کر بولی۔ جب آپ کا دشمن ہی انسان نہیں ہے تو پھر ہم مرے ہوئے کو کیا ماریں گے یہ لڑکا آج سے تیس سال پہلے ایک بہت بڑے حادثے میں مارا گیا تھا انسپکٹر جانسن نے دھیمی آواز میں کہا۔ شرلی کو لگا جیسے زمین گھوم گئی ہو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اگلے ہی لمحے شرلی کو جیک کی پر اسرار حرکتیں یاد آنے لگیں جن کو دیکھ کر وہ بھی کچھ ایسا ہی سوچتی تھی کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس اس بات کا شرلی نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔ کیوں نہیں۔ انسپکٹر جانسن نے ایک اہلکار کو جیک کے قتل کیس کی فائل لانے کو کہا۔ اہلکار فائل لے آیا انسپکٹر جانسن نے وہ فائل اس سے پکڑ لی شرلی کو دیتے ہوئے کہا یہ لڑکا بہت مشہور موسیقار کا بیٹا تھا اس نے کالج میں ٹاپ کیا تھا جس کی خوشی اس کا سارا خاندان ایک جگہ اکٹھا ہو کر منا رہا تھا۔ کہ جب ہی ان کے دشمنوں نے پورے گھر کو آگ لگا دی اور گھر کے تمام افراد جل کر راکھ ہو گئے اسکے مرنے کے بعد وہاں کوئی نہیں جاتا کہتے ہیں کہ انکی روحیں بھٹک رہی ہیں۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

وہ گرمیوں کی ایک گرم ترین دوپہر تھی طاہر کلاں ہمارے گاؤں سے تقریباً گیارہ کلومیٹر دور ہے وہاں میرا دوست مختیار احمد رہتا ہے اس کی ضد پر ہم بابا طاہر کے عرس پر آئے تھے ہم پانچ دوست تھے میں یعنی سید احسن شاہ بخاری نوید احمد۔ عامر جی نواز اور مختیار احمد ہم نہم کلاس کے طالب علم ہیں حسن شاہ اور اعظم صاحب ہمارے سر ہیں اب آتے ہیں کہانی کی طرف وہ گرمیوں کی گرم ترین دوپہر تھی ہم بابا طاہر کے سالانہ عرس پر آئے ہوئے تھے ان کے بارے میں ایک حکایت ہے کہ یہاں ایک ہندو راجہ ہوڈی تھا وہ بہت ہی ظالم جابر تھا دوسروں کو اذیت دے کر لطف اندوز ہوتا اس کا من پسند مشغلہ تھا بابا طاہر نیاں سے اس ظلم وستم سے باز رکھنا چاہا لیکن وہ نہ مانا آخر کار بابا طاہر کی دعا یا بددعا پر اس پر قہر الٰہی نازل ہوا۔

اس کا وسیع رقبے پر پھیلا ہوا باغ جنگل میں تبدیل ہو گیا جنڈ کری ان درختوں کے پتے نہیں ہوتے۔صرف کانٹے نما شاخیں ہوتی ہیں اور دیگر ایسے ہی درخت اب بھی موجود ہیں اس کی کمتی زمین میں دھنس گئی تھی وہاں اب بھی ایک ٹیلہ ہے اس ٹیلے کے بارے میں بھی کئی باتیں مشہور ہیں کہ یہ آسیب زدہ ہے یہاں ایک بہت بڑا ناگ رہتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

یار ہم گھر جاتے وقت ٹیلہ بھی دیکھیں گے۔نوید نے فرمائش کی۔

ہاں ٹھیک ہے۔نواز فوراً متفق ہو گیا۔

چھوڑو یار وہاں کیا رکھا ہے۔۔ عامر جی نے اختلاف کیا۔

چلے چلیں گے یار ہم نے تو وقت ہی گزارنا ہے بلکہ ابھی چلتے ہیں کبڈی شروع ہونے میں تو کافی ٹائم ہے میری بات پر بھی تیار ہو گئے ہم نے آلو گوبھی کے سموسے اور آلو چنے کی چاٹ خریدی اور ٹیلے کی جانب چل دیئے ہم فصلوں کے بیچ بنی پگڈنڈی پر چلتے جلد ہی ٹیلے پر پہنچ گئے۔

اف سوا نیزے پر سورج ہے گرم کتنی ہے کیا ملا ہے یہاں آکر۔عامر رومال سے پسینہ پونچھتے ہوئے بولا۔

کتنا اچھا لگ رہا ہے ناں۔نوید ٹیلے پر چلتے ہوئے بولا۔

کیا اچھا لگ رہا ہے یہ جلتا بھنتا ٹیلہ سر پھوڑے کھڑے درخت دم سادھی ہوئی فصلیں یا پھر آگ برساتا ہوا سورج۔

عامر جل بھن کر بولا۔اس کی سڑی بسی منظر کشی پر بھی ہنس دیئے۔

چل یارو واپس چلتے ہیں نواز اکتا سا گیا۔

تھوڑی دیر رک جاتے ہیں۔نوید شریر نظروں سے عامر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

میں تو جا رہا ہوں تم لوگ یہاں سڑتے رہو چسب تو فتح وہ چڑ گیا۔

اکیلے نہ جانا ہمیں چھوڑ کر تم نوید اپنی گھٹی سی آواز میں گنگنایا۔

ابے تیرا گانا سن کر آتا ہوا بھی بھاگ جائے گا مختار ہنسا۔

ہاں تم جو جیسے راحت فتح علی خان ہوناں۔نوید جل کر بولا۔

نہیں میری آواز تو علی ظفر کی طرح سیلی ہے اس نے کالر کھڑے کیے۔

اور شکل امانت چن جیسی۔نوید بڑبڑایا۔

چلو یار واپس چلتے ہیں میں نے کہا۔اور ہم نیچے اترنے لگے۔

ارے یہ کیا ہے۔نواز ٹھٹھک کر رکا۔

کیا ہے۔میں پلٹا۔مٹی کی سطح پر کوئی نوکیلی چیز ابھری ہوئی تھی۔

مختار چاقو دینا۔اس نے پہلے ہی سے چاقو لیا تھا رہنے دے یار۔پتہ نہیں کیا شے ہے نواز تشویش سے بولا۔

کچھ نہیں ہوتا دیکھ لیتے ہیں میں چاقو لے کر ارد گرد کی مٹی کھرچنے لگا عامر بھی آگیا تھا۔وہ چاروں پرتجسس نظروں سے دیکھ رہے تھے مٹی کافی سخت ہو چکی تھی اس لیے مجھے قدرے دشواری کا سامنا تھا تاہم میں کامیاب ہو گیا اور ایک جھٹکے سے وہ چیز کھینچ نکالی۔ہمیں لگنے والا حیرت کا جھٹکا بے ساختہ تھا میں نے تیزی سے اسے پھینکا ہم پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھے جا رہے تھے وہ ایک پنجہ تھا انسانی پنجہ۔اس سے ایک عجیب سا خوف محسوس ہو رہا تھا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے حرکت کرنی شروع کر دی ہمارے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخیں نکل رہی تھیں اس کی انگلیاں سخت مٹی کی سطح پر یوں حرکت کر رہی تھیں گویا کسی دشمن پر خاص روھم میں حملہ

بچار ہا ہو ہم نے ایک دوسرے اشارے کئے اور
بھاگ گئے کون سا میلہ اور کہاں کا میل ہم سیدھے
اپنے اپنے گھر گئے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے بیگ اٹھایا
اور بائیک نکالی رات خواب میں نے اسی پنجے کو دیکھا
تھا تم لوگوں نے مجھے نکال کر اچھا نہیں کیا تمہیں اس کی
کڑی سزا ملے گی اس سے چنگاڑیاں پھوٹ رہی تھیں
میں وقتی طور پر خوفزدہ ہوا تھا تاہم پھر خواب سمجھ کر ذہن
سے جھٹک دیا اپنے چھوٹے بھائیوں صداقت اور حماد
کو ان کے اسکول میں چھوڑا اور اپنے سکول پہنچ گیا۔
فری پریڈ میں اپنے دوستوں کو خواب سنایا مجھے بھی
بالکل یہی خواب آیا ہے وہ چاروں یک زبان ہو کر
بولے کون سا خواب علی شیر نے پوچھا یہ ہمارا کلاس فیلو
ہے عمار نے اسے ٹال دیا میں سوچوں کے سمندر میں
غوطہ زن تھا ہم پانچوں کو ایک ہی خواب کا آنا بے معنی
نہیں تھا۔

گھر آ کر میں بھی اسی بارے میں سوچتا رہا
رات کو میں سو رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میری نظر
چھت پر گئی اور میں چونک اٹھا وہ پنجہ منڈیر پر انگلیوں
کے بل چل رہا تھا وہ جہاں انگلیاں رکھتا وہاں سے ننھی
منی چنگاڑیاں پھوٹ رہی تھیں میں دم سادھے پڑا رہا
وہ شیطانی پنجہ کتنی ہی دیر چھت کے کنارے چہل قدمی
کرتا رہا پھر جست لگا کر نیچے اتر آیا اس کا رخ میری
جانب ہی تھا میرے لبوں سے آیت الکرسی نکلنے لگی
اس نے رخ بدلا اور دروازے کے نیچے سے گزر کر
باہر نکل گیا میرا دل ابھی تک تیز رفتاری سے دھڑک
رہا تھا۔ سکول جا کر معلوم پڑا کہ میرے دوستوں کے
ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا اگلے دو دن تک وہ یہی حرکتیں
کرتا رہا۔ سنڈے کو میرے دوست بھی آئے اور ہم
نے سار واقعہ میرے ابو سید قطب عالم شاہ کو سنائی
انہوں نے ہمیں ڈانٹا کہ ہم نے پنجہ کیوں نکالا
اور ہمیں تعویذ دیئے کہ گلے میں پہن لو اس کے بعد ہم
تو پرسکون ہو گئے مگر شیطانی پنجے نے شیطانیت دکھانی
شروع کر دی۔ لوگوں کے جانور پراسرار انداز میں قتل
ہونے لگے کچھ عرصہ بعد انسان بھی غائب ہونے لگے
ایک دن نواز بھی غائب ہو گیا اس کا تعویذ اس کے
کمرے میں کیل سے ٹنگا ہوا تھا غالباً وہ نہا کر پہننا
بھول گیا تھا ہم نے اسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی
مگر اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ نواز کے بعد عامر اور نوید
کی گمشدگی نے میرے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی
میں نے ساری بات اپنے دادا سید اقبال حسین شاہ کو
بتائی اور ان سے مدد کی درخواست کی انہوں نے ایک
عمل بتایا۔

عمل کرنا میرے لیے بہت مشکل کام تھا ایسا
کام میں نے پوری زندگی میں نہیں کیا تھا میں سوچنے
لگا کہ اگر مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا تو پھر میرے ساتھ کیا
ہوگا۔ وہ پنجہ میرا کیا حال کرے گا لیکن پھر ہمت کی کہ
جو کچھ ہوگا دیکھ لوں گا مجھے لوگوں کو پنجہ کے ہاتھوں
مرنے سے بچانا ہوگا اپنے دوستوں کو بچانا ہوگا اگر
میں نے یہ کام نہ کیا تو پھر نجانے کیا کچھ ہو جائے گا
میں یہ سوچتا رہا اور پھر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ اماوس کی ایک سیاہ رات تھی میں ٹارچ ہاتھ
میں تھامے قبرستان کی جانب رواں دواں تھا اس
شیطانی پنجے سے اپنے دوست چھڑانے اور پنجے کو ختم
کرنے کے لئے مجھے گیارہ دن کا چلہ کرنا تھا قبرستان
میں ہو کا عالم طاری تھا میں نے جگہ منتخب کی اور دائرہ
کھینچ کر بیٹھ گیا مجھے پڑھتے ہوئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ معاً زلزلہ سا
آنے لگا لیکن عجیب بات یہ تھی کہ جہاں میں بیٹھا تھا وہ
جگہ محفوظ تھی لیکن قبریں یوں ہل رہی تھیں گویا زلزلہ
آ رہا ہو ہلتی ہوئی قبروں سے مجھے بے حد خوف آ رہا تھا
تاہم کچھ دیر بعد سب ٹھیک ہو گیا لیکن خوف میرے

دل پر مسلط ہو چکا تھا کچھ دیر بعد مجھے بکری کے بچے کی میں میں کی آواز سنائی دی معا ایک شیر غرایا میں حیران ہوا کہ شیر یہاں کہاں سے آ گیا شیر نے بچے کی جانب جست لگائی وہ ممناتا ہوا قبریں پھلانگ کر بھاگنے لگا۔

شیر بدستور اس کے پیچھے تھا بلا آخر شیر نے سے دبوچ لیا چند لمحوں میں ہی شیر اسے ہڑپ کر چکا تھا۔ پھر شیر قبرستان میں گھومنے لگا وہ ایک ایک قبر کو سونگھتا جا رہا تھا آخر وہ ایک تقریباً نئی قبر کے پاس رک گیا۔ پھر میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا شیر نے اپنے اگلے پنجوں سے قبر کھودی اور مردہ نکال کر کھانے لگا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ ادھر ادھر منہ کر کے سونگھنے لگا گویا اسے مزید شکار کی تلاش تھی پھر اس کی قاتل نگاہیں مجھ پر مرکوز ہو گئیں وہ دم کو دائیں بائیں حرکت دیتا میری جانب بڑھنے لگا اسکی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور حلق سے ہلکی ہلکی سی غراہٹ مسلسل برآمد ہو رہی تھیں مجھ سے چند فٹ کے فاصلہ پر آ کر رک گیا اس کی دم تیزی سے حرکت کر رہی تھی وہ مجھے خوفناک نظروں سے گھور رہا تھا پھر اس نے اگلے پنجے اٹھائے اور جست لگا دی میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں چند لمحے بعد آنکھیں کھولیں تو وہاں کچھ بھی نہ تھا باقی رات بخیر بیت گئی۔

میں ہر روز ہی چلہ کرنے قبرستان جانے لگا تھا اور ہر روز ہی مجھے بہت خوفناک مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے لیکن میں ڈر خوف کے باوجود بھی چلہ کرنے میں مصروف رہتا کیونکہ میں اس پنجہ کی کہانی کو جاننا چاہتا تھا۔

آج چاند کی سات تاریخ تھی چاند کی مدھم روشنی قبرستان پر چھائی ہوئی تھی ہلکی ہوا درختوں کے پتوں میں سرسرا رہی تھی درختوں پر بسیرا کیے پرندے بھی خوف سے دبکے ہوئے پڑے تھے آج میرے عمل کی آخری رات تھی اور گزرنے والی ہر رات خوف کے پنجوں میں گزری تھی اور میرا خوف بے سبب نہیں ہوتا تھا ہر رات ہی غیر معمولی واقعات پیش آتے رہے تھے اور آج کی رات تو غالباً کافی بھاری پڑنے والی تھی میں نے اپنی مخصوص جگہ دائرہ لگایا اور عمل شروع کر دیا۔ دفعتاً قبر میں گہرا شگاف پڑا تھا معا اس میں سے ایک ہاتھ باہر نکلا پھر آہستہ آہستہ کفن پوش میری خوف سے بری حالت تھی کفن پوش نے ارد گرد دیکھا تو ساری قبریں پھٹنے لگیں سارے مردے ایک دائرے کی صورت میں کفن پوش کے گرد جمع ہو گئے یہ ہر روز آ کر ہمارا سکون غارت کرتا ہے اس نے میری جانب اشارہ کیا۔

ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ مردے یک زبان ہو کر بولے۔

تمہیں اسے یہاں سے بھگانا ہوگا۔ اسکی آواز میں وحشی درندے کی سی غراہٹ تھی۔

اے لڑکے جا چلا جا یہاں سے۔

وہ مردے میری جانب متوجہ ہو گئے میرا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کے درپے تھا۔

اے سنا نہیں تو نے چل بھاگ یہاں سے ورنہ پچھتائے گا۔

میں اونچی آواز میں عمل پڑھنے لگا وہ اپنی بے نور آنکھوں سے مجھے گھورتے میری جانب بڑھنے لگے وہ لمحہ بہ لمحہ میرے قریب آتے جا رہے تھے میری آنکھوں میں دہشت رقم ہو کر رہ گئی تھی لیکن دائرے کے قریب آتے ہی انہیں آگ لگ گئی کچھ دیر بعد ہوائیں سرسرانے لگیں دھیرے دھیرے ہواؤں نے طوفان کا روپ دھار لیا تھا ہوا میں چنگھاڑ رہی تھیں اور درختوں کی شاخیں کرب کے عالم میں سر پیٹ رہی تھیں پھر بارش ہونے لگی لیکن یہ بارش خونی تھی لیکن دائرے سے باہر تھی کچھ دیر بعد اس خون میں انسانی اعضا اور ہڈیاں تیرنے لگیں اتنا خوفناک منظر میں نے

آج تک نہیں دیکھا تھا۔

میں عالم دہشت میں لرزاں پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہا تھا میں نے پلکیں جھپکیں تو سب غائب ہو گیا میں نے اللہ اللہ کر کے یہ رات گزاری اذان سحر سے کچھ دیر قبل جونہیں میرا عمل مکمل ہوا شیطانی پنجہ آ گیا۔

معلوم ہوا کہ وہ ایک شیطان جادوگر کا پنجہ تھا وہ اک چلے میں مصروف تھا جب شدید ترین زلزلے سے وہ بستی زمین پر دھنس گئی تھی اس کا ڈھانچہ بعد میں کوئی اور جادوگر لے گیا تھا تاہم اس کا چلہ ناکام ہو گیا اور جادوگر سمیت ڈھانچے کو بھی آگ نے جکڑ لیا یہ ایک پنجہ وہیں رہ گیا تھا غالباً یہ ڈھانچے سے علیحدہ ہو گیا تھا اور اس جادوگر کے لیے کارآمد نہیں ہوگا جبھی اس نے اسے ڈھونڈ کر لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

قصہ مختصر میں نے وہ عمل گیارہ مرتبہ پڑھ کر شیطانی پنجے پر پھونکا تو وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ نواز اور عامر خود بخود ہی گھر آ گئے تھے لیکن انہیں یہ یاد نہیں کہ وہ کسی جگہ قید رہے تھے ہم نے ٹیلے پر جانے سے توبہ کر لی ہے اور اب ہماری زندگی پر سکون ہے۔

تمام پاکستانیوں کے نام

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

امتیاز حسنی۔ کراچی

محمد اپال رحمان کے نام

حال دل، پیار کو لفظوں میں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا
تم ہمارے کسی طرح نہ بنے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

طارق سلیم وچھیال۔ اسلام آباد

چڑیل کا انجام

---تحریر: محمد بلال۔ حافظ آباد

ہم درخت سے لکڑیاں کاٹنے لگے ابھی ہم نے تھوڑی سے لکڑیاں ہی کاٹی تھیں کہ میری نظر اوپر پڑی میری تو چیخ ہی نکل گئی درخت کے اوپر سے دھوئیں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نیچے گر رہے تھے میں نے اپنے دوستوں کو بتایا تو ان کی بھی چیخیں نکل گئیں ہم تینوں ہم تینوں نے اپنا سامان وہیں چھوڑا اور بھاگنے لگے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے ایک بہت ہی بھیانک چڑیل کھڑی تھی جس کے ہاتھوں کی جگہ سانپ لٹک رہے تھے دو لمبے لمبے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے آنکھیں بہت بڑی بڑی تھیں ناک کی جگہ گڑھا بنا ہوا تھا اس کو دیکھ کر میں سکتے میں آ گیا۔ وہ بہت ہی غصہ میں تھی اور غصہ میں بولے جا رہی تھی کہ بچو آج تو تم میری بستی اجاڑ کر چلے گئے ہو میرے بچوں کو مار دیا ہے لیکن بہت جلد میں اس کا انتقام لوں گی۔ میں نے جلدی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور دوڑ لگا دی۔ ہم گھر پہنچ گئے تو ہم نے کسی کو کچھ نہیں بتایا بلکہ ہم نے گھر میں کہا۔ ہمارے پیچھے بھیڑیا لگ گیا تھا اس لیے ہم اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں رات ہونے والی تھی ہم اپنے اپنے گھر چلے گئے صبح ہوئی تو مجھے بہت تیز بخار ہو گیا تھا میرے گھر والے بہت پریشان تھے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے میرے ابو ڈاکٹر کو لے آئے لیکن بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا میرے دونوں دوست بھی بخار میں جلنے لگے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

ہمارے گاؤں سے کچھ فاصلہ پر سے دو نہریں گزرتی تھیں ان نہروں کے اردگرد نگل بنا ہوا تھا جہاں سے ہم لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور جلاتے تھے ہم تینوں کی آپس میں گہری دوستی تی ہم جہاں بھی جاتے تھے اکٹھے ہی جاتے تھے ارے گاؤں پر ہماری دوستی کی دھوم تھی ایک دن م تینوں نہر پر لکڑیاں کاٹنے کے لیے گئے ہم باتوں وں میں کافی آگے نکل گئے تھے کچھ فاصلہ پر ہمیں ب برگد کا درخت نظر آیا اس درخت کے بارے ں ہم نے بہت ہی باتیں سن رکھی تھیں کہ اس پر جن ۔ چڑیلوں کا بسیرا ہے جو کوئی بھی اس درخت سے ڑیاں کاٹتا ہے وہ زندہ نہیں رہتا ہم تینوں نے کہا آج اسی درخت سے لکڑیاں کاٹتے ہیں جو

ہو گا دیکھا جائے گا ہم نے اپنا سامان وہیں پر ایک طرف

رکھ دیا۔ ہم درخت سے لکڑیاں کاٹنے لگے ابھی ہم نے تھوڑی سے لکڑیاں ہی کاٹی تھیں کہ میری نظر اوپر پڑی میری تو چیخ ہی نکل گئی درخت کے اوپر سے دھوئیں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نیچے گر رہے تھے میں نے اپنے دوستوں کو بتایا تو ان کی بھی چیخیں نکل گئیں ہم تینوں ہم تینوں نے اپنا سامان وہیں چھوڑا اور بھاگنے لگے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے ایک بہت ہی بھیانک چڑیل کھڑی تھی جس کے ہاتھوں کی جگہ سانپ لٹک رہے تھے دو لمبے لمبے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے آنکھیں بہت بڑی بڑی

تھیں ناک کی جگہ گڑھا بنا ہوا تھا اس کو دیکھ کر میں سکتے میں آ گیا۔

وہ بہت ہی غصہ میں تھی اور غصہ میں بولے جا رہی تھی کہ بچو آج تو تم میری بستی اجاڑ کر چلے گئے ہو میرے بچوں کو مار دیا ہے لیکن بہت جلد میں اس کا انتقام لوں گی۔

میں نے جلدی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور دوڑ لگا دی۔ ہم گھر پہنچ گئے تو ہم نے کسی کو کچھ نہیں بتایا بلکہ ہم نے گھر میں کہا۔

ہمارے پیچھے بھیڑیا لگ گیا تھا اس لیے ہم اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں رات ہونے والی تھی ہم اپنے اپنے گھر چلے گئے صبح ہوئی تو مجھے بہت تیز بخار ہو گیا تھا میرے گھر والے بہت پریشان تھے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے میرے ابو ڈاکٹرز کو لے آئے لیکن بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا میرے دونوں دوست جنہنے لگے کافی دنوں بعد بھی جب بخار نہ اترا تو میرے ابو کو کسی نے مشورہ دیا کہا۔

شہر میں ایک بزرگ ہیں بہت ہی اللہ والے ہیں ان سے دم کروا لو تو شاید اس کا بخار اتر جائے میرے ابو اسی وقت اس آدمی سے ان بزرگ کا پتہ پوچھ کر ان کے پاس پہنچ گئے اور انکو میرے بارے میں بتایا اور ان کو ساتھ لے کر گھر آ گئے ان بزرگ نے مجھے دم کیا اور کہنے لگے۔

اس پر چڑیل کا سایہ ہے یہ تینوں جب لکڑیاں کاٹنے گئے تھے تو انہوں نے اس چڑیل کے گھر کو اجاڑ دیا تھا جس درخت سے انہوں نے لکڑیاں کاٹی تھیں اس درخت پر اس چڑیل کا بسیرا تھا اس کے بچے اس درخت سے نیچے گر کر مر گئے ہیں اب وہ اپنے بچوں کا بدلہ لینا چاہتی ہے اس نے اس چڑیل کو دیکھا تھا اس لیے اسے یعنی مجھے بخار ہو گیا ہے۔

میرے گھر والے بہت پریشان ہو گئے کہ اب کیا ہو گا انہوں نے کہا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے انہوں نے ایک تعویذ مجھے دیا اور کہنے لگے۔

اسے پہن لو انشاء اللہ وہ چڑیل اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

چنانچہ اس تعویذ کی وجہ سے میرا بخار جلد ہی اتر گیا اس کے بعد آہستہ آہستہ ہم اس بات کو بھولنے لگے اور ہم تینوں پھر سے اکٹھے ہوئے کچھ عرصہ بعد ہم اس واقعہ کو بھول چکے تھے اور پھر سے نہروں پر لکڑیاں کاٹنے کے لیے جانے لگے۔

ایک دن ہم تینوں نہر کے کنارے چلے جا رہے تھے کہ میں آگے آگے تھا اور میرے دونوں دوست پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ میں اپنی ہی سوچوں میں گم چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس چڑیل نے میرے ای دوست عظیم پر حملہ کر دیا اور اس کی آواز بھی نہ نکلنے دی اور اسکا خون پی کر اس کا دل نکال کر کھا گئی اور میرے دوسرے دوست نیامت کی طرف بڑھی اور اس کی گردن میں اپنے دانت گاڑھ کر اس کا خون پینے لگی اچانک میری نظر پیچھے پڑی تو میری چیخ نکل گئی وہ چڑیل میرے دوست کی گردن پر سوار ہے کہا س کا خون پینے میں مصروف تھی میں دوڑا اور جا کر اس کو ایک طرف دھکیل دیا میرا ہاتھ لگتے ہی اسے جیسے کرنٹ سا لگ گیا وہ پیچھے کھڑی ہو کر قہقہے لگانے لگی میں نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئی میں نے جلدی جلدی اپنے دوست کو کندھے پر اٹھایا اور گاؤں لے آیا اس کے سانس ابھی باقی تھے میں گاؤں آیا اور سب گاؤں والوں کو بتا دیا کہ ہمارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا گاؤں والوں نے نیامت کو جلدی جلدی ہسپتال پہنچایا لیکن بے سود ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کا خون بہت نکل چکا ہے اس کا بچنا بہت ہی مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے کچھ ہی دیر بعد میرے دوست نے بھی دم توڑ دیا میرے تو جیسے ہوش ہی اڑ گئے میرے دونوں

دوستوں کی اموات میرے سامنے تھیں اور میں کچھ نہیں کر سکا میرے دوستوں کو دفنا دیا گیا۔ میں کیلا رہ گیا دیواروں سے ٹکریں مارتا تھا اور ہر کسی کو اپنے دوستوں کا قاتل کہتا تھا لوگ مجھے پاگل سمجھنے لگے کوئی مجھ سے بات نہیں کرتا تھا کچھ دن بعد مجھے ہوش آیا میں نے سوچا کہ اس طرح رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوگا مجھے اپنے دوستوں کا اس چڑیل سے بدلہ لینا ہوگا یہی سوچ کر میں نے ابو سے ان بزرگ کا پتہ پوچھا اور ان کے پاس چلا گیا وہ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے میں باہر کھڑا رہا کچھ دیر بعد انہوں نے قرآن پاک کو ایک طرف رکھا اور مجھے آواز دے کر اندر بلا لیا میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور انکو اپنی داستان سنانے لگا سب کچھ سننے کے بعد میں رونے لگا انہوں نے مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ صبر کرو میں کچھ کرتا ہوں۔

میں نے کہا میں اس چڑیل سے اپنے دوستوں کا بدلہ لینا چاہتا ہوں ۔وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہنے لگے۔

بیٹا میں تو اس میں تمہارے ساتھ چل تو نہیں سکتا یہ کام تم کو خود ہی کرنا ہوگا لیکن تمہاری مدد ضرور کر سکتا ہوں۔ میں نے پوچھا۔

وہ کیسے۔

تو وہ کہنے لگے یہ تلوار تم لے جاؤ یہ بہت ہی طاقتور ہے اس تلوار کی نوک تم اس چڑیل کے سر میں چبھو دینا جس سے وہ ایک گیند کی طرح بن جائے گی تو اس گیند کو تم اٹھا کر میرے پاس لے آنا۔ اور ہاں کسی دھوکے میں نہ آنا چاہے میں ہی سامنے آجاؤں یہ تلوار مت چھوڑنا۔

میں نے ہاں میں سر ہلایا اور ان سے اجازت لے کر گھر کی طرف چل دیا۔ انہوں نے مجھے دعا دی اور کہنے لگے۔

جاؤ اللہ تمہیں کامیاب کرے گا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

گھر آ کر میں نے کھانا کھایا اور سو گیا کچھ دنوں بعد میں شہر کی طرف چل دیا تو میرے ابو مجھے روکنے لگے اور کہا۔ بیٹا وہاں مت جاؤ وہاں تمہارے لیے موت ہے میں نے ان کو بتایا کہ میں نے بزرگ سے اجازت لے لی ہے اور انہوں نے مجھے یہ تلوار بھی دی ہے اور کہا ہے کہ اس چڑیل کو مار دو میرے ابو نے مجھے گلے سے لگایا اور کہنے لگے۔

جاؤ بیٹا اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

میں چل پڑا اور اس درخت کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا میں کافی دیر وہیں کھڑا رہا لیکن وہ چڑیل میرے سامنے نہ آئی میں مایوس ہو کر گھر واپس آ گیا اگلے دن بھی میں وہاں جا کر کھڑا رہا لیکن وہ چڑیل نظر نہ آئی اس طرح کئی دن گزر گئے وہ چڑیل میرے سامنے نہ آئی اور میں کافی دیر وہاں کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرتا رہا آخر ایک دن میں ان بزرگ کے پاس چلا گیا اور انہیں جا کر کہا۔

میں کئی دنوں سے وہاں شہر پر جا تا رہا ہوں لیکن وہ چڑیل مجھے نظر نہیں آئی ہے انہوں نے مجھے کہا ۔بیٹا وہاں جا کر اس درخت کے پاس جا کر کھڑے ہو جانا اور کہنا۔

اے شیطان کی اولاد تیری موت تیرے سامنے آ گئی ہے ہمت ہے تو آ کر میرا مقابلہ کر میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں ایسا ہی جا کر کہتا ہوں اور پھر ان سے اجازت لے کر گھر آ گیا۔

اگلے دن میں اس درخت کے پاس گیا اور ان بزرگ نے جو الفاظ کہے تھے وہ دہرائے اور انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر بعد زمین ہلنے لگی اور پتھر اور پتے وغیرہ ادھر ادھر اڑنے لگے میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو گیا کچھ دیر بعد میں نے آنکھیں کھول

کر دیکھا تو میرے سامنے وہی چڑیل کھڑی تھی میرے سر پر خون سوار تھا میں اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھنے لگا تھا کہ یکا یک میں ٹھٹک کر وہیں کھڑا ہو گیا اس چڑیل نے زمین پر پاؤں مارا تو نیچے سے کئی لمبے لمبے سانپ نکل کر میری طرف بڑھنے لگے ان سانپوں کے منہ اور چہرے انسانوں جیسے تھے گردن سے پیچھے پیچھے سے وہ سانپ تھے ایسے عجیب وغریب قسم کے سانپ دیکھ کر میرا خوف سے برا حال ہو گیا وہ سب سانپ میرے قریب آ گئے۔

میں نے ان پر تلوار سے حملہ کر دیا لیکن انکو کچھ بھی نہیں ہوا جیسے وہ روحیں ہوں وہ تلوار ان کے جسموں میں سے گزر کر نکل جاتی تھی میں اور بھی خوفزدہ ہو گیا پھر ان میں سے ایک سانپ اچھلا اور میری طرف چھلانگ لگانے لگا اچانک ہی مجھے جیسے خیال آیا اور میں نے تلوار آگے کر دی تو یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وہ سانپ اس تلوار سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور اسی حالت میں غائب ہو گیا اسی طرح وہ سارے سانپ جن کے چہرے انسانی شکل کے تھے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آتے رہے اور میری تلوار سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب سانپ ختم ہو گئے۔

اس چڑیل نے جب اپنے سانپوں کا یہ حشر دیکھا تو اس نے کچھ پڑھ کر میری طرف پھونک ماری جس سے اس کے منہ سے ایک بہت ہی بڑا آگ کا گولہ نکلا اور میری طرف بڑھنے لگا جب وہ گولہ میرے قریب آیا تو میری تلوار والے ہاتھ میں خود بخود حرکت ہوئی اور میری تلوار میرے سامنے آ گئی وہ آگ کا گولہ میری تلوار سے ٹکرا کر ختم ہو گیا۔

میں حیران ہو کر یہ سب دیکھ رہا تھا کہ ایک طرف سے مجھے وہی بزرگ آتے ہوئے دکھائی دیئے انہوں نے مجھے کہا۔

بیٹا اس تلوار کی طاقت اب ختم ہو گئی ہے یہ تلوار اب مجھے واپس کر دو یہ دوسری تلوار لے لو میں آگے بڑھا اور ان کو تلوار دینے ہی والا تھا کہ مجھے غیبی آواز سنائی دی۔ بیٹا یہ نظر کا دھوکہ ہے اپنی تلوار مت چھوڑنا اور میں نے پھرتی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا اچانک ہی اس شخص کا جو کہ بزرگ کی شکل میں تھا جو کہ ایک بھیانک بھوت تھا اور اس چڑیل کا ساتھی تھا اسکا چہرہ بدلنے لگا اور وہ ایک بہت ہی بھیانک روپ میں آ گیا اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھنے لگا جب وہ مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر رہ گیا تو میں یکا یک اچھلا اور تلوار کی نوک اس بھوت کے سر میں چبھو دی جس سے ایک بہت ہی کربناک چیخ مار کر وہ ایک گیند کی شکل میں آ گیا میں نے اس کو اٹھایا اور اپنی جیب میں ڈال لیا اور چڑیل کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ اپنے ساتھی یہ سب ہوتا دیکھ کر بہت ہی غصہ ہو رہی تھی اس نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور اس کے ہاتھ میں ایک تلوار آ گئی اب ہم دونوں لڑنے لگے کافی دیر ہم لڑتے رہے پھر اچانک ہی مجھے موقع ملا اور میں نے تلوار کی ایک ضرب اس کے بازو پر لگائی یہ ضرب ایسی کاری تھی کہ اس کا بازو کٹ کر کئی فٹ دور جا گرا۔ میں یہ دیکھ کر خوش ہوا تو اس چڑیل نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جو کہ اڑ کر آیا اور اس کے جسم کے ساتھ دوبارہ سے لگ گیا جیسے کٹا ہی نہیں تھا میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن اس دوران وہ دوبارہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئی۔

اب پھر ہم دونوں لڑنے لگے تھے کافی دیر لڑتے رہے اور اچانک ہی وہ نیچے ہو کر مجھ پر حملہ کرنے لگی میں نے موقع غنیمت جانا اور اچھل کر اس کے سر پر اس تلوار کی نوک زور سے چبھو دی تلوار کی نوک چبھتے ہی وہ چڑیل ایک کربناک چیخ مار کر گیند کی طرح ہو گئی جس طرح اسکا ساتھ ہو گیا

تھا۔

میں نے جلدی سے اس کو بھی اٹھا کر اپنی جیب میں ڈالا اور وہاں سے چل پڑا میں جلدی جلدی ان بزرگ کے پاس پہنچ گیا اور ان کے سامنے ان دونوں گیندوں کو جو کہ بھوت اور چڑیل رکھ دیا اور خود بھی پاس ہی بیٹھ گیا۔

ان بزرگ نے ان دونوں کے اردگرد حصار کھینچا اور کچھ پڑھ کر ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اپنی اصلی شکل میں آگئے اور مجھ سے معافی مانگنے لگے لیکن میں نے کہا۔

تم نے میرے دوستوں کو کھا لیا ہے ان کا خون پیا ہے اب میں تمہیں کسی بھی صورت میں معاف نہیں نہیں کر سکتا بزرگ نے مجھ سے پوچھا۔

تم ان کو کیا سزا دینا چاہتے ہو میں نے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ ان کو ایسی زبردست سزا ملے کہ ان کی ساری نسلیں یاد رکھیں۔

انہوں نے کہا پھر تمہیں ایک کام کرنا ہوگا میں نے کہا کیا کرنا ہوگا مجھے تو وہ کہنے لگے۔

بیٹا تم ان پر اپنا خون چھڑکو۔ یہ خون ان پر کوڑوں کی مانند برسے گا۔

میں نے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے ایک چھڑی پکڑی اور اس سے اپنے بازو پر زخم لگایا اور اس زخم سے نکلنے والا خون ایک مٹی کے پیالے میں جمع کیا تو ان بزرگ نے وہ پیالہ مجھ سے لیا اور ان دونوں پر آہستہ آہستہ چھڑکنے لگے۔

وہ خون کے قطرے جہاں جہاں ان پر گرتے تو وہاں سے ان کے جسموں سے دھواں اٹھتا رہا اور وہ ایسی کربناک اور ایسی دل ہلا دینے والی چیخیں مارنے لگے کہ مجھے اپنے اردگرد در و دیوار ہلتے ہوئے نظر آئے کافی دیر تک ان کی چیخیں بلند ہوتی رہیں پھر بزرگ نے وہ مٹی کا پیالہ ایک طرف رکھا اور منہ میں کچھ پڑھ کر ان دونوں پر پھونک ماری جس سے ان کو آگ لگ گئی اور ان کی چیخیں پھر سے بلند ہونے لگیں میں ان کی چیخیں سن سن کر اندر ہی اندر خوش ہو رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد ان کی چیخیں ختم ہو گئیں اور ان کے جسموں کی راکھ بن کر غائب ہو گئی۔

میں نے بزرگ کا شکریہ ادا کیا اور ان سے اجازت لے کر گھر آ گیا گھر آ کر میں نے گھر والوں اور سب گاؤں والوں کو اس چڑیل کے بھیانک انجام سے آگاہ کر دیا آج میں بہت ہی خوش تھا کیونکہ آج میں نے اپنے دونوں دوستوں کا انتقام لے لیا تھا جو کہ ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔

محمد بلال۔ حافظ آباد۔

مجھ کو تو یاد نہیں تجھ کو خبر ہو شاید
لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مجھے برباد کیا
(محمد بشیر' بھینہ)

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر
لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا
(گلزار حسین شاکر)

اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے
فقط جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تیری گفتگو نہیں کرتے
(نازیہ' ساہیوال)

اپنی مٹی پہ ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے
(بشیر احمد تو قیر' مظفر ابو مسی)

کیا بتاؤں کہ روٹھ کر تجھ سے
آج تک تجربوں میں کھویا ہوں
تو مجھے بھول کر بھی خوش ہو گی
میں تجھے یاد کر کے رویا ہوں

خونی ریگستان

---تحریر: محمد نادر شاہ۔ شجاع آباد

بابا نے کہا یہ جادوگر بہت طاقتور ہے یہ ایسے آسانی سے نہیں مرے گا تمہارے پاس ایک کالی ماتا کا ترشول ہے یہ اس سے مرے گا بیٹا۔ ہم ترشول کی جانب لپکے اور ہم نے تین ترشول اٹھا لیے اور اس کی جانب لپکے پہلے تو وہ قہقہے لگا رہا اور جب اس نے ہمارے ہاتھوں میں ترشول دیکھے تو وہ گھبرا گیا اور میں نے اس پر وار کر دیا۔ وہ خود کو بچانے کی کوشش کرنے لگا لیکن ہم سب ہی اس کے پیچھے پڑ گئے تھے لیکن وہ کب تک ہمارے ہاتھوں سے بچتا میں نے تیزی سے اس کے دل پر وار کر دیا۔ میرے وار کرتے ہی ہم سب ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور پھر اس کو اٹھنے نہ دیا وہ آخری سانسیں لینے لگا اس کی [illegible] کے بعد محل میں ایک طوفان سا اٹھنے لگا پہاڑ ٹوٹنے لگے تو ہم سب اوپر اڑتے ہوئے محل سے باہر نکل گئے جب ہم کافی اوپر چلے گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ محل جس میں ہم کچھ دیر موجود تھے وہ محل زمین بوس ہو گیا تھا۔ ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ہم بہت ہی خوش تھے کیونکہ جو مشن لیکر ہم چلے تھے وہ آج پورا ہو گیا تھا ہم ان دونوں و [illegible] کے گھر پرستان چلے گئے وہاں سب ہی ہمارا انتظار کر رہے تھے ہمارے آنے کی خوشی میں وہاں ایک جشن کا سماں تھا سب نے ہمیں اپنے گلے سے لگایا۔ بیٹا یہ جو میری بیٹی سنبل ہے میں اپنی مرضی سے اسے فلک شیر کو دے رہا ہوں اور پھر دوسرا بادشاہ بولا یہ میری بیٹی حسن بانو ہے یہ میں نادر شاہ کو دے رہا ہوں اور پھر سب طاہر کی طرف دیکھنے لگے تو طاہر بولا۔ میں جانتا ہوں کہ اب تم سب میرے لیے ایک پری کا انتظام کرنا چاہتے ہو لیکن میں اس پری سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو سات قبیلوں کی ملکہ ہو۔ اس کی اس بات پر سب ہی ہنسنے لگے۔ ظفر اور نیلم بولے اگر ہمارے قبیلے والے ہمیں اجازت دیں تو ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ انسانی بستی چلے جائیں جلد ان کی اس خواہش کو پورا کر دیا گیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ تیار ہو گئے ہم سب ہی ان سے اجازت لے کر اڑنے لگے جب ہم خونی ریگستان سے گزرنے لگے تو وہاں لاشیں ابھرنے لگیں ان لاشوں میں ہمارے دوستوں عبدالمجید اور ماجد کی لاشیں بھی شامل تھیں انکو دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے

۔ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

آج بہت خوشگوار موسم تھا۔ جسے ہم دوست دیکھ کر بہت لطف اندوز ہو رہے تھے ہم چھ دوست تھے ایک طاہر عباس اور میں دوسرا عبدالمجید اور فلک شیر ماجد اور احسان ہم ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے ہم ایک ہی ساتھ بیٹھتے تھے اور ہمارے استاد صاحب بہت ہی اچھے تھے ایک مرتبہ ہم دوستوں نے فیصلہ کیا کہ ہم کسی جگہ سیر کے لیے جائیں گے اور پھر ایک مرتبہ طاہر نے ہم سے کہا کہ ہم مری جائیں گے اس پر ہم نے ہاں کر دی۔ اور اب مسئلہ تھا کہ گھر والوں سے کیسے اجازت لی جائے انہی دنوں ہمارے سکول میں جس سے کچھ بچے مری سیر کے لیے جا رہے تھے اور ہم نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور والدین سے اجازت لے لی اس طرح ہم بھی مری جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

پھر گھر والوں نے ہمیں یعنی طاہر عباس کو پانچ ہزار اور عبدالمجید کو تین ہزار اور فلک شیر کو چھ ہزار اور ماجد کو چار ہزار روپے اور احسان کو سات ہزار روپے اور مجھے دو ہزار میرے بڑے بھائی نے دیے تین ہزار والد نے مجھے دیے اور چار ہزار چھوٹے بھائی نے دیے ہم چھ بہن بھائی ہیں چار بھائی اور دو بہنیں پہلے ہم آٹھ بہن بھائی تھے اور میری دو بہنیں فوت ہو گئی اور اب ہم چھ بہن بھائی تھے میرے بڑے دو بھائیوں اور ایک بہن کی شادی ہو چکی ہے اور ہمارے آنگن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوٹی سی عمر میں ہی چچا بنا دیا تھا میرے بڑے بھائی کے ہاں بچی پیدا ہوئی اور پھر چھوٹے بھائی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا میری بھتیجی کا نام پہلے حنا رکھا گیا اور پھر بعد میں اس کا نام زینت رکھا گیا۔ میرے بھتیجے کا نام اس کے نانا ابو جس کا نام عمر دین تھا اس نے اس کا نام حسن رکھا اور اب میرے پاس نو ہزار روپے تھے اور پھر گھر سے ہم روانہ ہو گئے اسی طرح ایک اسٹیشن پر ہماری ٹرین رکی اور ہم کھانے کی غرض سے ہوٹل میں چلے گئے کیونکہ ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ اس اسٹیشن پر گاڑی نے دو گھنٹے رکنا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ہم ادھر ادھر سیر کے لیے نکل پڑے اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے اور پھر ہم چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں بہت گھنا جنگل تھا اور پھر عبدالمجید نے سوال کیا کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ ہم کہاں آ گئے ہیں اس کے بعد میں نے اپنے دوست طاہر سے کہا ہم واقعی بہت دور نکل گئے ہیں اس کے بعد فلک شیر نے کہا واپس چلتے ہیں اور ہم نے واپسی کا رخ کیا۔ ہم چلتے چلتے تھک گئے تھے لیکن کہیں دور دور تک کوئی ذی روح کا نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اور نہ ہی ہمیں اسٹیشن دکھائی دے رہا تھا اس کے بعد طاہر نے کہا ہم لوگ لگتا ہے کہ راستہ بھٹک گئے ہیں اور یہ کونسی جگہ ہے ہم تو کبھی یہاں پہلے آئے ہی نہیں ہے پھر کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے زمین پر لیٹ گئے اور پھر ہمیں کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس پر ہم نے چونک کر دیکھا تو ہم دنگ رہ گئے سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی اس کا سر جسم سے جدا تھا وہ اپنے سر کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کھڑی مسکرا رہی تھی جو میرا دوست مجید تھا ہمارے دونوں کے پیچھے چھپ گیا اس پر میں نے ہمت کر کے اس سے پوچھا۔

تم کون ہو۔ اور یہاں کیا کر رہی ہو۔

اس لڑکی کے سر سے آواز سنائی دی۔ یہ سوال تو مجھے تم لوگوں سے کرنا چاہیے تھا۔ کہ تم کون ہو اور میرے علاقے میں کیا کر رہے ہو۔

یہ تمہارا علاقہ ہے۔ میں نے پوچھا۔

ہاں یہ میرا علاقہ ہے۔

لیکن تمہارا یہ سر کیوں کٹا ہوا ہے اور کس نے کاٹا ہے ماجد نے سوال کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ رونے لگی اور پھر مت نے کر کے میں نے کہا بتاؤ تو سہی کہ یہ سب کیا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ ہمارے قریب آ گئی اور پھر وہ ہمارے قریب ہی بیٹھ گئی اس نے کہا۔

یہ ایک بہت لمبی داستان ہے۔ میرا باپ اس جنگل کے سات قبیلوں کا بادشاہ تھا تمام قبیلے والوں کے تعلقات ایسے تھے جیسے بھائیوں کے ہوتے ہیں تمام قبیلے والے میرے والد صاحب سے بہت متاثر تھے کیونکہ وہ ہمیشہ غریبوں کا ساتھ دیتے تھے ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے اس وقت میرے دادا ابو بھی زندہ تھے میرے والد کی شادی کو پانچ سال ہو گئے تھے لیکن ان کی اولاد نہ تھی کسی نے میرے ابو کو بتایا کہ اس جنگل کے باہر ایک ندی ہے اس ندی کے پار ایک بزرگ رہتے ہیں جو روحانی علاج کرتے ہیں اور پھر میرے ابو اور امی دونوں اس بزرگ کے پاس چلے گئے اور انہیں جا کر اپنا مسئلہ بتایا۔ کہ ان کی شادی کو پانچ سال بیت گئے مگر کوئی اولاد نہیں ہے اس

بزرگ نے ان کو ایک پانی کی بوتل دی اور کہا اسے ہر روز صبح نماز پڑھنے کے بعد ایک گلاس وہیں ایک ڈھکن ڈال کر پی لیں انشاء اللہ مہینے میں اللہ پاک آپ کو اولاد عطا فرمائیں گے میرا ابو اولاد کی خاطر گیا تھا اور اس نے سوچا اللہ کے کلام میں بڑی طاقت ہے اور پھر میں اپنی والدہ کی کوکھ میں پلنے لگی نو ماہ بعد میں نے اس دنیا میں جنم لیا اور پھر میں آہستہ آہستہ چلنا سیکھا جب میں پیدا ہوئی تو میرے دادا ابو اور میرے والد نے ساتوں قبیلوں میں مٹھائی تقسیم کی اور پھر میں بڑی ہونے لگی وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اور میں جوان ہوگئی جب میری عمر سولہ برس کی ہوئی تو میرے دادا ابو اور میرے والد کی ایک قبیلے سے دشمنی ہوگئی اور پھر دو روز بعد میرے والد والدہ دادی اور دادی کو ان قبیلے والوں نے میرے سامنے قتل کر دیا میں اکثر راتوں کو دیر سے گھر آتی تھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی تھی جب میں گھر واپس آئی تو یہ ہنگامہ دیکھ کر میں دروازے کے پیچھے چھپ گئی اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب وہ سب کو قتل کرکے وہ لوگ جانے لگے تو انہیں سے ایک نے کہا اس بادشاہ کی بیٹی ہے جو بہت خوبصورت ہے اور اس کو تم نے قتل نہیں کیا۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا اسے ہمیں زندہ ڈھونڈ لیں گے۔ کیونکہ اس لڑکی نے ہمارے قبیلے والوں کو بہت بے چین کر رکھا ہے اس کے بعد ایک نوجوان نے کہا وہ لڑکی تو کوئی پری ہے اگر وہ ایک رات کے لیے مل جائے تو میں سمجھوں گا کہ دنیا جہاں کی ساری دولت مجھے مل گئی ہے اس کے بعد وہ لوگ مجھے ڈھونڈنے لگے اور میں اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی اور میں نے دیکھا کہ ایک لڑکا میری طرف آرہا ہے میں وہاں سے بھاگ گئی اس لڑکے نے مجھے دیکھ کر شور مچا دیا کہ وہ دیکھو وہ وہاں جارہی ہے اسکے بعد وہ لوگ میرے پیچھے بھاگے اور میں ان کے آگے بھاگتی رہی ان کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جارہی تھی اور وہ لوگ میرے بہت قریب ہونے لگے اس کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا میری پیچھے مڑ کر دیکھنا ہی بہت بڑی غلطی تھی مجھے ٹھوکر لگی اور میں نیچے گر گئی۔ اس موقع پر انہوں نے مجھے دبوچ لیا اور وہ لوگ مجھ سے عیاشی کرنے لگے اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور سامنے اسے ایک بہت بڑا ستارا چمک رہا تھا اس کے بعد وہ ستارہ ایک وجود اختیار کر گیا جو انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت نورانی چہرے والے بزرگ سامنے کھڑے سب کچھ دیکھ رہے ہیں اس بزرگ نے ان لوگوں سے کہا اس بچی کو چھوڑ دو اس پر وہ لوگ بہت غصہ میں آگئے اور کہا اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو تو کیا کرے گا اس پر بزرگ مسکرائے اور کہا میں نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو ورنہ بہت پچھتاؤ گے اس کی بات سن کر وہ اسے مارنے کے لیے اس کی طرف بڑھنے لگے تو بزرگ نے اپنا ہاتھ کا اشارہ کیا تو ان کے ہاتھ میں سے بجلی کی لہریں نکلیں اور ان لوگون کو جلا کر راکھ کر دیا اس بزرگ نے مجھے ایک چادر دی جس سے میں نے اپنا وجود چھپا لیا۔ بابا نے کہا اٹھ بیٹی تیری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا اور اس بابا نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا اور میں کھڑی ہوگئی مجھے لے کر وہ ایک طرف چل دیے جب ہم بہت دور آگئے تو مجھے دور سے ایک جھونپڑی نظر آئی جب ہم جھونپڑی کے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی ایک طرف نماز پڑھ رہی تھی بابا نے مجھے ایک طرف جانے کا اشارہ کیا تو میں وہاں کھڑی ہوگئی اتنے میں اس لڑکی نے نماز سے فارغ ہو کر دعا کی اور پھر بابا سے بولی۔ لگتا ہے کہ یہ بھی میری ہی میری طرح مظلوم ہے۔ اس کی بات سن کر بابا نے گردن ہلا دی وہ اٹھی اور اس نے اپنے بیگ سے ایک لباس نکالا اور مجھے دیتے ہوئے کہا اسے پہن لو میں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر کپڑے لے کر غسل خانے کی طرف چلدی کپڑے پہنے اور باہر نکل

آئی کپڑے بہت ہی پیارے تھے نجانے کیوں مجھے رونا آ گیا وہ مجھے روتا ہوا دیکھ کر میرے پاس آئے اور مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی اس پر میں نے اپنے ساتھ ہونے والے تمام واقعات ان کو سنا دیئے میری کہانی سن کر انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ جب میں نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں آپ کے قبیلے کی سب سے خوبصورت لڑکی ہوں کس کا نام تو نے سنا بھی ہوگا جواب ایک مہینے سے غائب ہے اس پر میں نے جواب دیا ہاں وہ لگی ۔ہاں وہ ہی بدنصیب ہوں میں اور پھر میں نے کہا۔تم یہاں تک کیسے پہنچی۔ وہ بولی ایک رات مجھے بہت بے چینی ستانے لگی اور میں ندی پر آ کر نہانے لگی جن نوجوانوں نے تجھ سے زبردستی کی وہ وہ۔۔۔وہ وہ رونے لگی اس کی آواز اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی وہ وہاں آن پہنچے اور پھر مجھے اٹھا کر ایک طرف چلنے لگے میں نے ان لوگوں سے اپنی عزت کی بھیک مانگی لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی اور مجھے ایک جھونپڑی میں لے گئے اور پھر۔۔۔وہ رو دی۔ میں بھی رو رہی تھی کیونکہ ایسا کچھ میرے ساتھ بھی ہو چکا تھا۔ وہ بولتی جا رہی تھی ۔وہ بہت ہی ظالم لوگ تھے میں ان کے ہاتھوں سے بھاگتی رہی لیکن وہ بھلا مجھے کیسے بھاگنے دیتے ان پر شیطان سوار تھا وہ سب ہی تو شیطان بنے ہوئے تھے انہوں نے مجھے تباہ کر دیا اور مجھے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا میں نے گھر جانا مناسب نہ سمجھا اور اسی ندی میں چھلانگ لگا دی۔

آج بہت گرمی ہے ندی کے پانی مین نہا لینا چاہیے اس ارادے سے بابا رحمان گھر سے نکلے ہے جب بابا ندی پر پہنچے تو دیکھ کر حیران ہو گئے پانی میں ایک خوبصورت لڑکی پڑی ہے جب بابا نے اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لڑکی دھیمی دھیمی سانسیں لے رہی تھی بابا نے اسے ہلایا جلایا لیکن لڑکی بے ہوش تھی بابا نے اسے اٹھایا ار اپنی جھونپڑی میں لے آئے کچھ دیر بعد لڑکی ہوش میں اانے لگی جب لڑکی مکمل طور پر ہوش میں آ گئی تو بابا نے نماز پڑھ کر سلام پھیری اور لڑکی کی طرف دیکھا لڑکی نے اپنے جسم پر ایک کمبل ڈال رکھا تھا بابا نے اسے اپنی بچی کے کپڑے نکال کر دیئے ایک سال پہلے سانپ نے ڈسنے سے وہ مر گئی تھی اور پھر اس نے وہ کپڑے پہن لیے بابا نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام تمسی بتایا بابا نے پوچھا کہ یہ تو ہندوؤں کا نام ہے اور پھر اس لڑکی نے اسلام قبول کر لیا لیکن بابا نے اس کا نام تبدیل نہیں کیا اور پھر اس طرح آج بھی اس بابا کے پاس ہوں اور پھر وہ کہانی سنا کر خاموش ہو گئی۔ اور پھر دن گزرتے گئے مجھے بابا کے پاس رہتے ہوئے دا ماہ بیت گئے جس طرح تمسی حسین تھی اس سے بھی زیادہ وہ دل کی بھی حسین تھی میں اور تمسی دو بہنوں کی طرح رہنے لگیں ایک بابا بولے میں ساتھ والے گاؤں میں جا رہا ہوں کچھ سامان لینے تم لوگ اپنا خیال رکھنا اتنا کہہ کر وہ چلے گئے ابھی ان کو گئے ہوئے کچھ ہی گھنٹے ہوئے تھے کہ ہمیں گھوڑوں کی چاپوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اس وقت تمسی باہر سے بھاگتی ہوئی آئی اور بولی سات قبیلوں کی شہزادی باہر تمہارے گاؤں کے دشمن تمہیں لینے آئے ہیں چلو یہاں سے بھاگ چلیں ہم جھونپڑی کے پیچھے والے دروازے سے باہر کی طرف بھاگیں ہم کچھ ہی دور گئی تھیں کہ ان ظالموں نے ہمیں پکڑ لیا پہلے تو وہ تمسی کی خبر لیتے رہے پھر میری طرف ہو گئے میں تمسی کی مدد کرنا چاہتی تھی لیکن میں خود بھی اُنکے قابو میں تھی اپنی عزت بچانے کے لیے تمسی نے اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا وہ لوگ اسے چھوڑ کر میری طرف ہو گئے اور مجھے اٹھا کر ایک گھوڑے پر ڈال دیا اور چل دیئے۔ میں جاتے جاتے تمسی کے بے جان جسم کو دیکھ رہی تھی وہ لوگ بہت تیزی سے گھوڑے دوڑانے لگے اس کے بعد وہ لوگ

ایک دریا سے گزرے جو بہت بڑا تھا اور وہ لوگ جب دریا پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ اس کا پل نہیں ہے اور میں حیرانی سے ان لوگوں کو دریا میں اترتے ہوئے دیکھ رہی تھی اس کے بعد میری حیرت کی انتہا نہ رہی وہ لوگ دریا کے پانی پر چل رہے تھے اور وہ دریا اتنا گہرا نظر آرہا تھا لیکن میں اس پر حیران تھی وہ لوگ ڈوب نہیں رہے تھے اور پھر وہ لوگ ایک ریگستان میں داخل ہوگئے جس پر ایک بورڈ لگا ہوا تھا اس پر لکھا ہوا تھا خونی ریگستان۔ ان میں سے ایک شخص نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو ایک طوفان سا برپا ہوگیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک دراڑ ریگستان پر میں پڑ گئی اور وہ لوگ اس دراڑ میں گھس گئے اور اب دراڑ بند ہونے لگی تھی اور جب مکمل طور پر بند ہوگئی اور ہم ایک غار کی صورت میں جو دراڑ تھی اس میں چل رہے تھے تقریباً ایک مہینہ بعد ہم نے اس خونی ریگستان کو پاس کیا اور ہم ایک ندی پر رکے اس کے بعد ایک لڑکا گھوڑے سے نیچے اترا اس نے مجھے بے رحمی سے نیچے زمین پر پٹخ دیا اور میں زمین پر گر گئی یہ لوگ بہت ہی بے رحم تھے میں انکی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں زور کی ہوا چلنے لگی اور میں نے دیکھا کہ ایک طرف سے بہت سے قالین ہوا میں تیرتے ہوئے آرہے تھے اور پھر وہ لوگ ان قالین پر سوار ہوگئے میں انہیں دیکھ رہی تھی اور پھر ایک لڑکا میرے قریب آیا اس نے کہا۔ آپ بھی ایک قالین پر سوار ہوجائیں۔ وہ ان سب لوگوں سے بہت ہی مختلف تھا میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنی نظریں جھکالیں میں خاموشی سے قالین پر سوار ہوگئی اُ کے بعد قالین ہوا میں اڑنے لگا ایک طرف ہم لوگ جانے لگے میں نے نیچے دیکھا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا ہم زمین سے بہت اونچائی پر تھے میرے جسم پر ایک سکتہ طاری ہوگیا اور میں نے خوف سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اسکے بعد ہم نے کئی

گھنٹے سفر کیا اور پھر ہم ایک بڑے محل میں اتر گئے اور پھر میں نے دیکھا کہ ایک بہت خوفناک جادوگر میرے سامنے آن کھڑا ہوا اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا۔ اچھا تو یہ ہے ہمارے دشمن کی اکلوتی بیٹی۔ میں نے نفرت سے اپنا منہ دوسری جانب کردیا اس نے کہا اچھا یہ لڑکی تو بہت خوبصورت ہے میں بھی کہوں کہ میرا بیٹا اس کے لیے اتنا کیوں تڑپ رہا ہے اس کے بعد وہ ایک قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔ اس نے مجھ سے کہا جا یہاں سے میرا بیٹا تیرے لیے بے قرار ہے اس کو ایک کمرے میں لے جاؤ کچھ لوگ مجھے کمرے کی طرف لے جانے لگے اور ایک کمرے میں پھینک کر دروازہ بند کردیا۔ وہاں ایک لڑکا پہلے سے موجود تھا مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف بڑھا اور بولا تم بہت ہی حسین ہو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کو دیکھ کر میں رو دی اور کہا میں بہت ہی مظلوم ہوں ظلم برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے تو وہ بولا کوئی بات نہیں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تم کو یہاں نہیں رہنے دوں گا تم کو یہاں سے کہیں دور پہنچادوں گا۔ اتنا کہہ کر وہ سو گیا۔ اور میں رات بھر جاگتی رہی مجھے ڈر تھا کہ یہ بھی درندہ نہ بن جائے لیکن وہ ایسا نہیں تھا وہ پرسکون سویا رہا اور پھر صبح ہوگئی اس نے مجھے کھانا کھلایا۔ اور بولا جانے کے لیے تیار رہنا میں تمہیں یہاں سے آزادی دلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ بہت ظالم ہیں لیکن میں تم پر ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گیا اور میں اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی وہ کچھ دیر بعد آیا اس کے ہاتھوں میں وہی قالین تھا وہ بولا تم اس پر سوار ہوجاؤ یہ تم کو یہاں سے دور لے جائے گا میں جلدی سے اس پر سوار ہوگئی اور قالین اڑنے لگا۔ میں خوش تھی کہ میں واپس جارہی ہوں میں اڑتی ہی جارہی تھی پھر ایک جگہ جاکر قالین نیچے اترنے لگا میں نے دیکھا تو میں کانپ سی گئی کیونکہ میرے سامنے

وہی جادوگر کھڑا تھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں وہ قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا میری طرف بڑھا اور مجھے اٹھا کر پتھروں پر دے مارا۔ اور چیختے ہوئے بولا تم نے میرے بیٹے کے ساتھ شادی نہیں کی اس لیے اس نے خود کشی کر لی ہے اب تو کسی سے بھی شادی نہیں کر سکے گی۔ بلکہ لوگ تمہیں چڑیل سمجھیں گے اتنا کہہ کر اس نے ہاتھ کا اشارہ میری طرف کیا تو میری گردن میرے جسم سے جدا ہوگئی میرے ہاتھوں میں دے دی اور کہا اب تو ایسے ہی رہے گی ہاں میں جانتا ہوں کہ تمہیں دیکھ کر تین لڑکے آئیں گے تیرے پاس جو تم سے تمہاری کہانی سنیں گے اور پھر وہ مجھے مارنے کے لیے چلیں گے لیکن میں ان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا ہاہاہا۔ اتنا کہہ کر اس نے مجھے قالین پر سوار کر دیا اور قالین اڑنے لگا پھر قالین یہاں اس جنگل میں آکر اتر گیا اور مجھے اب ان تین لڑکوں کا انتظار ہے جو میری مدد کر سکتے ہیں یقیناً وہ لڑکے تم ہی ہو اس نے اپنی کہانی سنانے کے بعد کہا اور پھر خاموش ہوگئی۔

کیا جادوگر نے ان لڑکوں کے نام نہیں بتائے تھے کہ وہ تین لڑکے کون ہوں گے۔ میں نے سوال کیا۔

ہاں بتائے تھے وہ سوچنے لگی اور بولی ایک کا نام نادر دوسرا فلک شیر اور تیسرا طاہر۔ اس کی یہ بات سن کر ہم چونک گئے اور اس کی طرف دیکھا، جیسے ہمیں اس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔

ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔

وہ تو ہمارے نام ہیں فلک شیر نے کہا۔

یہ سن کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جو تو نے میری منزل مجھے دے دی۔

میں نے کہا ہم تمہاری مدد کیسے کر سکتے ہیں۔

وہ بولی تمہارے اندر بہت سی شکتیاں ہیں تم مختلف چلے کاٹ کر انہیں حاصل کر سکتے ہو اس کے بعد فلک شیر نے کہا۔

تم کو کیسے معلوم ہے کہ ہمارے اندر شکتیاں موجود ہیں۔

یہ بات مجھے میرے بابا نے بھی بتائی تھی اور مجھے یقین تھا کہ تم لوگ میری مدد کو ضرور آؤ گے سو تم لوگ آگئے۔ آؤ میرے ساتھ اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور ایک طرف چل دی ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد ہم نے دور سے روشنیاں دیکھیں ہم نے اپنا سفر جاری رکھا اور ہم ان روشنیوں کے قریب پہنچ گئے اور پھر ہم نے دیکھا کہ یہ روشنیاں ایک خوبصورت حویلی سے آرہی تھیں جب ہم حویلی میں پہنچے تو ہمیں وہاں ایک بزرگ نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے ہم نے انکو سلام کیا لڑکی نے ہمارے بارے میں سب کچھ ان کو بتا دیا۔ وہ بولے بیٹی انکو کھانا کھلاؤ اس پر لڑکی نے کہا آؤ میرے ساتھ ہم اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے وہ ہمیں ایک کمرے میں لے گئی۔ جہاں کھانا لگا ہوا تھا ہم نے خوب جی بھر کر کھانا کھایا اور پھر ہمیں نیند آنے لگی ہم لوگ سو گئے صبح ہماری آنکھ کھلی۔ تو ہم سب بابا کے پاس گئے ہم نے بابا جی سے جادوگر کو مارنے کا طریقہ پوچھا بابا بولے بیٹا دھیان رکھنا وہ بہت خطرناک ہے اس نے تم جیسے کئی بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں نے کہا بابا جی آپ بس ہمارے لیے دعا کرنا ہم اپنے مقصد میں کامیاب لوٹیں گے۔ پھر بابا نے ہمیں سب کچھ بتا دیا اور ہم اپنے سفر پر چل دیئے۔ ایک لمبا سفر ہمارے سامنے تھا جب چلتے چلتے تھک جاتے تو آرام کرنے کے لیے زمین پر ہی لیٹ جاتے۔ دو دن تک ہمارا سفر جاری رہا۔ اور ہم ایک ایسے جنگل میں جا پہنچے جہاں بہت ہی خوبصورت وادی تھی اس میں ہر طرف پھول ہی پھول تھے لیکن

ہمیں وہاں پر کوئی بھی انسانی وجود دکھائی نہ دیا۔ اتنے میں ایک بندر ہماری طرف آیا۔ وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے منہ سے انسانی آواز گونجی۔

تم لوگ کون ہو۔ اور یہاں کیا کر رہے ہو۔ اس کے منہ سے انسانی آواز سن کر ہم حیران رہ گئے پھر کہا تم انسانی زبان میں بول سکتے ہو۔

اس نے کہا میں ایک انسان ہی ہوں۔

کیا کیا ہم پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ تم تو ایک بندر ہو۔

ہم انسان تھے لیکن ایک جادوگر نے ہمیں بندر بنا دیا ہے یہ ہماری وادی ہے جو بہت ہی خوبصورت تھی جو بھی اس وادی کو دیکھتا تھا اپنا دل ہار جاتا تھا۔ اس طرح وہ جادوگر بھی اس وادی میں آیا اور ہم لوگوں سے کہا اس وادی کو خالی کر دو ہم نے انکار کر دیا۔ تو اس نے غصہ میں آ کر ہم کو انسانوں سے بندر بنا دیا۔ ہم نے بھی اس کو تمام کہانی سنا دی وہ سنکر بہت خوش ہوا اور اس نے ہمیں چھ گھوڑے دیئے جس پر ہم نے اپنا سفر جاری کر دیا۔ ہم روانہ ہو گئے جب رات ہوئی تو ہم لوگ ایک دریا کے کنارے پہنچ چکے تھے ہم نے دیکھا کہ اس دریا کا پل نہیں ہے ہم پریشان ہو گئے اور پھر ہمیں لڑکی کی سنائی ہوئی کہانی یاد آ گئی کہ اس نے اسی دریا کی بات کی تھی لہٰذا ہم نے اپنے گھوڑے اس دریا میں ڈال دیئے۔ اور گھوڑے ایسے چل رہے تھے جیسے پانی میں نہیں خشکی میں چل رہے ہو ہمیں اس لڑکی باتیں سچ لگیں ہم نے دریا پار کر لیا اور خشکی میں آ گئے پھر ہمیں ایک ریگستان دکھائی دیا۔ ہم نے پڑھا اس پر لکھا تھا خونی ریگستان۔ ہم نے سوچا کہ یہ ریگستان ہے یہ کونی کیسے ہو سکتا ہے ہم نے گھوڑوں کا رخ اس کی طرف کر دیا ابھی اس میں ہم نے قدم رکھا تھا ہی کہ تیز ہوائیں چلنے لگیں ہم نے اپنے گھوڑے روک لیے اور سوچنے لگے کہ جب ہم آگے بڑھتے ہیں تو یہ ہوا کیوں چلتی ہے ہم انہی سوچوں میں گم تھے کہ ایک آواز سنائی دی۔ رکو بیٹا میں تم کو ایک چیز دیتا ہوں جو تمہارے کام آئیگی۔ ہم نے بابا کی جانب دیکھا تو بابا کے ہاتھ میں لاکٹ تھا۔ بابا نے باری باری لاکٹ ہمارے گلوں میں ڈال دیئے ہم نے پوچھا بابا یہ کس لیے ہیں بابا نے جواب دیا بیٹا یہ خونی ریگستان ہے یہاں پر بہت سی لاشیں ہیں جو تمہارے جسم سے ٹچ ہوتے ہی اٹھ جائیں گی لیکن ان لاکٹ کی بدولت تم لوگ ان سے بچ جاؤ گے اس پر فلک شیر نے کہا یہ لاشیں کن کی ہیں بابا نے کہا یہ لاشیں تم جیسے مسافروں کی ہیں جو یہاں بھٹک کر آئے تھے تو یہ ریگستان انہیں ختم کر دیتا تھا۔ اب تم جاؤ بیٹا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اور ہم ور یگستان میں داخل ہو گئے ابھی ہم چند ہی قدم چلے تھے کہ اچانک ہماری نظر ایک لاش پر پڑی ہم لاش کو دیکھ کر ڈر گئے تھے لیکن ہم آگے بڑھے اور جہاں بھی قدم رکھتے وہاں سے ہی لاش برآمد ہوتی ہم چلے گئے ہم کافی سفر طے کر چکے تھے ہمیں ایک چھوٹی سے لکڑی وہاں سے نظر آئی اور ہم جب اس کے قریب پہنچے تو مجید لڑکھڑا کر نیچے گر گیا اور اس کا لاکٹ اس لکڑی میں الجھ گیا پھر تو ریگستان میں سے ہزاروں کی تعداد میں لاشیں اٹھ کر ہمارے سامنے آنے لگی۔ ان لاشوں نے مجید کو دبوچ لیا۔ اور وہ لوگ اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھانے لگے ہم نے بہت کوشش کی کہ ہم اپنے ساتھی کو بچا لیں لیکن وہ لوگ ہم کو کسی گیند کی طرح اچھال دیتے وہ لوگ ہم پر حملہ نہ کرتے تھے کیونکہ ہمارے پاس بابا کے دیئے ہوئے لاکٹ موجود تھے اور پھر اس طرح ہم پانچ دوست باقی رہ گئے تھے مجید کی موت کا ہمیں بہت دکھ تھا لیکن ہم کچھ بھی نہ کر سکتے تھے ہم آگے بڑھنے لگے اس طرح ہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ہم بہت احتیاط کے ساتھ چلتے جا رہے تھے کیونکہ لاشوں کی تعداد بہت بڑھتی جا رہی تھی ہم چلتے جا رہے تھے کافی آگے جانے کے بعد یکدم ماجد

لڑکھڑا کر گر گیا۔ اور اسکا بھی لاکٹ ٹوٹ گیا۔ اور اس کا بھی مجید کی طرح حال ہوا ہم لوگ ڈر گئے لیکن ہمت نہ ہاری۔ اور ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تو سامنے بابا کھانے لیے ہمارا انتظار کررہے تھے ہم نے جو کھانا دیکھا تو ہم بابا کے پاس پہنچے اور بابا نے کہا کھانا کھالو ہم نے کھانا کھایا تو بابا نے کہا بیٹا یہ لو تلواریں تمہارے کام آئیں گی۔ بابا نے چار تلواریں ہمیں دیں اور ایک قالین دیا اور کہا کہ یہ اڑنے والا قالین ہے اس پر سوار ہو جاؤ یہ تم کو ندی کے پاس لے جائے گا ہم اس پر سوار ہوگئے اور پھر اڑنے لگے ہم جلدی ہی ندی کنارے جا پہنچے جہاں ہم نے ندی کا پانی پیا۔ وہاں بابا کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہے تھے کہ اس سے آگے میری طاقت نہیں جائے گی جو یہ قالین ہے یہ بھی اس سے آگے نہیں جائیگا ہم بابا کی بات سن کر پریشان ہوگئے پھر بابا کی آواز سنائی دی اگر تم یہاں پر بسنے والی طاقت کو حاصل کرلو تو یہ تمہیں آگے تک پہنچا دے گی۔ ہم نے جلدی سے پوچھا کیا یہاں پر کوئی طاقت ہے اگر ہے تو ہمیں بتاؤ بابا نے کہا یہاں پر ایک پری قید ہے جو یہاں کے بادشاہ کی بیٹی ہے اگر تم اس کا حاصل کرلو تو یہ تمہارے مقصد میں کامیاب کرے گی میں نے جواب دیا کہ بابا ہمیں اسے کیسے آزاد کرنا ہوگا۔ بابا نے بتایا کہ ایک ایسا چلہ ہے جو تین دن میں کیا جاتا ہے اگر تم وہ چلہ کر کے کامیاب ہوگئے تو تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ گے فلک شیر نے کہا بابا وہ چلہ بتاؤ ہمیں اور پھر بابا نے ہمیں وہ چلہ بتایا اور کہا تمہیں اس چلے کے دوران ہر طرح سے ڈرایا جائیگا لیکن تم اپنے گرد ایک حصار لگا لیا سب کچھ نظر کا دھوکہ ہوگا تم تیار ہو بابا نے کہا سب نے جواب دیا ہاں بابا ہم سب تیار ہیں اور پھر بابا نے ہمیں کچھ کھانا اور پھل دیئے اور کہا بیٹا اب اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے گا اور بابا غائب ہوگئے ہم نے کھانا کھایا کیونکہ ابھی رات ہونے میں خاصی دیر تھی اور ہم ادھر

ادھر گھومنے لگے وقت گزرتا چلا گیا اور پھر ہم شام ہوگئی شام کے بعد رات ہوگئی بابا نے بتایا تھا کہ یہ چلہ تمہیں ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر کرنا ہے اور ہم بابا کی ہدایت کے مطابق چلے میں مصروف ہوگئے پہلا دن تو خیریت سے گزر گیا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو سب نے اپنا چلہ مکمل کرلیا اور پھر ہم نے وضو کیا نماز پڑھی نماز کے بعد ہم نے ذکر الہی کیا اور پھر صبح کا سورج طلوع ہوگیا اور اس کے بعد ہم نے کھانا کھایا اور سو گئے نہا کر ہم نے اپنے کپڑے تبدیل کیئے پھر رات ہوئی تو ہم نے اپنا چلہ شروع کردیا۔ اتنے میں زوردار ہوا چلنے لگی ہر طرف پہاڑ ٹوٹنے لگے ندی کا پانی باہر آنے لگا اور پھر ہر طرف خوفناک شکلوں والے جانور ہمارے اردگرد گھومنے لگے ہم بہت گھبرا گئے تھے ہمیں بابا کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہے تھے کہ اپنا چلہ جاری رکھو یہ سب کچھ نظر کا دھوکہ ہے ہم نے بابا کی باتیں سن کر چلہ جاری رکھا اتنے میں ایک خوفناک چڑیل ہماری طرف بڑھی اور وہ احسان کی جانب چلتی ہوئی آئی وہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ گیا اس کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ وہ سب جانوروں نے اس کو دبوچ لیا۔ اور اسے نوچ نوچ کر کھانے لگے۔ ہم نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنا ورد جاری رکھا جب ہمارا چلہ مکمل ہوگیا تو ہم نے حصار سے باہر قدم رکھا اور پھر اذان ہونے لگی ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے ہم نے یہ چلہ بھی مکمل کرلیا۔ آج ہمارا آخری دن تھا چلہ کا ہم نے چلہ شروع کیا تو ہمیں چلہ کرنے سے منع کیا جانے لگا لیکن ہم نے چلہ نہ چھوڑا۔ اور چلہ مکمل کرلیا اور اس کے بعد ہم لوگ سو گئے ہماری آنکھ کسی کے بولنے سے کھلی ہم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت پری فلک شیر کو بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کررہی تھی اور پھر جب ہم سب اٹھ گئے تو اس نے فلک شیر کو زور سے آواز دی اور کہا اب اٹھ بھی جاؤ ہم سب اس کے قریب گئے اس نے ہماری طرف

دیکھ کر ادب سے کہا۔ آپ نے مجھے حاصل کرلیا ہے اب آپ لوگ جو کہیں گے میں وہی کروں گی آپ نے مجھے بہت بڑی غلامی سے نجات دلائی ہے اس کی بات سن کر فلک شیر نے پوچھا۔ کیسی نجات۔ اس نے کہا میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں میرا نام سنبل پری ہے میں بچپن سے ہی بہت ضدی تھی میں نے ماں باپ سے کہا میں انسان دینا میں جاؤں گی لیکن میرے ماں باپ نے مجھے بہت روکا لیکن میں نے ان کی ایک نہ سنی اور ایک انسانی دینا میں آ گئی اور مجھے یہ دنیا بہت پسند آئی اس طرح میں اس دنیا کی سیر کرنے لگی جب میں پہاڑوں پر سے گزری تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی کو بہت سے لڑکوں نے پکڑ رکھا ہے وہ اسے ایک جھونپڑی میں لے جا رہے تھے میں نے ان سے بات کی کہ اسے چھوڑ دو تو انہوں نے مجھے دیکھا اور بولے بہت محنت سے اسے پکڑا ہے کیسے چھوڑ دیں میں نے ان سے کہا میں کہتی ہوں کہ اس کو چھوڑ دو تو وہ غصہ میں آ گئے اور بولے تم کون ہوتی ہو ہمیں روکنے والی ایک لڑکے نے پتھر اٹھا کر مجھے دے مارا وہ پھر میرے سر میں لگا اور میں لڑکھڑا کر نیچے گر گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک پنڈت کے سامنے کھڑا پایا وہ بولا آج کے بعد تم میری غلام ہو میرا ہر حکم مانو گی اس نے میری تمام شکتیاں چھین لی تھیں میں اس کی غلام بن کر رہ گئی۔ لیکن میں نے اس کی ایک بھی بات نہ مانی تو اس نے مجھے تہہ خانہ میں قید کرلیا اب وہ جادوگر مر گیا لیکن میں اس تہہ خانہ میں قید رہی اس لیے اس نے مرتے مرتے اپنا سارا جادو اپنے بیٹے کو دے دیا تھا اور اس کو معلوم نہ تھا کہ میں اس کی قید میں ہوں آج آپ لوگوں نے مجھے اس کی قید سے آزادی دلائی ہے اور میں آپ لوگوں کی غلام ہوں

فلک شیر نے کہا۔ تم اتنی خوبصورت ہو تم ہماری غلام نہیں ہماری دوست بن کر ہمارے ساتھ رہو گی۔ اس کی بات سن کر وہ مسکرائی اور کہا۔

آؤ میرے ساتھ۔

کہاں۔ فلک شیر نے کہا۔

میرے گھر۔

تمہارا گھر کہاں ہے۔

اس پہاڑی کے اوپر۔ اس نے پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہم اس کے ساتھ چل دیئے ہم نے دیکھا کہ بہت سی پریاں یہاں پر کھیل رہی تھیں جب ہم وہاں پہنچے تو ایک بوڑھی پری نظر آئی اور وہ بھاگ کر سنبل پری سے لپٹ گئی اور ایک بوڑھا آگے بڑھا اور اس نے ہم کو باری باری گلے سے لگایا۔ پری نے ان کو ہمارے بارے میں سب کچھ بتایا۔ ہم وہاں دو دن رک کے پھر وہاں سے روانہ ہو گئے ہم جادو کے تختوں پر سوار ہو کر سفر کر کے ایک پہاڑ پر اترے تو سنبل پری بولی یہاں سے آگے میری طاقت ختم ہو گئی ہے۔ کیونکہ یہاں ایک اور پری موجود ہے اگر تم اس کو حاصل کرلو تو تمہیں کامیابی مل جائے گی ا س نے میری طرف اشارہ کیا۔ تو میں سمجھ گیا اور پھر میں نے وہ چلہ کرنے لگا بہت مشکلوں سے میں نے اس چلے کو مکمل کیا اور اس طرح دوسری پری بھی ہماری ساتھی بن گئی۔ اس پری کا نام حسن بانو تھا اور پھر اس نے ہمیں اپنا گھر دیکھایا جہاں پر بے شمار پھل پھول اور حسین پریاں موجود تھیں ہم انہیں دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ کیونکہ ہم نے دو طاقتیں حاصل کرلیں تھیں اور اب ہمیں ایک طاقت کی ضرورت تھی حسن بانو نے کہا۔

میں تم کو پرستان کی سیر کراتی ہوں اور میری ایک سہیلی ہے نیلم پری اس سے بھی ملواؤں گی۔ وہ ہمیں لے کر اس کے پرستان میں لے گئی۔ وہاں ہر طرف خاموشی کا راج تھا اور پھر جب ہم اس کے محل میں پہنچے تو وہاں بادشاہ اور ملکہ اداس بیٹھے ہوئے تھے حسن بانو نے انہیں سلام کیا اور نیلم پری کے بارے

میں پوچھا۔ تو وہ دونوں رونے لگے بولے نیلم کی شادی ہم ایک شہزادے سے کررہے تھے کہ یکدم ان کو کیا ہوا کہ وہ دونوں انسانی دنیا میں چلے گئے اور پھر واپس نہیں آئے ان کی باتیں سن کر حسن بانو بولی۔

کیاتم نے معلوم نہیں کیا۔ کہ وہ کہاں گئے ہیں اس کی بات سن کر بادشاہ بولا۔ انہیں جادوگر نے قید کرلیاہے اورانہیں بے جان کردیاہے اورتابوں میں ڈال دیاہے زمین کی گہرائیوں میں دفنادیاہے اس کے بعد سیل پری بولی۔

انہیں زندہ کرنے کی کوئی صورت ہے بادشاہ بولا جادوگروں نے بتایاتھا کہ دوماہ بعد تین لڑکے آئیں گے وہ انہیں زندہ واپس انکی اصل حالت میں لاسکتے ہیں اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ اور پھر ملکہ کی آواز سنائی دی۔ کیاتم کو معلوم نہیں ہوسکاتھا کہ وہ گم ہوگئی ہے۔ اسنے جواب دیا۔

نہیں میں کچھ دن پہلے ہی اپنی دنیا میں واپس آئی ہوں اور پھر بادشاہ نے ہم پانچوں کوایک خوبصور ت کمرے میں لے گیااس نے ہم تینوں سے کہا کہ تم دوکوں وہیں اڑنے کی طاقت دیتاہوں اور پھراس نے پنے ہاتھ ہماری طرف کردیئے۔ توہمارے جسم کوایک جھٹکالگا اوہم نے دیکھاک ہمارے پاس بہت سی چیزیں موجود ہیں مثلاً تلواریں جادو کے تخت وردوسری چیزیں موجود تھیں بادشاہ بولاتمہارے پیچھے یک بزرگ کا ہاتھ ہے جس کی وجہ سے تم کامیاب ورہے ہواب تم جاؤ اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگیا تو ہم انچوں اڑنے لگے ایک بہت بڑے پہاڑ پر پہنچ گئے۔ ب سیل پری نے نیچے دیکھا تو اس نے اپنا ہاتھ مین کی طرف کردیااس کے ہاتھ سے روشنیاں نکلنے لگیں اور زمین پر پڑنے لگیں اور سامنے ظفر اور نیلم کے تابوت تھے ہم ان کی طرف جانے لگے نیچے ترے جب ہم نے ان کے تابوتوں کے قریب پہنچے تو سامنے بابارحمان کھڑے ہوئے تھے اور پھر بابانے فرمایا۔

تم ان تابوتوں کوابھی مت کھولو کیونکہ ان دونوں کی جان ان جادوگروں کے پاس ہے یہ تو ان کے بے جان جسم ہیں تو بابا کی بات سن کرہم نے پوچھا۔ تو ہم کیاکریں بابانے کہا۔

سات دن کا چلہ کرنا ہوگا یہ تم کرلو اس کے بعد یہ دونوں زندہ ہوجائیں گے ہم نے پوچھا کہ بابا کیا یہ پریاں بھی۔ ہاں یہ بھی اس میں شامل رہیں گی۔ ہم اپنے چلوں میں مصروف ہوگئے ہمیں پتہ تھا کہ چلے کے دوران ہمیں بہت ڈرایاجائے گا لیکن ہم نے ہم نہیں ہارنی تھی اور ہم ایسا ہی کررہے تھے اور ہم نے چلہ مکمل کرلیا۔

صبح کی اذان کے بعد ہم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت شہزادہ اور پری سامنے کھڑے مسکرارہے تھے حسن بانو نے نیلم کو دیکھا تو اس کے گلے جالگی اور پھر ہم دوبارہ ان کی دنیا میں گئے وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے اب ہم نے جادوگر کو ختم کرنا تھا اس کو مارنا ہمارے لیے بہت ضروری تھا ہمارے پاس اب بہت طاقتیں موجود تھیں۔ ہم جادوگر کے پاس جاپہنچے۔ وہاں ایک طلسمی دیوار تھی جسے ہم نے باباجی دی ہوئی تلواروں سے توڑا اوراس میں داخل ہوگئے۔ ہمیں ایک بڑھیا دکھائی دی وہ مسکرارہی تھی اس نے ہم سے کہا۔

تم لوگوں کی موت تم کو یہاں کھینچ لائی ہے اتنا کہہ کراس نے ہم پر حملہ کردیا لیکن ہم اس کے ہر حملہ سے خود کو بچاتے رہے وہ غصہ سے لال سرخ ہورہی تھی پھر ہم نے ایک ساتھ اللہ کا نام لے کراپنی تلواروں سے اس پر حملہ کردیا۔ اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور پھر ایک دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایک بدشکل لڑکا کھڑا تھا اور ہم نے اس کو بھی اسی طرح ماردیا۔ اسکو مارنے کے بعد ہم اصل جادوگر کے پاس جاپہنچے وہ مسکرایا اور بولا بہت بہادر سمجھتے ہو تم اپنے

آپ کو آج تمہاری بہادری ختم ہو جائے گی۔

میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ اور طاہر کو پکڑ لیا۔ اور ساتھ ہی اس نے اسے اوپر اچھال دیا۔ طاہر ایک دیوار کے ساتھ لگا اور نیچے گر گیا۔ ہم نے طاہر کی طرف دیکھا تو اسکے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اور پھر فلک شیر نے اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ کیا ہماری تلواریں اس کے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں اور پھر اس نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور ہم تینوں کو اس نے ہوا میں اچھال دیا اور ہم تینوں ایک طرف جا گرے اور پھر ایک مرتبہ ہمیں بابا کی آواز سنائی دی۔

بابا نے کہا یہ جادوگر بہت طاقتور ہے یہ ایسے آسانی سے نہیں مرے گا تمہارے پاس ایک کالی ماتا کا ترشول ہے یہ اس سے مرے گا بیٹا۔ ہم ترشول کی جانب لپکے اور ہم نے تین ترشول اٹھا لیے اور اس کی جانب لپکے پہلے تو وہ قہقہے لگا رہا اور جب اس نے ہمارے ہاتھوں میں ترشول دیکھے تو وہ گھبرا گیا اور میں نے اس پر وار کر دیا۔ وہ خود کو بچانے کی کوشش کرنے لگا لیکن ہم سب ہی اس کے پیچھے پڑ گئے تھے لیکن وہ کب تک ہمارے ہاتھوں سے بچتا میں نے تیزی سے اس کے دل پر وار کر دیا۔ میرے وار کرتے ہی ہم سب ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور پھر اس کو اٹھنے نہ دیا وہ آخری سانسیں لینے لگا اس کی موت کے بعد محل میں ایک طوفان سا اٹھنے لگا پہاڑ ٹوٹنے لگے تو ہم سب اوپر اڑتے ہوئے محل سے باہر نکل گئے جب ہم کافی اوپر چلے گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ محل جس میں ہم کچھ دیر موجود تھے وہ محل زمین بوس ہو گیا تھا۔ ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ہم بہت ہی خوش تھے کیونکہ جو مشن لیکر ہم چلے تھے وہ آج پورا ہو گیا تھا ہم ان دونوں کو ساتھ لے کر پرستان چلے گئے وہاں سب ہی ہمارا انتظار کر رہے تھے ہمارے آنے کی خوشی میں وہاں ایک جشن کا سماں تھا سب نے ہمیں اپنے گلے سے لگایا۔

بیٹا یہ جو میری بیٹی سنبل ہے میں اپنی مرضی سے اسے فلک شیر کو دے رہا ہوں اور پھر دوسرا بادشاہ بولا یہ میری بیٹی حسن بانو ہے یہ میں نادر شاہ کو دے رہا ہوں اور پھر سب طاہر کی طرف دیکھنے لگے تو طاہر بولا۔

میں جانتا ہوں کہ اب تم سب میرے لیے ایک پری کا انتظام کرنا چاہتے ہو لیکن میں اس پری سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو سات قبیلوں کی ملکہ ہو۔

اس کی اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ ظفر اور نیلم بولے اگر ہمارے قبیلے والے ہمیں اجازت دیں تو ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ انسانی میں چلے جائیں ۔ اور ان کی اس خواہش کو پورا کر دیا گیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ تیار ہو گئے ہم سب ہی ان سے اجازت لے کر اڑنے لگے جب ہم خونی ریگستان سے گزرنے لگے تو وہاں لاشیں ابھرنے لگیں ان لاشوں میں ہمارے دوستوں عبدالمجید اور ماجد کی لاشیں بھی شامل تھیں انکو دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر وہ سب ہی زمین میں دھنستی جانے لگی ہم لوگ ابھی کچھ ہی آگے چلے تھے کہ ریگستان یکدم جنگل کی صورت اختیار کر گیا۔ تمام لاشوں سے ان کی روحیں نکل کر ہمارے سامنے آ گئیں۔ اور بولیں۔

آپ لوگوں نے ہمیں ایک بہت بڑے گناہ سے بچا لیا ہے۔ اور پھر تمام روحیں آسمان کی طرف اڑنے لگیں اور ہم وہاں سے انسانی بستی میں جا پہنچے۔ ہمارے سامنے وہی لڑکی کھڑی تھی جس کے لیے ہم لوگ گئے تھے وہ مسکرا رہی تھی بابا بھی بہت خوش تھے اس کا سر اس کے جسم کے ساتھ جڑ چکا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے طاہر کی طرف جانے لگی اور اپنا ہاتھ طاہر کی طرف بڑھا دیا جسے طاہر نے تھام لیا۔ اور پھر سب کی زندگی نئے انداز سے گزرنے لگی۔ قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئگا۔

بند مکان کا راز

۔۔۔تحریر: شفقت علی فرام سمندری۔۔

باہر شام ہوتی جا رہی تھی اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور وہ دونوں بابا جی سے اجازت طلب کر کے واپس کالونی کی طرف پلٹ چکے تھے اور پھر کافی وقت گزر جانے کے بعد وہ اب اپنے گھروں میں بیٹھے تھے رہ میں آتے ہوئے وہ فیصلہ کر چکے تھے وہ اپنے گھر والوں کو عالیہ کی روح کے بارے میں بتا دینے والے تھے اور اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا چارہ بھی نہ تھا شام کروٹیں بدلتی اب گہری ہوتی جا رہی تھی اندھیرا اور سکوت آج بڑے ہی بے رحم سے لگ رہے تھے وہ دونوں اپنے گھر والوں کو عالیہ کی روح کے متعلق سب کچھ بتا چکے تھے یہ سب ان کے لئے تجسس آمیز تھا لیکن پھر بھی مان گئے تھے اور اب عرفان اور رضا اکیلے نہ تھے شاید یہ ہی وجہ تھی کہ وہ آج پہلی بار پر مسرت نظر آ رہے تھے۔ ہاں۔ چلیں پھر۔ رضا کا میسج پڑھ کر عرفان نے اسے ہاں میں جواباً میسج کر دیا۔ اور پھر وہ دونوں کچھ ہی دیر میں اپنی گلی میں آن اکھٹے ہوئے دھیرے دھیرے رات اور بھی گہری ہوتی جا رہی تھی اور کالونی میں خاموشی کے اندوہناک عفریت بھنبھنانے لگے تھے وہ دونوں آج وہاں جلدی پہنچنا چاہتے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اعظم چوک میں جا پہنچے آج انہوں نے چھپ کر اپنا بھاؤ لے آوارا کتے کا بھی انتظار نہ کیا تھا اور بڑی بے چینی میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس بند مکان کے پاس جا پہنچے تھے اور بابا جی کے پڑھے ہوئے کلام کا دم کیا ہوا پانی مکان کی دہلیز میں بہا دیا پانی بہانے کے بعد انہوں نے گیٹ کا دروازہ آہستگی سے کھولا اور بند مکان میں چھائے ہوئے اندھیرے میں کہیں روپوش ہو گئے اس سیاہ تاریکی میں اب سرگوشیوں خفیف سی آوازیں گونجتی تھیں وہ دونوں عالیہ کی روح سے محو گفتگو تھے وہ عالیہ کی روح کو سب کچھ بتا چکے تھے اور اب عالیہ کی روح مطمئن سی نظر آ رہی تھی وہ اب آزاد تھی اپنے غموں سے دکھوں سے اور اس بند مکان کے حصار سے وہ پر مسرت لہجے میں ان سے مخاطب ہوئی میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی

ماہ جون کی وہ شام معمول کے مطابق آج پھر کافی گرم تھی ہوا بالکل ساکت ہو کر کہیں چھپی بیٹھی تھی سورج مغرب میں کہیں روپوش ہو چکا تھا اور شام کے ڈھلتے ہوئے سائے زمین کے فرش پر بکھرتے چلے جا رہے تھے اور پھر دھیرے دھیرے تاریکی کے اندوہناک عفریت چار سو پھیل گئے اس وقت ایک چھوٹی سی پارک میں دو ہیولے مدھم مدھم سے دکھائی دے رہے تھے وہ دونوں ایکدوسرے کے بالکل قریب قریب ہو کر بیٹھے ہوئے بالکل خاموش تھے ان میں کافی دیر تک کوئی بھی سرگوشی نہ ہوئی تھی وہ بالکل کسی پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کی مانند بالکل خاموش اور ساکت تھے پارک میں ان دو ہیولوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا اور پارک اتنی بڑی بھی نہ تھی کہ وہ لوگوں کی سیر و تفریح کا کوئی خاص مرکز بنتی دو واڑھائی کنال پر مشتمل اس ویران سی پارک میں ٹوٹل دو ہی درخت سینہ تان کے کھڑے تھے جو ایک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات سفر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سفر پر روانہ ہوتے یا پھر کسی اور کو روانہ فرماتے تو جمعرات کا دن روانگی فرماتے۔ یعنی اس روز کو مناسب خیال کرتے آپؐ سفر میں سواری کو زیادہ تر تیز رفتاری سے چلانا پسند فرماتے اور جب دیکھتے کہ سفر لمبا ہے تو رفتار تیز کرتے، سفر میں کئی پڑاؤ ڈالتے۔ تو عادت طیبہ تھی صبح کے وقت کوچ فرماتے اور سفر میں کتنی ہی کم مدت کے لئے ٹھہرتے جب تک نماز دوگانہ ادا نہ فرماتے وہاں سے روانہ نہ ہوتے۔ جب کوئی مسافر سفر سے واپس آتا اور خدمت اقدس میں حاضری دیتا تو اس سے مصافحہ کرتے اور اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتے (زادالمعاد)۔ سفر میں جب آپؐ اپنے ہمراہیوں کے ہاں ہوتے اور سب کو مل کر کوئی کام کرنا ہوتا (مثلاً کھانا وغیرہ پکانا) تو آپ کام میں ضرور حصہ لیتے مثلاً ایک پڑاؤ پر اصحاب نے کھانا پکانے کا ارادہ کیا اور ہر ایک نے ایک ایک کام اپنے ذمے لیا تو آپؐ نے لکڑیاں چن لانے کا کام اپنے ذمے لیا۔ سفر سے واپسی پر آپؐ سیدھے گھر تشریف نہیں لے جاتے بلکہ مسجد تشریف لے جاتے اور وہاں پر نماز دوگانہ ادا فرماتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے۔ سفر سے واپسی کے دوران جب بچے آپ کو مل جاتے تو انہیں اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ چھوٹے بچوں کو اپنے آگے بٹھاتے اور بڑے اور سمجھدار بچوں کو اپنے پیچھے۔ آپ جب سفر میں جاتے، جہاد کے لئے تو اصحاب میں سے کسی ایک صحابی کو اپنے ہمراہ سواری پر بٹھاتے۔

☆.....رانی خان– شیخ آباد، پشاور

اپنے دوست عرفان کو بغور دیکھنے لگا۔ جبکہ عرفان جواباً خاموش اسے دیکھتا رہا وہ نجانے کن سوچوں میں گرفتار تھا جو ابھی تک کسی نتیجے پر نہ پہنچا تھا اور خاموشی سے رضا کو دیکھے جا رہا تھا۔

یار میں مانتا ہوں کہ ویرانے میں بیابان دشت بے آباد اور سنسان جگہیں اور بالکل تنہا اور خاموش راہیں غیر مرئی مخلوق کا مسکن ہوتی ہیں اور تھوڑا بہت اس بات پر بھی یقین ہے کہ ایسے بند مکان جہاں عرصہ دراز سے کوئی بشر نہ رہ رہا ہے وہ جگہ آسیب زدہ ہو جاتی ہے اور اگر وہاں پر کوئی بشر چلا جائے تو وہاں کی رہائشی مخلوق اسے خوفزدہ کرتی ہے ایسا بھی سننے میں آیا ہے کہ ایسی شیطانی طاقتیں انسانوں پر حاوی ہو جاتی ہیں اور جان سے مار دیتی ہیں اپاہج کر دیتی ہیں یا پھر پاگل کر دیتی ہیں

لیکن آج تک یہ نہیں سنا کہ کوئی گلی بھی پر اسرار ہو جاتی ہے۔

رضا نے تفصیلاً سمجھاتے ہوئے کہا اور عرفان کو بغور دیکھنے لگا۔ لیکن عرفان اس بار بھی بالکل خاموش ہی بیٹھا رہا اور اسے تجسس نگاہوں سے گھورنے لگا وہ نجانے کیوں چپ تھا اس کی خوفزدہ سوالیہ نظریں رضا کے خفیف نظر آنے والے چہرے پر ٹک نہ رہی تھی اب ایک بار پھر ان میں گہری پر اسرار خاموشی چھا گئی اور ماحول میں خوف کے عفریت انگڑائیاں لینے لگے وقت اپنی رفتار سے دریا میں بہتے ہوئے کسی گھونگے کی طرح آگے ہی آگے سرکتا جا رہا تھا اور ان میں ابھی تک کوئی بھی آواز نہ گونجی تھی عرفان بے شمار سوچوں کے گہرے سمندر میں کہیں غوطہ زن تھا اور رضا اسے تجسس آمیز نگاہوں سے بس دیکھے ہی جا رہا تھا۔

ہیلو۔ کیا ہو گیا ہے یار تمہیں۔ رضا نے خاموشی کی طویل لہروں کو توڑتے ہوئے کہا اور اپنی تجسس سوالیہ نگاہوں سے عرفان کو اندھیرے میں دیکھنے لگا

ک۔ کک۔ کیا کچھ نہیں بس ویسے ہی عرفان نے گویا۔ خیالوں سے باہر نکلتے ہوئے سراسیمگی میں کہا۔ اور۔۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا چل آ گھر چلیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ گھر سے نکلے ہوئے۔

رضا نے کہا اور پھر وہ دونوں دھیرے دھیرے چلتے ہوئے پارک سے باہر نکل کر اندھیرے میں کہیں روپوش ہو گئے مراڑی کوٹ سے تقریباً پچیس منٹ کی پیدل مسافت پر جنوب کی طرف ایک چھوٹی سی کالونی پڑتی ہے جو آس پاس کے علاقوں میں کافی مشہور ہے وہاں کے لوگ بہت نیک اور سادہ لوح طبیعت کے حامل ہیں کالونی سے ذرا ہٹ کر ایک

چھوٹی سی پارک بنی ہوئی تھی جو صرف نام کی ہی پارک تھی کالونی کے لوگ پارک میں کبھی کبھار ہی جاتے تھے رضا اور عرفان اسی کالونی میں ایک ہی گلی کے رہائشی تھے ہاں البتہ ان کے گھر ذرا فاصلے پر تھے ان کی دوستی بچپن سے ہی چلی آرہی تھی ایک ساتھ میٹرک کرنے کے بعد وہ دونوں اب گورنمنٹ ڈگری کالج میں ایف اے کے سٹوڈنٹ تھے اور قدرت خدا کی۔

وہ دونوں اپنے والدین کے اکلوتے چشم و چراغ تھے وہ اکٹھے ہی جاتے اور واپس کالونی میں آکر بھی اکٹھے ہی رہتے پارک میں بیٹھنا ان کا معمول تھا رضا جس کھ طبیعت کا مالک تھا لیکن نجانے کیوں وہ گزشتہ کئی دنوں سے چپ چپ سا رہنے لگا وہ کالج میں بھی اکثر خاموش ہی رہتا۔

آج رضا کے پوچھنے پر جب عرفان نے بتایا تو رضا نے صاف تردید کر ڈالی کہ یہ سب اسکا وہم ہے اور وہم کا کوئی علاج نہیں لیکن اصل ماجرے کا تو صرف عرفان کو ہی پتہ تھا اسے رضا کی بات سے کوئی اعتراض نہ تھا مگر دل کے کسی کونے میں اعتقاد ضرور تھا جو کچھ اس نے چند دن پہلے دیکھا وہ ناقابل فراموش تھا وہ یہ سب بھول جانا چاہتا تھا لیکن یہ کوئی عام سی بات نہ تھی جو پل بھر میں بھول جاتا وہ واقعہ اس کے دل ودماغ پر اپنے گہرے نقوش اتار چکا تھا اور عرفان گہری سوچوں کے وسیع سمندر میں کہیں ڈوبا رہتا آج پھر وہ ایسے ہی خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا رضا اپنے گھر جا چکا تھا جبکہ عرفان اپنی گلی میں ہی کھڑا ادھرادھر متلاشی نظروں سے گھورتا جارہا تھا لیکن وہاں سوائے اس کے کوئی دوسرا موجود نہ تھا وہ کافی دیر تک وہاں بے سود ہی کھڑا رہا اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو کر سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آج وہ کافی بے چین سا نظر آرہا تھا اور ایک بے وادی اضطرابی میں وہ اپنے کمرے میں ادھرادھر ٹہلنے لگا تھا وہ نا جانے کن سوچوں میں غوطہ زن یونہی ٹہل رہا تھا کہ اچانک امی کی آواز سن کر چونک گیا جو کھانا لیکر اس کے کمرے میں آن پہنچی تھی۔

بیٹا کیا بات ہے۔تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا عرفان۔

جی امی جان میں بالکل ٹھیک ہوں اور خفیف سا مسکرا کر اپنی امی سے نظریں چرا گیا۔

نہیں کوئی بات تو ہے، تم کچھ چھپا رہے ہو مجھ سے۔سکینہ نے افسردہ سے لہجے میں کہا اور اسے بغور دیکھنے لگی۔

اف۔امی جان کوئی بات نہیں آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں عرفان نے مسکراتے ہوئے کہا اور کھانے کی ٹرے پکڑ کر اپنے بیڈ روم پر جا بیٹھا۔

میں پانی لیکر آتی ہوں۔سکینہ نے ہلکی سی سر گوشی کی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

اب عرفان کھانا کھا رہا تھا لیکن اسکی سوچوں کا مرکز وہ ایک بند گلی تھی وہ اپنے خیالوں میں اس قدر غرق تھا کہ اسے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اس کی امی پانی سے بھرا ہوا جگ اس کے پاس کب سے رکھ کر جا چکی تھی۔

باہر اندھیرا شدید صورت اختیار کر چکا تھا اور عرفان کھانا کے بعد اپنے کمرے میں سونے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا وہ اپنے بیڈ پر بار بار کروٹ بدل رہا تھا۔

رات کے بارہ بج چکے تھے کہ اچانک عرفان کے موبائل پر رضا کا میسج آیا اور عرفان گویا چونک اٹھا سو گئے ہو یا ابھی تک اسی بند گلی میں چکر لگا رہے ہو۔

رضا کا میسج پڑھ کر افسردہ سے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور جواب میں ہاں لکھ کر میسج سینڈ کر دیا پھر تھوڑی دیر بعد عرفان کو گڈ نائٹ کا میسج مل گیا لیکن اب کی بار اس نے کوئی جواب نہ دیا اس کا میسج delete کر کے ایک طرف رکھ دیا۔اب ایک بار پھر وہ بند گلی میں موجود گھروں کے بارے میں

سوچنے لگا نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی وہ اپنی کھلی ہوئی ساکت نگاہوں سے نجانے کن سوچوں کے گہرے ریشوں میں الجھا ہوا تھا۔

باہر اب ہر سکوت سا چھایا ہوا تھا پوری کالونی میں خاموشی اور پراسرار سناٹے کا بول بالا تھا کالونی کے آخر چوک میں وہ بند گلی ہمیشہ کی طرح آج بھی بالکل سنسان اور بیابان سی لگ رہی تھی وہاں اور بھی لوگوں کے گھر تھے جہاں بچوں اور بڑوں کی آوازیں گونجتی تھیں مگر ایسی رونق صرف دن کے اجالے میں ہی ہوتی اور شام ڈھلتے ہی وہاں ہولناک سناٹا سا چھا جاتا تھا

ہاں البتہ کبھی کبھار ایسا عمل ہو جاتا کہ کسی بچے کے رونے کی آواز گلی میں سنائی پڑ جاتی ورنہ بند گلی بالکل ایسے محسوس ہوتی جیسے وہاں رہنے والے سب گونگے ہوں گلی میں کوئی بھی بلب یا ٹیوب لائیٹ نہ لگی تھی جس کی وجہ سے وہاں شام ہوتے ہی گہری تاریکی چھا جاتی بالکل ایسے جیسے وہ گلی کسی خموش قبرستان کی بند قبر ہو جہاں ہر سو اندھیرا اور گہرا سناٹا بھنبھناتا رہتا ہے۔

گلی کے دونوں اطراف کے گھروں کی تعداد ٹوٹل ملا کر پینتیس تھی بارہ فٹ چوڑی وہ گلی کافی لمبی تھی جو آگے سے بند تھی گلی کی ڈاٹ پر موجود ایک اونچے سے مکان نے گلی کا راستہ آگے سے بند کر دیا تھا اور جہاں رات کو گھٹا گھٹ اندھیرا پھیلا ہوتا چوک میں لگی ہوئی اکیلی ٹیوب لائٹ کی سفید روشنی وہاں تک جانے سے پہلے ہی اپنا دم توڑ دیتی اور پوری رات یہ سلسلہ چلتا رہتا۔

گلی کی ڈاٹ پر موجود اونچا سا مکان بارہ فٹ کی چوڑائی پر پھیلا ہوا تھا وہاں لوہے کا ایک چھوٹا سا گیٹ لگا ہوا تھا جو نجانے کتنے برسوں سے بند تھا شاید یہی وجہ تھی کہ وہ بوسیدہ سا گیٹ جگہ جگہ سے زنگ آلود تھا جس پر لگا ہوا تالا بھی اب مکمل طور پر زنگ آلود ہو چکا تھا۔

اندھیرے میں ڈوبے ہوئے اس بند مکان کے چار سو پر اسرار سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ بازاروں کے بیچوں بیچ بنی ہوئی یہ بند گلی کالونی کی دوسری تمام گلیوں سے یکسر پراسرار سی معلوم ہو رہی تھی جس چوک سے یہ گلی شروع ہوئی تھی وہاں پر لگی ہوئی ٹیوب لائٹ کی سفید روشنی میں قریب قریب کی دو کانوں پر لگے ہوئے تالے واضح نظر آ رہے تھے۔

ہر طرف ایک بھیانک پر اسراری کیفیت عیاں تھی ہر ذی روح روح اپنے اپنے ٹھکانوں میں چھپی ہوئی تھی کہ اچانک دور سے بھاگتا ہوا ایک کتا آیا اور سیدھا اس بند گلی کی طرف روپوش ہو گیا اس کے دوڑنے کی رفتار زیادہ تیز نہ تھی وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر ہی گلی میں چھائے ہوئے اندھیرے میں کہیں گم ہو گیا۔ اور ایک بار پھر ہولناک ماحول جنم لینے لگا کتا اندھیرے کی کالی چادر میں کہیں روپوش ہو گیا تھا کہ اچانک اس بند مکان کی دوسری منزل پر باہر کی جانب کھلی ہوئی کھڑکی کے تینوں پٹ بغیر کسی آواز کے کھل گئے وہاں ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی رونگٹے کھڑے کر دینے والا بھیانک سناٹا چھایا ہوا تھا کھڑکی کے پاس ایک سایہ سا لہرا رہا تھا وہ سفید لباس میں ملبوس بالکل خاموش ہی وہاں کھڑا تھا جو کھڑکی سے باہر اندھیرے میں نجانے کیسے جھانک رہا تھا اور پھر کچھ ہی لمحوں میں کتے کی ایک دل دوز چیخ ابھری اور کالونی کی سنسان گلیوں میں گونجتی ہوئی دور دور فضا میں کہیں تحلیل ہو گئی کتا اندھیرے میں سے نکل کر واپس بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور چوک میں جلتی ہوئی ٹیوب لائٹ کے نیچے آ کھڑا ہوا کتا نجانے کیوں چلایا تھا وہ ہانپتا ہوا گلی میں چھائے ہوئے اندھیرے میں گھور رہا تھا اور پھر ایک دو بار بھونک کر ایک طرف بھاگتا ہوا دور کہیں نظروں سے روپوش ہو گیا۔

لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنی زوردار چیخ گونجنے پر بھی اس گلی کے کسی گھر سے کوئی بھی عمل برآمد نہ ہوا کسی بھی گھر میں کوئی روشنی نہ ابھری تھی اس بند مکان کی کھڑکی اب بند ہو چکی تھی وہاں اب ایک بار پھر ہولناک سناٹا انگڑائیاں لینے لگا تھا اور اندھیرے میں کالے عفریت آگے ہی آگے بڑھتے جانے لگے تھے۔

کمرے میں زیرو نائٹ بلب کی مدھم مدھم سی سبز روشنی عرفان کا وجود بیڈ پر بالکل بے حس وحرکت تھا وہ بالکل بے سدھ ہو کر سویا ہوا تھا اور جسے دیکھ کر کسی پرچھائی کا گمان سا ہو رہا تھا وہ نجانے کب کا سو چکا تھا وقت اپنی رفتار سے سرکتا جا رہا تھا اور پوری کائنات بالکل خاموش اونگھ رہی تھی وقت ہمیشہ کی طرح اپنی روانی میں رہا اور مشرق کی سمت سے ہلکا سرخ سورج نمودار ہونے لگا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کا چمکیلا اجالا ہر سو جگمگا گیا عرفان اور رضا معمول کے مطابق کالج چلے گئے اور دن بھر پڑھائی میں الجھے رہے لیکن آج عرفان پہلے سے بھی زیادہ پریشان اور افسردہ سا دکھائی دے رہا تھا اس کا خوبصورت معصوم سا چہرہ آج بجھا بجھا سا دکھائی دے رہا تھا اور رضا سے اس کی یہ تشویش ناک حالت دیکھی نہ جا رہی تھی اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی عرفان کے متعلق گہری سوچ میں اچانک دروازہ کھلا اور عرفان گھر سے باہر نکل آیا اور گویا ہوا۔ پارک میں ہی بیٹھنا ہے یا اِدھر گلی میں ہی کہیں ٹہلنا ہے نہیں پارک ٹھیک رہے گی وہاں جا کر آرام سے بات کرتے ہیں۔ رضا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ دونوں چلتے ہوئے کالونی سے باہر نکل گئے اور ایک چھوٹی سی پارک میں جا بیٹھے

وہاں اُن دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا وجود نظر نہ آ رہا تھا ہر سو گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا اور وہ دونوں ایک چھوٹے سے لکڑی کے بوسیدہ سے بینچ پر براجمان تھے

وہ ابھی تک بالکل خاموش بیٹھے تھے

ہاں۔ اب بتاؤ آخر ماجرا کیا ہے

رضا نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا چھوڑو یار۔

کوئی ماجرا نہیں ہے عرفان نے جواباً کہا اور منہ دوسری طرف کر لیا یہ کیا بات ہوئی بھلا مجھے تم سے پوری ہمدردی ہے۔ اور میں آج تم سے ہر وہ بات پوچھنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے تم آج کل افسردہ اور ہر وقت شکستہ حال سے رہتے ہو دیکھو مجھ سے کچھ چھپاؤ نہ اور پلیز مجھے۔ رضا نے التجائی انداز میں کہا۔ اور تجسس آمیز نگاہوں سے اُسے بغور دیکھنے لگا جبکہ عرفان اُس کی باتیں سن کر اُسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا جیسے عرفان کو اس کی باتوں پر یقین نہ آ رہا ہو وہ رضا کی باتوں قدرے اپنائیت محسوس کر رہا تھا۔

پلیز یار اب مان جاؤ۔ نا اور بتاؤ کہ اُس بند گلی کا آخر۔ راز کیا ہے ؟ رضا نے ایک بار پھر خفیف سی سرگوشی کی۔ اور سوالیا نگاہوں سے عرفان کے خاموش افسردہ چہرے کو دیکھنے لگا عرفان اُسے کچھ دیر تک بغور دیکھتا رہا اور پھر کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔ اچھا تو پھر سنو۔

اپنے چوک سے جاتے ہوئے کالونی کے آخری اعظم چوک کی بائیں طرف جو پہلی گلی ہے وہ آگے سے بند ہے میں اس گلی کے بارے میں بتا رہا تھا اور آگے سے تم نے لیکچر دینا شروع کر دیا تھا۔ عرفان نے سپاٹ لہجے میں کہا ۔سوری۔ لیکن وہ تو اپنے اس چوک سے کافی دور ہے۔ تم اُس طرف کس سے ملنے گئے تھے ؟ رضا نے تجسس آمیز لہجے میں کہا ہاں کافی دور ہے عرفان نے سانس خارج کرتے ہوئے کہا اور پھر گویا ہوا۔ ایک دن کالج سے آتے ہی میں سو گیا۔ اور پھر جب آنکھ کھلی تو شام ہو چکی تھی کھانا کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں بند ہو گیا بجلی بھی گئی ہوئی تھی اور اُوپر سے موبائل فون کا چارج بھی ختم ہو چکا تھا گرمی سے برا حال ہو چکا تھا میں صحن میں آ کر

یونہی ٹہلنے لگا اور پھر وہی چارپائی پر بیٹھ گیا اور موبائل فون کو چارج پر لگا کر تمہیں میسج کیا لیکن تم شائد سو چکے تھے جو جواب ہی نہ دیا پھر میں نے موبائل فون کو وہی چارج پر چھوڑا اور بیڈ پر دراز ہو گیا۔

دیوار پر لگا ہوا کلاک رت کے بارہ بجا چکا تھا اور میں سونے کی ناکام سی کوشش کرنے لگا لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی میری طبیعت کافی بے چین سی ہو رہی تھی اس رات نجانے کیوں میرا دل گھر میں نہ لگ رہا تھا بار بار جی میں آ رہا تھا کہ باہر جاؤں اور کہیں گھوم پھر کر آؤں میں بیڈ پر لیٹا ہوا کوئی بھی فیصلہ نہ کر پا رہا تھا اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا اور گھر والوں کو بتائے بغیر ہی میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا دروازے کے پاس جا کر میں نے ایک نظر پیچھے مڑ کر دیکھا۔

امی ابو سو رہے تھے اور پھر میں بڑی خاموشی سے دروازہ کھول کر گھر سے باہر نکل آیا گلی میں ادھر ادھر نظریں دوڑا ئیں ہر طرف ویرانی سی پھیلی ہوئی تھی میں سوچے سمجھے بغیر ہی اپنے چوک میں آن کھڑا ہوا اور پھر ایک طرف چل دیا ہر طرف خموشی کا راج چھایا ہوا تھا آسمان پر چاند اور ستارے پورے جوبن میں چمک دمک رہے تھے اس رات مجھے خاموشی بہت اچھی لگ رہی تھی ماحول کافی خوشگوار اور پرسکون سا محسوس ہو رہا تھا میرے اٹھتے ہوئے خفیف قدموں کا رخ اعظم چوک کی سمت تھا اور میں اس بات سے بے خبر پتہ نہیں کن سوچوں میں الجھا ہوا بس چلتا ہی جا رہا تھا میں اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر بس آگے ہی اگے بڑھتا جا رہا تھا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی وجود بڑی تیزی سے میرے قریب سے گزرا ہو میں اچانک لڑکھڑا سا گیا اور تیز دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھا وہ ایک آوارہ کتا تھا جو ہانپتا ہوا میرے قریب سے گزر گیا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے کاٹا نہیں تھا۔

میں کافی دور نکل آیا تھا اب میں وہاں پر مزید رکنا نہیں چاہتا تھا اور پھر میں وہی سے واپس پلٹ آیا مین تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اب واپس گھر کی طرف آ رہا تھا ابھی میں تھوڑا پیچھے تھا کہ مجھے وہ آوارہ کتا اعظم چوک میں ایک ٹیوب لائٹ کے نیچے تھا کہ مجھے وہی آوارہ کتا ایک ٹیوب لائٹ کے نیچے کھڑا دکھائی دیا۔

وہ ایک گلی کی طرف منہ کر کے بالکل ساکت ہی کھڑا تھا میں اسے دیکھ کر گویا ڈر سا گیا تھا کہ اگر اس نے مجھے کاٹ لیا تو نئی مصیبت بن جائے گی بس یہی سوچ کر میں بازار میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ادھر ادھر جانے کا انتظار کرنے لگا وہ کتا کافی دیر تک کھڑا تھا اس گلی میں گھورتا رہا جیسے وہاں کچھ تلاش کر رہا ہو مجھے اس پر غصہ بھی آ رہا تھا اور اس سے خوف بھی کھا رہا تھا مجھ سے وہاں مزید کھڑا نہ ہوا جا رہا تھا اور پھر آخرکار وہ کتا بازار میں آگے کی طرف دوڑ پڑا اور میں پھر آہستگی سے پیچھے پیچھے چل پڑا میں چلتا ہوا اعظم چوک آ گیا ٹیوب لائٹ کی روشنی میں خود کو میں عجیب سا محسوس کرنے لگا۔

جیسے میں کوئی پاگل ہوں جو رات کے اس وقت یوں تنہا ہی بازاروں میں آوارہ گردی کر رہا ہوں میں چوک میں کھڑا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ آوارہ کتا گھورتا ہوا چلا گیا تھا گلی کا منظر کافی حد تک پراسرار سا معلوم ہو رہا تھا چوک کی طرف سے گلی کا اندر والا حصہ تو ٹیوب کی روشنی سے روشن تھا لیکن پھر اس سے آگے اندھیرا ہی اندھیرا تھا میں چوک میں کھڑا ہو کر اس اندھیرے میں آگے دیکھنے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا نجانے کیوں میرا دل بار بار کر رہا تھا کہ میں اس کالے سیاہ اندھیرے میں جا کر اس وجود کو دیکھوں جیسے تھوڑی دیر پہلے وہ کتا گھور رہا تھا کتے کا خیال آتے ہی میری نگاہیں بے ساختہ اس طرف گھوم گئی جس طرف وہ کتا گیا تھا لیکن بازار کی سیدھ میں مجھے

دور دور تک کچھ بھی دکھائی نہ دیا شاید اس لیے کہ بازار
میں تا حد نگاہ ہولناک کالا اندھیرا چھایا ہوا تھا ہر طرف
سنسان خاموشی کا راج چھایا ہوا تھا اور میں وہاں بالکل
تنہا ہی کھڑا تھا۔

رات بھی کافی گہری ہو چکی تھی اب ایک بار پھر
میں اس گلی کے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
دیکھنے لگا پھر اچانک مجھے نجانے کیا ہو گیا اور میرے
قدم نا چاہتے ہوئے بھی اس پھیلے ہوئے اندھیرے کی
طرف بڑھ گئے اندھیرے میں پہنچتے ہوئے جیسے
میرے بوجھل قدم رک گئے آگے تو جانے کا راستہ ہی
نہیں تھا گلی کی ڈاٹ پر ایک مکان تھا جو شدید گھپ
اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا میں نے نادانستگی میں سر
جھٹکا اور واپس چوک کی طرف پلٹا فضول میں ہی ادھر
گھس آیا۔

میرے دماغ میں سوچ نے اپنا سر ابھارا میں تیز
تیز چلتا ہوا چوک میں پہنچا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے
میرے پیچھے کوئی مجھے ٹکٹکی باندھے گھور رہا ہو۔
میں نے گھبراتے ہوئے فوراً پیچھے دیکھا تو دیکھا
تو جیسے میرے اوسان ہی خطا ہو گئے مجھے یک لخت کئی
وہم وگمان کے جھٹکے لگنے لگے میرے رونگٹے ہی
کھڑے ہو گئے خوف کی ایک طویل لہر میری ریڑھ کی
ہڈی میں سرائیت کر گئی میرے سامنے اسی اندھیرے
میں ایک خوبرو جوان لڑکی کھڑی صاف اور واضح نظر
آ رہی تھی وہ سفید لباس میں ملبوس بالکل خاموش
ہی کھڑی مجھے گھور رہی تھی اس کے چہرے پر حیرت
انگیز مایوسی لہرا رہی تھی اور آنکھوں سے بہتا ہوا پانی دل
دوز تھا اور پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے اچانک
غائب ہو گئی اس کے یوں غائب ہونے سے میں گویا
لڑکھڑا کے رہ گیا۔

میں بے بس کھڑا وہاں کانپ رہا تھا پھر اچانک
میرے دل کے تاریک گوشے میں اک خیال روشن
ہوا کہ عرفان بھاگ یہاں سے یہ کوئی بدروح ہے اگر تم
ادھر مزید رکے تو پتہ نہیں تمہارے ساتھ کیا سلوک
کرے۔ اور پھر ادھر سے بھاگ کھڑا ہوا میں بڑی
تیزی سے بھاگ رہا تھا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے
وہ بھی کسی آدم خور کی طرح میرے پیچھے بھاگ رہی
ہے میری سانس پھول چکی تھی دل دھڑک دھڑک کر
ہار چکا تھا۔

شکر خدا کا میں اپنی گلی میں آن کھڑا ہوا تھا۔ اور
اب اپنی سانسیں نارمل کرنے لگا تھا مگر میری نگاہیں
ابھی بھی اُسے اپنے آس پاس کہیں محسوس کر رہا تھیں
لیکن وہ مجھے کہیں بھی دوبارہ نظر نہ آئی۔ میں خوف
سے نڈھال ہو رہا تھا اور پھر اسی کشمکش میں گھر
میں داخل ہو گیا میرا دل ابھی بھی دھک دھک کر رہا
تھا میں سیدھا اپنے کمرے میں جا گھسا اور بیڈ پر دراز
ہو گیا مجھے اب اندھیرے سے خوف آنے لگا تھا۔

اس رات میں نے کمرے کی لائٹ بھی آف نہ
کی تھی اور ساری رات نا چاہتے ہوئے بھی اُس واقعے
کے بارے میں سوچتا رہا میں جتنا چاہتا کہ اس بارے
میں نہ سوچوں اتنا ہی مجھے اس واقعے کا خیال آتا اور
میری سوچوں کے زاویے وسیع وعریض ہوتے جاتے
بس اُسی دن سے لیکر آج تک میری سوچوں کا مرکز
وہی بند گلی ہے میں کالج سے واپس آکر ہر روز اُسی
چوک بند گلی میں جاتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اس
گلی میں وہ آخری مکان بند ہی رہتا ہے اس مکان
کے گیٹ کو تالا لگا ہوا ہے اور اس بارے میں مجھے پتا
چلا ہے کہ وہ مکان گذشتہ کئی سالوں سے ایسے ہی بند
پڑا ہے۔

رضا اپنے دوست سے یہ سب سن کر بالکل پتھرا
سا گیا اور پھر وہ کسی گہری سوچ میں کہیں غوطہ زن ہو گیا
اُن دونوں میں اب گہری خاموشی چھا گئی تھی اور۔ وہ
اب سے بھی زیادہ سراسیمہ سا نظر آ رہا تھا اس کا
اک لفظ سچا تھا اور رضا اس سچ میں چھپے ہوئے راز کو
جاننا چاہتا تھا آج اس گلی میں جانے کا ارادہ ہے رضا

نے خموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر عرفان تجسس آمیز نگاہوں سے رضا کو دیکھنے لگا جبکہ رضا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا تم جیسے بہتر سمجھو۔

عرفان نے سپاٹ لہجے میں سرگوشی کی۔ تو آج رات ٹھیک بارہ بجے گھر سے باہر نکل آنا میں تمہیں باہر گلی میں ہی ملوں گا۔

رضا نے جواباً کہا اور پھر گویا ہوا۔ چل آ۔ گھر چلیں اور پھر وہ دونوں پارک سے نکل کر اپنے گھروں میں چلے گئے رات اپنے تاریک پروں کو سمیٹ کر چکی تھی اندھیرے کے عفریت چار سو پھیل چکے تھے ماحول پر خاموشی اور گہرا سناٹا سا چھا چکا تھا پوری کالونی میں ایک گمنام سی وحشت چھائی ہوئی تھی وقت تیزی سے بدلتا رہا اور رات مزید گہری اور سیاہ ہوتی گئی رات کے بارہ بجنے میں ابھی تھوڑا وقت باقی تھا عرفان آج کافی بے چین سا لگ رہا تھا وہ اپنے کمرے میں لگے۔

کلاک مسلسل گھوم رہا تھا جس کی سوئیاں دھیرے دھیرے بارہ بجانے کی تگ و دو کر رہی تھیں اس کے گھر والے نجانے کب کے سو چکے تھے۔

باہر آج ہوا بڑی خنکی میں چل رہی تھی آسمان چاند اور تاروں سے سجا ہوا تھا گلی میں چاندنی کی مدھم مدھم سی گرتی ہوئی لو بڑی دلکش لگ رہی تھی ہر طرف خاموشی کا دور دورہ تھا کہ اچانک گلی میں ایک گھر کا دروزاہ ہلکی سی چرچراہٹ سے کھلا اور ایک مدھم سایا دکھائی دینے والا ہیولا گلی میں بڑی تیزی سے چلتا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا۔

وہ بالکل کسی سائے کی طرح معلوم ہو رہا تھا وہ بالکل خاموش اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا گلی میں ایک گھر کے پاس جا کر کھڑا ہوا وہ رضا تھا جو وعدے کے مطابق ٹھیک بارہ بجے گلی میں کھڑا اب عرفان کا انتظار کر رہا تھا میں تمہارے گھر کے باہر کھڑا ہوں موقع پا کر آ جاؤ۔

رضا نے عرفان کو میسج کیا اور پھر چند ساعتوں میں عرفان کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور وہ باہر نکل آیا اُسے باہر آتے ہوئے دیکھ کر رضا کے چہرے پر ایک ہلکی سی خوشگوار مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی کسی نے دیکھا تو نہیں۔

رضا نے نرمی سے کہا۔ نہیں۔ عرفان نے مختصراً نہیں میں سر ہلایا اور پھر وہ دونوں اپنی گلی سے تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے اپنے چوک میں آن کھڑے ہوئے وہ ارد گرد بڑے غور سے دیکھ رہے تھے کہ کہیں انہیں گھروں سے کسی نے دیکھا تو نہیں۔

ہر طرف ہو کا عالم انگڑائیاں لے رہا تھا اندھیرے کے ہولناک عفریت ہر سو رینگتے ہوئے آگ ہی آگے بڑھ رہے تھے وہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی وجود نظر نہ آ رہا تھا ہر کوئی اپنے اپنے ٹھکانوں میں چھپا خو اب خرگوش کے مزے لے رہا تھا وہ دونوں اب تسلی کر چکے تھے وہ دونوں وہاں تنہا ہی تھے اُنہوں نے ایک دوسرے کو بغور سے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ اعظم چوک کی طرف بڑھنے لگے وہ بالکل خاموش ہو کر اور حالات کا جائزہ لیتے ہوئے آگے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے کبھی کبھار ان میں کوئی سرگوشی ہوتی تو ماحول میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہو جاتا اور وہ ٹھٹھک کر رہ جاتے اعظم چوک میں لگی ہوئی ٹیوب لائٹ کی مدھم سی روشنی اپنے قریب و جوار میں پھیلے ہوئے اندھیرے کو بڑی ہمت سے روک رہی تھی دور سے آتے ہوئے دو مدھم مدھم نظر آنے والے ہیولے اس سنسان بازار میں بڑے پر اسرار سے معلوم ہو رہے تھے اُن کے قدموں کی خفیف چاپ پر جب بھی کبھار کوئی کتا کسی گلی میں بھونکتا تو دل دہلا دینے والا خوف لوں لوں ہلا کر رکھ دیتا اور وہ اور بھی زیادہ محتاط ہو کر چلنے لگتے وہ اپنے قدموں کو پھونک پھونک کر رکھتے

ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے جارہے تھے۔

اچھا سنو چابی کے بغیر تالا کیسے کھولا جاسکتا ہے۔رضا نے سرگوشی کی اور عرفان کو اندھیرے میں بغور گرنے لگا۔

کیا تمہارے کہنے مطلب کہ ہم تالا کھول کر اس مکان کے اندر جائیں گے۔

عرفان نے خوفزدگی سے اِستفسار کیا۔

ہاں ہم اس مکان کے اندر جائیں گے ورنہ ایسے کیسے کسی راز سے پردہ اُٹھایا جاسکتا ہے؟ رضا نے جواباً اور بازار میں پھیلے ہوئے خفیف اندھیرے میں متلاشی نظریں گھمانے لگا لیکن تمہیں کیا پتہ۔

کہ وہاں جو کچھ بھی ہے۔وہ اس مکان میں ہے عرفان۔نے سراسیمگی میں کہا۔

تو تمہیں کیا لگتا ہے وہاں پر جو کوئی بھی راز ہے وہ صرف اس بند گلی تک ہی محدود ہے وہاں جو کچھ بھی ہے جو کوئی بھی ہے اس بند مکان میں ہے وہ بند گلی تو اک راستہ ہے وہاں تک پہنچنے کا اور ہم اس مکان میں ضرور جائیں گے۔

رضا نے سپاٹ سے لہجے میں کہا آگے تمہاری مرضی تم جیسے بہتر سمجھو۔رضا ایک بار پھر گویا ہوا لیکن ہم تالا کیسے کھولیں گے اگر توڑنا چاہیں تو کس سے توڑیں گے۔ہم تو خالی ہاتھ ہیں اور فرض کرو۔

اگر کسی بھی طریقے سے تالا توڑنا بھی چاہا تو رات کے سناٹے میں شور دور۔دور تک سنائی دیگا اگر کوئی وہاں آگیا تو ہمیں چور سمجھ کر پولیس کے حوالے کردیگا عرفان نے خفگی سے کہا۔

تم اس کی فکر نہ کرو میرے پاس لوہے کی تار کا پیا ٹکڑا ہے جس سے کوئی بھی تالا آسانی سے کھولا جاسکتا ہے اور ایک ٹارچ بھی ہے جو وہاں اندھیرے میں ہمارے کام آئے گی رضا نے اپنی پینٹ کی سائیڈ فرنٹ پاکٹ کو ہاتھ سے ٹٹولتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر عرفان کو حیرانی بھی ہوئی اور ایک مقرر حد تک خوشی بھی تو اس کا مطلب ہے تم مکمل رسک لینے کا فیصلہ کر چکے ہو۔

عرفان نے ہلکی سی سرگوشی کی۔

ہاں صرف تمہاری خاطر اور صرف تمہارے لیئے چاہے کچھ بھی ہو جائے رضا نے مختصرا کہا اور اپنے اپنے ساتھ چلتے ہوئے عرفان کو غور سے دیکھنے لگا۔

اب ایک بار پھر ان دونوں میں خاموشی کی لہر دوڑ گئی اور ایک طویل سکوت سا چھا گیا عرفان کو اپنے دوست پر فخر سا ہونے لگا اسکا انتخاب قطعی غلط نہ تھا اس نے واقعی کسی بہادر لڑکے سے دوستی کی تھی اور یہ دوستی لازوال تھی جو بچپن سے چلتی آرہی تھی وہ دونوں بڑی احتیاط سے چلتے جارہے تھے اب ان کے قدموں کی رفتار مدھم پڑ گئی تھی۔اعظم چوک کا فاصلہ اب چند قدموں کی مسافت پر محیط تھا ابھی ابھی وہ چوک سے ذرا پیچھے ہی تھے اچانک وہی کتا بازار بازار سے دوڑتا ہوا آیا اور اس بند گلی کی طرف مڑ وہ دونوں کتے کی اس یک دم آمد سے کافی حیران ہو رہے تھے چوک میں بائیں ہاتھ پر ایک دوکان تھی جہاں اینٹوں سے ایک اوٹ سی بنائی ہوئی تھی جس سے یہ صاف واضح تھا کہ وہ چائے کی دوکان ہے وہ دونوں اس دوکان کی اوٹ میں جا چھپے اور تکر چھپ چھپ کر اس بند گلی میں جھانکنے لگے۔

چوک سے گلی کا پہلا حصہ تو ٹیوب لائٹ کی مدھم سی روشنی سے تھوڑا بہت نظر آرہا تھا لیکن اس سے آگے گھپ اندھیرا تھا اور جہاں آنکھوں کی بینائی کھو جاتی یہ وہی کتا ہے جو اس رات میرے قریب سے دوڑتا ہوا گزر گیا تھا۔

عرفان نے ہلکی سی سرگوشی کی اور پھر وہ بالکل ساکت ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا پوری گلی اسی اجڑے قبرستان کی طرح سنسان تھی وہ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی بالکل کسی بند غار کی طرح معلوم ہو رہی تھی جہاں سوائے کالی سیاہ دہشت ناک تاریکی کے سوا اور

کچھ بھی نظر نہ آرہا تھا وہ آوارہ کتا اسی اندھیرے میں کہیں روپوش تھا جو ابھی تک واپس نہ آیا تھا۔

وہ آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے جو وہ آوارہ کتا ابھی تک واپس ہی نہیں آیا عرفان۔ سراسیمگی میں کہا

ہو سکتا ہے وہ کسی گھر کے دروازے میں پڑا سو رہا ہو۔ رضا۔ نے جواباً سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور اپنے ساتھ کھڑے ہوئے عرفان کو سوالیا نظروں سے گھورنے لگا۔

لیکن ہم اس کتے کا کیونکر انتظار کر رہے ہیں اگر وہ ہمیں دیکھ کر بھونکے یا کوئی اور مزاحمت کرنے کی کوشش کرے تو اسے ڈرا کے بھگا دیں گے آخر وہ کتا ہی ہے ناں کوئی شیر تھوڑی ہے۔

یہ رضا کی آواز تھی جو اس کتے کو نظر انداز کرتے ہوئے۔ عرفان۔ مخاطب ہوا۔

ہاں یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔

عرفان نے جواباً کہا اور پھر وہ دونوں قدرے خاموشی اور دبے پاؤں چلتے ہوئے اس بند گلی میں داخل ہو گئے وہ روشنی سے نکل کر اندھیرے میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔ شاید اس لیے کے وہ کوئی بھی خطرہ مول لینا نہ چاہتے ہوں اور پھر وہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے اس چھپلے اندھیرے میں کہیں ڈوب گئے۔

کتنا اندھیرا ہے یہاں ذرا۔ رُک جاؤ جب آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو جائیں گی تو تب ہی آگے بڑھیں گے رضا۔ نے عرفان کا ہاتھ پکڑ کر سرگوشی کی۔

اور۔ وہ۔ دونوں ایک گھر کے دروازے کے پاس بالکل خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے وہ اندھیرے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہاں چھپے ہوئے اس کتے کو متلاشی نظروں سے تلاش کر رہے تھے تاکہ وہ ان کے کام میں کوئی بھی خلل نہ ڈال سکے وہ دونوں بالکل جامد نظر ہو کر وہاں کھڑے تھے کہ اچانک وہاں اندھیرے میں ایک عجیب سی سرسراہٹ سی اُبھرنے لگی جیسے کوئی لفافے ہاتھ ڈال کر اسے جان بوجھ کر مروڑ رہا ہو۔

یہ عجیب سی پُر اسرار سرسراہٹ اندھیرے میں کافی دہشت ناک لگ رہی تھی وہ دونوں ٹھٹھک رہ گے اور اس سرسراہٹ کا نظری تعاقب کرنے لگے لیکن انہیں سوائے گھٹا ٹوپ اندھیرے کے اور کچھ نظر نہ آیا وہ کافی سراسیمہ سے لگ رہے تھے۔

وہ دونوں آس پاس کھڑے اپنی اپنی سوچوں میں کہیں گم تھے اچانک اندھیرے میں کتے کی ایک تیز چیخ گلی میں دور دور تک فضاء میں کہیں تحلیل ہونے لگی کتے کی اس دوز چنگھاڑ سے وہ سر۔ تا۔ پاؤں کانپ اُٹھے وہ اس ہونے والے اچانک واقع سے قطعی بے خبر تھے لیکن ثابت قدم ہو کر وہی اپنی جگہوں پر کھڑے رہے کتا دل شگاف دھاڑتا ہوا گلی سے نکل کر۔

واپس چوک میں ٹیوب لائٹ کے نیچے جا کھڑا ہوا وہ بڑی شدت سے ہانپ رہا تھا اور بدستور وہاں کھڑا ہو کر گلی میں پھیلے ہوئے اندوہناک اندھیرے میں کسی ان دیکھے وجود کو تلاش کرنے لگا کتے کی اس تیز چنگھاڑ سے بالکل صاف عیاں تھا کہ اسے کسی نے بڑی بیدردی سے مارا تھا لیکن اس مارنے والے کا وجود ابھی تک اندھیرے کہیں پوشیدا تھا رضا۔ اور۔ عرفان۔ اندھیرے میں اس نار ساز وجود کو متلاشی نظروں سے تلاش کر رہے تھے لیکن انہیں وہاں کچھ نظر نہ آیا وہ کتا کافی دیر تک ٹیوب لائٹ کے نیچے کھڑا گلی میں چھائے ہوئے کالے اندھیرے کی طرف گھورتا رہا اور پھر اچانک ہی بھونکتا ہوا ایک طرف دوڑتا ہوا فوراً نظروں سے اجھل ہو گیا۔

رات شدید گہری اور تاریک ہو چکی تھی ہلکی ہلکی چلتی ہوئی ہوا سے آج موسم کافی خوشگوار تھا لیکن پراسراریت میں ڈوبا ہوا بھیانک اور دہشت ناک

کافی دیر تک اندھیرے میں رہنے سے اب انہیں کچھ کچھ وہاں دکھائی دینے لگا تھا رضا نے عرفان کا ہاتھ پکڑ کر دبایا اور اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں اس بند مکان کے بالکل سامنے جا کھڑے ہوئے۔

رضا نے ایک بار ادھر ادھر دیکھ کر حالات کا جائزہ لیا اور پھر ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اپنی جیب سے لوہے کی باریک سی تار کا ایک ہاتھ لمبا ٹکڑا نکال کر دروازے پر جھک گیا جبکہ عرفان اپنے چار سو متلاشی نگاہوں سے بغور گھور رہا تھا جیسے کسی کو ڈھونڈ رہا ہو لیکن اس گھپ اندھیرے میں انہے کچھ نظر نہ آیا اچانک بجلی چلی گئی اور ہر طرف ہڑپ کر جانے والا دہشت ناک اندھیرا چھا گیا پوری کالونی میں قبرستان جیسا ہولناک اور بھیانک سناٹا محسوس ہونے لگا۔

ہر طرف گہری خاموشی چھا گئی کالونی میں دور کہیں جب کوئی کتا بھونکتا تو دہشت ناک خاموشی کا زور ٹوٹ کر دلوں میں خوف سرائیت کر جاتا ماحول میں خوف ہراس کا زور ٹوٹ کر دلوں میں خوف سرائیت کر جاتا۔

ماحول میں خوف وہراس بڑھتا جا رہا تھا رضا کافی دیر سے اس بند مکان کے تالے کو کھولنے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا جس سے ہلکی ہلکی سی سرسراہٹ گونجتی ہوئی پوری گلی میں خوف پھیلا رہی تھی پھر اچانک وہ سرسراہٹ بند ہو گئی اور رضا اپنے پاس کھڑے عرفان کو اندھیرے میں گھورنے لگا۔

تالا کھل گیا ہے۔ رضا نے سرگوشی کی اور لوہے کی زنگ آلود گیٹ کے دونوں پٹ کھول دیئے ایک عجیب کی چرچراہٹ اندھیرے میں گونجتی ہوئی کہیں معدوم ہو گئی اور وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے دروازہ کھلتے ہی سامنے اوپر کو جاتی ہوئی سیڑھیاں کافی طویل تھیں وہ اندر داخل ہوتے ہی دروازہ پھر سے بند کر چکے تھے دروازہ بند ہوتے ہی وہاں گہرا اندھیرا پھیل گیا اور وہ اپنا دل ڈوبتے ہوئے محسوس کرنے لگے وہ عجیب سے نقشے پر بنا ہوا مکان تھا جہاں صحن کا نام ونشان تک نہ تھا وہ خوف سے کانپ اٹھے تھے انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ زندہ ہی کسی اندھیری قبر میں قید کر دیئے گئے ہوں۔

رضا نے اپنی جیب سے فوراً ٹارچ نکالی اور اسے روشن کر دیا ٹارچ کی سفید دودھیا روشنی میں وہ آگے کا منظر صاف اور واضح دیکھ سکتے تھے ان کے سامنے سیمنٹ کی بنی ہوئی ایک لمبی سی سیڑھی تھی جس پر جگہ جگہ گرد وغبار اور مکڑی کے بے ہودہ جالے گچھوں کی مانند لٹک رہے تھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کئی برسوں سے وہاں کوئی بشر نہ رہ رہا ہو ایک قیامت خیز دل دہلا دینے والی خاموشی دلوں کو تیز تیز دھڑکا رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے برسوں سے وہاں کوئی آواز نہ گونجی ہو وہ دونوں ڈرتے ڈرتے بڑی آہستگی سے اوپر چڑھنے لگے ان کے دل بڑی تیزی سے دھڑک رہے تھے خوف ان پر اپنی دہشت پھیلا چکا تھا۔ لیکن ایک دوسرے کا ساتھ ان کی ہمت باندھے ہوئے تھا اور وہ حوصلہ کرتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔

وہ ایک چھوٹا سا ہال تھا جس کی چھت پر ہزاروں مکڑیوں کے بے ترتیب جالے سانپوں کی طرح لٹک رہے تھے مٹی کی ایک موٹی تہہ ہال کے فرش پر جمی ہوئی تھی اور گرمی سے سانس لینا دشوار ہوتا جا رہا تھا انگشت بدنداں ہو کر کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی ان آلودہ جالوں سے لبریز غار نما ہال کو گھورتے ان کے چہروں پر وحشت اور پریشانی کے ملے جلے اثرات جھلک رہے تھے۔

رضا۔ بار بار ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر گھما رہا تھا کہ اچانک اسے دوار میں ایک طرف بنی ہوئی کھڑکی کے کچھ آثار سے محسوس ہوئے اور وہ فوراً اُس طرف آگے بڑھ گیا وہاں واقعی ایک بڑی کھڑکی تھی جو باہر گلی کی طرف کھلتی تھی رضا۔ نے کھڑکی کی زنگ آلود

کنڈی کھولی اور اس کے تینوں پٹ جلدی سے کھل گئے کھڑکی کھلتے ہی ٹھنڈی ہوا کا ایک تازہ جھونکا ان سے ٹکرایا اور انہیں سانس لینے میں آسانی ہو گئی ورنہ اس شدید حبس میں وہ مزید رک نہیں سکتے تھے۔

باہر طرف گھپ اندھیرا اور گہرا سکوت چھایا ہوا تھا ہر کوئی اپنے اپنے ٹھکانے میں کہیں روپوش تھا ایسے میں ایک بنگلے کے آخری سامنے مکان کے اوپری حصے میں مدھم مدھم سی روشنی لہرا رہی تھی اور کبھی ایک عجیب سی پراسرار سرسراہٹ کے ساتھ دو ہیولے سے اِدھر اُدھر حرکت کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے ماحول میں اندوہناک دہشت مزید بڑھتی جا رہی تھی ہر کوئی آنے والے وقت کے رویۂ سے بے خبر تھا۔

وہ ہال میں اِدھر اُدھر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلتے ہوئے کافی پراسرار سے لگ رہے تھے وہ حال کو متلاشی نظروں دیکھ رہے تھے جیسے کسی انجانے اور ان دیکھے وجود کی تلاش میں ہوں اچانک رضا۔ ٹارچ کی روشنی دیوار پر ایک طرف جامد سی کر دی اور وہ دونوں بڑے غور سے اس طرف دیکھنے لگے دل میں ہزاروں وہم و گمان اپنا سر ابھار چکے تھے دہشت کا کالا عفریت ان پر پوری طرح حاوی ہو چکا تھا شاید اس کسی کمرے کا دروازہ ہے ضرور اس کے پیچھے کوئی کمرا ہو گا عرفان نے سرگوشی کی اور خوشی کی طویل لہروں کو طویل چند لمحوں لیے توڑ دیا

رضا، نے ہاں میں سر ہلایا اور اس مدھم سے اشار کی طرف قدم بڑھا دیئے جبکہ عرفان۔ اس کے بالکل ہمراہ چل رہا تھا۔

وہ واقعی ایک دروازہ تھا اور حیرت کی بات یہ کہ دروازہ بغیر کنڈی کے ہی بند کیا ہوا تھا وہ دونوں متجسس نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور پھر چند ثانیے یونہی خاموش گزر گئے اب کی عرفان۔ آگے بڑھا اور دروازے کو کھولنا چاہا ہاتھ لگتے ہی وہ دروازہ ایک خفیف سی چرچراہٹ سے کھل گیا اور وہ دروازے میں لٹکتے ہوئے جالوں کو ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

وہ کافی بڑا کمرا تھا جہاں باہر ہال کی نسبت جالے اور گرد آلود مٹی قدر کم تھی اور یہ بات ایک معمہ تھی کمرے میں ہر طرف ایک بوسیدہ لکڑی کا فرنیچر بالکل ٹوٹ پھوٹ چکا تھا اور بڑی بے ترتیبی سے بکھرا ہوا تھا گو کہ وہ کمرا کسی کباڑیے کی دوکان کی مانند لگ رہا تھا۔

رضا ٹارچ کی مدد سے پورے کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیا اس کی متجسس نظریں ٹارچ کی روشنی کے ساتھ ساتھ پورے کمرے گردش کر رہی تھیں عرفان یہ سب کچھ دیکھ کر حیرت کا مجسمہ بن گیا وہ اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کمرے کی شکستہ حالی کا معائنہ کر رہا تھا کمرے میں ضرورت کا ہر سامان موجود تھا مگر بے ترتیب اور مٹی سے آلودہ ہوا ہوا تھا رضا۔ کمرے میں چلتے ہوئے ایک طرف بڑھ گیا ابھی وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک وہی کھڑا ہو گیا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے باہر حال میں کوئی انہیں چھپ کر دیکھ رہا ہو۔

رضا ٹارچ کی روشنی باہر ہال کی طرف گھما دی لیکن باہر انہیں سوائے لٹکے ہوئے جالوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا وہ ایک پل کے لئے لڑکھڑا گیا تھا اسے ابھی بھی شک تھا جیسے باہر کوئی ضرور ہے جو انہیں ہر پل دیکھ رہا تھا اس کے دماغ میں بیشمار خیالات جنم لے چکے تھے اس کا دل نہ چاہتے ہوئے بھی تیز تیز دھڑکنے لگا تھا وجود کانپنے لگا تھا اسکا لوں لوں دہل چکا تھا ہاتھ میں پکڑی ٹارچ بس ایک جگہ پر جامد تھی اور وہ تھرتھرانے لگا تھا اور دل کر رہا تھا کہ آنکھ جھپکتے ہی وہ یہاں سے بھاگ جائے کیا ہوا عرفان۔ اسے یوں مبہوت دیکھ کر سرگوشی کی اور موبائل فون کی مدھم سی لو کمرے میں چار سو بکھرنے لگی مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی ہمیں گھور رہا ہو۔

رضا نے دھڑکتے ہوئے دل سے بمشکل کہا اسکی

آواز میں آج پہلی بار کپکپاہٹ تھرتھرا رہی تھی اسے خوف و وحشت ہونے لگی کہ وہ مکان نجانے کتنے برسوں سے یونہی بند پڑا تھا یہاں ضرور کوئی سایا رہتا ہوگا کوئی جن بھوت کوئی شیطانی خوفناک بدروح یہاں ضرور کوئی آدم خور چڑیل رہتی ہوگی وہ نا چاہتے بھی بار بار ایسی ہی سوچوں میں کہیں اٹک گیا اسکے دل و دماغ میں بار بار بدروحوں جیسی مخلوق کا نام آ رہا تھا وہ خود پر قابو نہ پا رہا تھا وہ آنکھیں پھاڑے کسی بت کی طرح بالکل ساکت کھڑا تھرتھرا رہا تھا جبکہ عرفان۔ ہال میں جا پہنچا اور اس چھوٹے سے ہال کی سب کچھ دیکھ آیا لیکن اسے وہاں ایسا کچھ بھی دکھائی نہ دیا جس سے وہ مزید خوف کھاتے۔

کچھ بھی نہیں ہے یار وہم ہے تمہارا۔

عرفان ۔نے آہستگی سے کہا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا جبکہ ۔رضا کے چہرے سے ابھی بھی یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے واقعی وہاں کچھ دیکھا ہو۔

مسلمان کبھی ڈرا نہیں کرتے عرفان نے سرگوشی کی اور اسے حوصلہ دینے لگا

عرفان کے موبائل فون پر رات کے تین بج چکے تھے وہ ٹائم دیکھ کر گویا لڑکھڑا سا گیا ارے ۔یار بہت ٹائم ہو گیا ہے اگر گھر والے اُٹھ گئے تو آج ہم پھنس جائیں گے عرفان نے موبائل فون کو بغور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

چل ۔آ ۔اب واپس چلتے ہیں عرفان ۔نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

باہر ہر طرف قیامت خیز اندھیرا چھایا ہوا تھا بجلی ابھی تک نہ آئی تھی ورنہ کالونی میں اس قدر اندھیرا نہ پھیلا ہوتا۔

پوری کالونی اندھیرے کی کالی چادر میں کہیں روپوش تھی ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دے رہا تھا قدم قدم پر اندوہناک اندھیرے کے کالے عفریت زندہ ہڑپ کر جانے کو منڈلا رہے تھے موت کا خوف کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح اچھل اُچھل کر دل میں اُبھر رہا تھا گو کہ خوف و وحشت کا عبرتناک کالا سیاہ سایا اُنکے سروں پر منڈلا رہا تھا باہر نکل کر وہ مکان کا تالا ایک بار پھر لگا چکے تھے اور وہ اب واپس جا رہے تھے ہر طرف اندھیری نگری کی وحشت انگڑائیاں لے رہی تھی اور وہ چلتے ہوئے ڈر کے مارے اپنے چار سو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

تاریخ ہوتے ہوئے بھی وہ اسے روشن نہیں کر سکتے تھے اگر ایسا کرتے تو یقیناً کوئی دیکھ لیتا اور انہیں چور سمجھ کر شور مچا دیتا وہ ہر طرح سے خوف و ہراس میں مبتلا تھے اور بس خاموشی سے چلتے جا رہے تھے اُن کے قدموں کی خفیف چاپ ماحول میں ایک اسرار سا پیدا کر رہی تھی کبھی کبھی وہ اپنے پیروں کی آواز سن کر ڈر جاتے اور وہی منجمد ہو کر کھڑے ہو جاتے وہ اندھیرے کی کالی سیاہ تاریک میں اپنے چار سو پر چھائیاں جھپکتی ہوئی محسوس کر رہے تھے راہ چلتے ہوئے وہ بار بار رکتے اور خوف و ہراس سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے گھورنے لگ جاتے لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ان میں ہمت اور حوصلہ سا باندھ رکھا تھا اور وہ ابھی تک چلتے جا رہے تھے۔

وہ کافی دیر تک یونہی تھرتھراتے ہوئے چلتے جا رہے تھے آخر اپنے چوک میں پہنچے وہاں پہنچتے ہی بجلی بھی آ گئی اور ان کی ہمت مزید بندھ گئی وہ پرسکون سے ہو گئے اور پھر اپنے گھروں کی طرف بڑھ گئے صبح ہونے میں ابھی کافی وقت تھا وقت کسی گول پہیے کی طرح گھومتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا کالونی کی واحد مسجد میں امام صاحب اذان کہہ رہے تھے اور لوگ نماز کے لیے جاگ اُٹھے تھے۔

رضا ۔نجانے کب کا سو چکا تھا اور کچھ ایسا ہی حال عرفان کا بھی تھا وقت کی کشتی دریا میں تیرتی رہی

اور آخر مشرق سے سورج نے اپنا سر ابھارنا شروع کر دیا معمول کے مطابق کالونی میں لوگوں کی آمدورفت دھیرے دھیرے بڑھنے لگی اور سب اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف عمل نظر آنے لگے۔

ٹھک ۔ٹھک۔ ٹھک ۔اچانک عرفان کے کمرے کا دروازہ کھٹکا اور وہ ہڑبڑا کر اُٹھ گیا باہر اس کی امی اسے پکار رہی تھی۔

جی امی جان میں بیدار ہو گیا ہوں۔

عرفان نے جمائی لیتے ہوئے کہا اور بیڈ سے اُٹھ کھڑا ہوا اسکا پورا وجود کسی زخم کی طرح دکھ رہا تھا اسے اپنے منہ پر گرد و غبار سی لگی ہوئی محسوس ہوئی اور اس کے ہاتھ نے ساختہ اپنے چہرے کی طرف بڑھ گئے اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہوتے ہوئے سر پر جا رکے اس کے ہاتھوں پر جالے کی گرد آلود باریک باریک سی تاریں کسی گچھے کی مانند چپک سی گئی اپنے ہاتھ کو یا دیل سا گیا اور پھر اچانک اسے رات والا واقعہ یاد آگیا اس کا سر اور منہ ہی نہیں بلکہ پورا وجود مٹی سے بھرے ہوئے جالوں سے لبریز تھا اس کے بیڈ کی نیلی پھول دار چادر بھی میلی سی ہو گئی تھی اور اب اسے تشویش سی ہونے لگی تھی۔

اُف مر گیا۔یار یہ کیا ہو گیا ؟رضا ۔نے آنکھ کھولتے ہی سرگوشی کی اور اُچھلتا ہوا اپنے بستر سے الگ ہو گیا اس کی حالت بھی عرفان ۔جیسی ہی تھی دھیرے دھیرے سورج آسمان کی آغوش میں اُبھرتا جا رہا تھا گرمی معمول کے مطابق آج پھر شدید تھی نجانے وہ دونوں کیسے اپنے گھروں سے بچے ہو نگے ورنہ جو درگت ان کی بنی ہوئی تھی گھر والوں کی نظروں سے بچنا۔ ناممکن تھا آج وہ دونوں کالج بھی کافی دیر سے پہنچے تھے۔

اب وہ دونوں کالج سے گھروں کی طرف لوٹ رہے تھے ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات اُبھرے ہوئے تھے اور وہ ایک پر ملال سی کیفیت سے دوچار تھے وہ کوئی بھی فیصلہ نہ کر پا رہے کہ آگے کیا کیا جائے وہ بوسیدہ بند مکان ان کے لئے ایک تحیر انگیز معمہ سا بن گیا دماغ ۔میں ان گنت وہم و گمان کی گتھیوں وہ سلجھانہ پا رہے تھے وہ مکڑی کے جالے میں پھنسی کسی لاچار مکھی کی طرح اپنی ہی سوچوں میں کہیں اٹک کر رہ گئے تھے اور اب انہیں کوئی رہ نظر نہ آ رہی تھی

وہ چلتے ہوئے اپنی کالونی میں داخل ہو گئے اور پھر اس کے بعد وہ اپنی گلی میں جا پہنچے کھانا کھا کر ذرہ پارک میں تو آنا۔رضا۔دھیمے سے لہجے میں کہا۔

ہاں ٹھیک ہے پندرہ منٹ میں پارک میں ہوں گا عرفان نے سپاٹ سے لہجے میں جواباً کہا۔اور پھر وہ اپنے گھروں میں چلے گئے وہ دونوں اپنی اپنی جگہ بے شمار سوالوں کی گتھیاں سلجھا رہے تھے لیکن بے سود اور مہمل۔

سورج مغرب کی آغوش میں کہیں ۔گر چکا تھا اور شام کے خفیف سائے ڈھلنے لگے تھے وہ قریبی پارک میں بیٹھے کافی دیر سے نجانے کیا کیا سرگوشیاں کر رہے تھے ہمیشہ کی طرح آج بھی پارک میں وہ دونوں ہی بیٹھے تھے۔

یار مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آگے کیا کیا جائے کبھی دل کرتا ہے کہ یہ کس عجیب چکر میں پڑ گئے ہیں او رکبھی دل کرتا ہے کہ اس راز کو اکشاف کیا جائے۔

رضا نے سراسمگی میں کہا۔

ہمیں ہمت نہیں چھوڑنی چاہئے اگر چل ہی پڑے ہیں تو پھر رکنا نہیں چاہئے ہمیں معلوم کرنا ہے کہ آخر وہاں کیا ہے عرفان نے اپنی بھنویں سکیڑتے ہوئے کہا پارک میں اب ہر سو تاریکی چھا چکی تھی ہر طرف گہرا سناٹا بھنبھناتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس اور وہ دونوں نجانے کن سوچوں میں گم بالکل خاموش ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس بند مکان میں ضرور کوئی ہے اور وہی راز ہے عرفان نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور تجسس نگاہوں سے رضا کو دیکھنے لگا عرفان ۔ کی بات سن کر رضا گویا چونک سا گیا اور اسے بغور دیکھنے لگا تو کیا۔

تم نے بھی وہاں کسی کو؟۔

ہاں وہاں کوئی ہے۔ عرفان ۔ نے رضا کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور پھر گویا ہوا۔

وہاں میں واقعی کوئی موجود تھا جب ہم واپس آنے کے لئے سیڑھیاں اُتر رہے تھے تب اچانک میری نظر اوپر ہال میں پڑی وہاں مجھے مدھم سا ہیولہ سا کھڑا دکھائی دیا لیکن پھر وہ جیسے ڈر کر پیچھے ہٹ گیا ہو ایک پل کے لئے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرا وہم ہو لیکن شاید وہ وہم نہ تھا کیوں کہ تم نے بھی وہاں کسی کی گمنام موجودگی کو محسوس کیا تھا عرفان نے قدرے اُلجھائے ہوئے لہجے میں کہا جبکہ رضا یہ سن کر بس خاموش ہی اسے گھورتا رہا اب ایک بار پھر ان میں گہری خاموشی اُمڈنے لگ گئی۔

ویرانی سی ہر طرف پھیل گئی۔

ہوں ۔۔ تو ٹھیک ہے پھر کل کی طرح آج بھی وہاں چکر لگاتے ہیں یہ رضا ۔ کی آواز تھی جو اندھیرے میں کسی سرگوشی کی طرح ابھر کر اپنے قرب وجوار میں کہیں دب کے رہ گئی اور ہر طرف ایک عجب سی پراسراریت جنم لینے لگی۔

ہاں ٹھیک ہے آج ہم وہاں جلدی پہنچنے کی کوشش کریں گے میں جیسے ہی میسج کروں گی میں آجانا ۔ عرفان نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

o k ۔ میں ٹائم پہ آجاؤں گا رضا ۔ نے صرف اتنا کہا اور پھر دونوں وہاں سے اُٹھ پڑے۔

پارک میں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا کل کی طرح آج بھی خفیف ہلکی ہوا چل رہی تھی آج موسم کافی پرسکون اور خوش گوار سا لگ رہا تھا لیکن دور دور تک ایک پر سرار خاموشی سی چھائی ہوئی تھی ایسے میں ایک ویران پارک میں دو ۔ دو مدھم مدھم سے نظر آنے والے ہیولے سے کھڑے کافی بھیانک سے لگ رہے تھے وہ بالکل ساکت ہو کر کھڑے تھے۔

ان میں کبھی کبھی ہونے والی سرگوشی جب سکوت توڑتی تو ہر سو رونگٹے کھڑے کر دینے والا ماحول جنم لیتا ۔ تو ٹھیک ہے پھر ۔ باقی کا لائحہ عمل بعد میں سوچیں گے فی الحال مجھ سے میسج سے رابطہ رکھنا۔

رضا نے سرگوشی کی اور پھر وہ تیز تیز پارک سے باہر نکل کر اندھیرے میں کہیں گم ہو گئے وہ دونوں فیصلہ کر چکے بند مکان کے اُس پوشیدہ راز کے انکشاف کا جس کا شاید کسی کو کچھ پتہ نہ تھا گزشتہ رات ہی کی طرح وہ آج رات پھر اس بند گلی کے بند مکان جانا چاہتے تھے تا کہ وہاں کی اصلیت جان سکیں وہاں جو کوئی بھی تھا اس کو عیاں کر سکیں اور یہ ان کا مصمم ارادہ تھا ایک پختہ عزم تھا باہر شام کافی تاریک ہو چکی تھی اندھیرا چار سو تا حدِ نگاہ پھیلتا جا رہا تھا اس کالے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دے رہا تھا۔

پوری کالونی میں ویران خاموشی کی دہشتناک سر براہی چھائی ہوئی تھی ہر طرف خوف وہراس کی کالی چادر طویل ہوتی جا رہی تھی اور ہر کوئی اپنے اپنے ٹھکانوں میں چھپا بالکل خاموش تھا۔

گو کہ ہر طرف ہو کا عالم محو رقص تھا وہ اب اپنے اپنے گھروں میں جا چکے تھے اور کھانا کھانے کے بعد وہ میسج پر بات کر رہے تھے

آج عرفان کافی بجھا بجھا اور افسردہ سا دکھائی دے رہا تھا وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر ٹیک لگائے بالکل ساکت سا ہو کر لیٹا ہوا تھا اُس کی خاموش متجسس نگاہیں اپنے سامنے لگے ہوئے کلاک پر مرکوز تھیں جو رات کے پونے دس بجا رہا تھا پھر اچانک اُسے پتہ نہیں کس سوچ نے جھنجھوڑ رکھ دیا۔

وہ کافی تیزی سے اپنے بیڈ پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اس کی متلاشی نگاہیں مسلسل کسی نا رساز چیز کو اِدھر اُدھر

ڈھونڈ رہی تھی وہ اس قدر بے تاب سا ہو کر کمرے میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگا اس نے کمرے کی ہر چیز بکھیر کر رکھ دی تھی مگر پھر بھی اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی وہ کبھی کلاک کی چلتی ہوئی سوئیوں کو دیکھتا کبھی اپنے کمرے میں بکھرے ہوئے سامان کو جو اس نے چند لمحوں میں بکھیر دیا تھا۔

اس کے چہرے پر پریشانی افسردہ آثار ہویدا تھے وہ اپنا سر پکڑ کر نجانے کن سوچوں میں ڈوب گیا اور پھر چند ساعتیں یونہی دبے پاؤں ہی گزر گئی پھر اچانک وہ جیسے ہوش میں آ گیا ہو اور اپنے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی طرف تیزی سے بڑھ گیا وہ دراز میں ان اپنے ہاتھ سے کچھ ٹٹول رہا تھا اور پھر اس کے چہرے پر ۔اک خوش گوار سی مسکراہٹ پھیلنے لگی وہ اپنی سیل ٹارچ ڈھونڈ رہا تھا۔ جو اسے مل گئی تھی وہ اس کی وجہ سے کافی پریشان سا نظر آ رہا تھا۔

ٹارچ ملتے ہی وہ فوراً کمرے سے باہر نکلا اور اور متلاشی نگاہوں سے صحن کا جائزہ لینے لگا باہر کوئی بھی نہ تھا وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے بڑی آہستگی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا وہ کل کی طرح آج بھی بڑی ہوشیاری باہر نکلنے کامیاب ہو گیا۔

باہر گلی میں کوئی ہیولہ سا کھڑا دکھائی دے رہا تھا عرفان ۔اسے پہچان چکا تھا وہ رضا تھا جو اسی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اتنی دیر ۔یار کب کا ویٹ کر رہا ہوں؟

سوری ۔یار میں اپنی سیل ٹارچ ڈھونڈ رہا تھا عرفان نے آہستگی سے کہا۔

پھر وہ دونوں اپنی گلی سے نکل کر اپنے چوک میں جا کھڑے ہوئے وہاں وہ زیادہ دیر نہ رکے اور اِدھر اُدھر کا جائزہ لے کر سیدھا اعظم چوک کی طرف چل پڑے آج وہ کافی تیز رفتاری سے چل رہے تھے وہ چلتے ہوئے نجانے کیا کیا منصوبے بنا رہے تھے۔

وہ کافی دیر یونہی سرگوشیاں کرتے ہوئے چلتے رہے اور آخر اعظم چوک جا پہنچے آج وہ پھر اسی دوکان کی اوٹ میں جا چھپے تھے جہاں گزشتہ رات چھپے تھے آج نجانے وہ کتا کہاں تھا ابھی اسے اِدھر آنا تھا یا پھر آ کر چلا گیا تھا۔ یا پھر وہ بند گلی کے اندر کہیں چھپائے ہوئے دہشت ناک اندھیرے میں کہیں بیٹھا تھا کچھ خبر نہ تھی وہ دونوں چھپ کر باری باری اس گلی میں متلاشی نظروں سے گھورتے رہے لیکن سوائے اندھیرے کے انہیں وہاں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

پھر دھیرے دھیرے وقت یونہی گزرتا جانے لگا میرے خیال سے ہمیں آگے بڑھنا چاہئے وہ وہ کتا نہیں آیا۔ یا آ کر چلا گیا ہوگا اگر گلی میں ہوتا تو اتنی دیر نہ لگاتا۔ رضا۔ نے مدھم سی سرگوشی کی۔ جو اندھیرے میں کہیں گم ہو کر رہ گئی۔

ہاں ۔چلو۔ عرفان نے جواباً کہا اور پھر وہ دونوں گلی میں آنکھ جھپکتے ہی گم ہو گئے ان کے چلنے کی چاپوں سے خاموشی کا سینہ چاک ہو گیا اور خفیف سی جنبش اُبھرتی ہوئی گلی میں کہیں دم توڑ گئی۔

اب وہاں بالکل سکوت سا چھا گیا اور وجود کا لوں لوں تھر تھرانے لگا اندھیرے میں گلی کا پوشیدہ ماحول کی ناکام سی کوششیں کر رہے تھے اور پھر کسی حد تک وہ کامیاب بھی ہو گئے وہ دونوں ۔اس بوسیدہ سے بند مکان کے گیٹ کے پاس کھڑے تھے اپنے آس پاس کا جائزہ لے رہے تھے وہ خود یوں محسوس کر رہے تھے جیسے وہ کوئی چور ہوں یا اندھیری رات کی خاموش تاریکی کے ہولناک سائے جن سے خوف بھی دہشت کھا جائے۔

پھر اچانک اس بند مکان کے گیٹ کے زنگ آلود لوہے کے گیٹ میں جنبش سی ہوئی اور ایک عجیب سی چرچراہٹ اندھیرے میں دور۔ دور گردش کرتی ہوئی فضاء میں کہیں طویل ہو گئی اور پھر چند ساعتیں یونہیں سناٹا بھنبھنانے لگا اندھیرے کی کالی چادر میں لپٹے ہوئے وہ دونوں ہیولے اب اس مکان میں

داخل ہو چکے تھے دروازہ ایک بار پھر سے بند ہو چکا تھا اور ہر سو گہری خاموشی کا راج چھانے لگا اندر گھنا ٹوپ اندھیرا چارسو پھیلا ہوا دہشت ناک لگ رہا تھا اور پھر اچانک ہی وہاں سفید روشنی کی دو لمبی لمبی لکیریں پھیل گئیں اور اندھیرا اپنا وجود چھپانے لگا۔

وہ رضا اور عرفان تھے جنہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سیل ٹارچیں اب روشن کر رکھی تھیں وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اب اُس چھوٹے سے ہال میں جا کھڑے ہوئے جہاں گزشتہ رات وہ کسی ان دیکھے وجود کو محسوس کر چکے تھے لیکن لیکن ہال میں کوئی بھی موجود نہ تھا ہاں البتہ وہاں لٹکتے ہوئے بے ترتیب جالوں پر چھوٹی بڑی مکڑیاں ضرور رینگ رہی تھیں آج دو ٹارچوں کی روشنی سے وہاں کی ہر چیز صاف اور واضح دکھائی دے رہی تھی ہال کے فرش پر جمی ہوئی گرد آلود مٹی پر ان دونوں کے پاؤں کے نشان پیوست ہو رہے تھے ان کے علاوہ وہاں کوئی اور وجود کی موجودگی کا کوئی نشان نظر نہ آ رہا تھا۔

وہ ہال کا جائزہ لے کر اب سامنے والے کمرے کی طرف بڑھ گئے دروازہ کھلا ہوا تھا وہ بڑی آہستگی سے کمرے میں جا گھسے اور وہاں کی ہر چیز کو بڑی تجسس نگاہوں دیکھنے لگے دو روشن ٹارچوں کی سفید روشنی آج کافی زیادہ تھی شاید یہی وجہ تھی کے آج ان کے چہروں پر خوف و ہراس کے آثار نمایاں تھے کمرے میں ہر چیز آلودہ اور بوسیدہ سی ہو چکی تھی کمرے میں دیوار کے ساتھ فرش پر مربع نائپ کچھ جگہ اُبھری ہوئی محسوس ہو رہی تھی جسے دیکھ کر وہ دونوں ایک پل کے لیے دہل سے گئے اور پھر وہ اُس اُبھری ہوئی جگہ کی طرف بڑھنے لگے۔

یہ ہے کیا چیز ہے۔ عرفان نے اس ابھری ہوئی جگہ کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے پاؤں سے وہاں پر جمی ہوئی مٹی کو ادھر اُدھر ہٹانے لگا وہاں پاؤں رکھتے ہی اک مدھم سی آہٹ نے سر اُبھارا تھا وہ لکڑی کا ایک چھوٹا سا تختہ سا تھا جس کا سائز چار فٹ مربع کے لگ بھگ تھا رضا ٹارچ کی سفید لکیر اس پر ٹکائے ہوئے نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔

یار آخر یہ چیز ہے کیا یہ لکڑی کا تختہ یہاں کس لئے بنایا گیا ہے عرفان نے رضا کو کندھے سے پکڑ کر خفیف سے لہجہ میں کہا۔

اب کی بار رضا۔ جیسے ہوش میں آ گیا ہو۔ وہ عرفان کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور پھر رضا لکڑی کے اس بوسیدہ سے تختے پر جھک سا گیا۔ رضا نے لکڑی پر جمی ہوئی مٹی کو ہاتھ سے صاف کیا اور اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ لگتا ہے نیچے کوئی تہہ خانہ ہے اور جس طرح کا اس مکان کا نقشہ ہے یہاں تہہ خانہ ہونا بھی چاہیے۔

رضا نے عرفان کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی اور پھر اس تختے کو ہاتھ سے اوپر اُٹھانا چاہا ایک مدہم سی چرچراہٹ کے ساتھ وہ تختہ اوپر الٹتا گیا نیچے کسی اندھیری قبر کا سا ماحول بنا ہوا تھا اور پر سوز گہری خاموشی کا راج چھایا ہوا تھا عرفان نے ٹارچ کی روشنی تہہ خانے میں انڈیل دی نیچے اترنے کے لیے لکڑی کی لمبی اور جرجری سیڑھی بنی ہوئی تھی جسے وہ بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔

رضا۔ بڑی حیرت سے نیچے کا منظر دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے عرفان کی طرف سوالیہ تجسس نگاہوں سے بغور دیکھا جیسے وہ اگلے لائحہ عمل کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہو۔

عرفان نے اثبات میں سر ہلا دیا اسے نیچے اترنے کے لیئے ایک مختصر سا اشارہ کیا اور رضا بلا جھجک تہہ خانے کی بوسیدہ سی سیڑھی پر لٹک گیا وہ بڑی نرمی سے پاؤں ہوا نیچے تہہ خانے میں اترتا جا رہا تھا نیچے اترتے ہی اسکے ہوش وحواس گویا ان سے بیگانے ہو گئے وہ وہاں کا منظر دیکھ کر انگشت بدندان سے ہو گئے جیسے ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو وہا

ں ایک بڑا سا کمرہ بنا ہوا تھا جو تھا تو اندھیرے میں لیکن جہاں جہاں بھی تارچ کی روشنی پڑتی وہاں کا منظر دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے وہ کمرہ بالکل کسی محل میں بادشاہ کی خواب گاہ کی طرح سجا ہوا تھا ہر چیز ایک طریقے سے رکھی ہوئی تھی۔

کمرے میں ایک طرف بڑا سا آرام دہ صوفہ بیڈ اور ایک طرف ڈریسنگ ٹیبل صوفے میز کرسیاں حتیٰ کہ ہر چیز بڑے شوق اور اعلیٰ طریقے سے سجا کر رکھی ہوئی تھی کہ آسائش آرام کی ہر شے وہاں موجود تھی اور سب سے الگ بات یہ تھی کہ پھولوں کی معطر اور بھینی بھینی سی مسحور کن نجانے کہاں سے آ رہی تھی جو ان کے دماغ میں گھس کر انہیں مسحور کیئے جا رہی تھی ہر چیز صاف اور کسی آئینے کی طرح واضح دکھائی دے رہی تھی کمرے کی صاف حالت دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہاں ضرور کوئی بشر رہتا ہے لیکن اس بند مکان میں آخر۔ کون۔

یہ ایک پیچیدہ سا سوال تھا ورنہ اوپر والے کمرے کی بوسیدگی اور خستگی دیکھ کر تو یوں لگتا ہے جیسے یہ بند مکان صدیوں سے ویران ہے اور جہاں شاید پہلے کوئی انسان نہ آیا ہو لیکن اس کمرے سے تو۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بادشاہ کی خواب گاہ میں اس کی اجازت کے بغیر گھس گئے ہوں عرفان ادھر ادھر گھومتا ہوا اس خواب گاہ کا جائزہ لے رہا تھا وہ حیرت کا مجسمہ بنا۔

بالکل کسی انجان کی طرح وہاں کی ہر چیز خوش کن نگاہوں سے ٹٹول رہا تھا جبکہ رضا۔ کی حالت بھی اس سے کچھ کم نہ تھی پوری کالونی خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔

خاموشی کا راج ہر طرف انگڑائیاں لے رہا تھا گہری کالی تاریکی دھیرے دھیرے مزید خوفناک ہوتی جا رہی تھی ایسے میں ایک بند مکان کے بالائی حصے میں ایک ہیولہ سا لڑکھڑاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا وہ سفید لباس میں ملبوس مدھم مدھم سا دکھائی دے رہا تھا وہ ایک چھوٹے سے حال میں بڑی بے تابی سے ادھر ادھر لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا اور پھر وہ اچانک ایک تاریک کمرے میں کہیں گھس گیا رضا اور عرفان اب بڑی خاموشی سے ایک طرف کھڑے تھے دونوں میں کوئی بھی آواز نہ گونجی تھی وہ مبہوت سے ہو کر بس اپنی ہی سوچوں میں کہیں غوطہ زن تھے تہہ خانے کے اوپر والے کمرے میں ایک ہیولہ سا کھڑا ہو کر انہیں جھانک رہا تھا اس کی سرخ انگارے کی طرح جلتی ہوئی لال آنکھیں ان دونوں میں مرکوز تھی وہ بس ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھے جا رہی تھیں وہ لال انگارہ آنکھیں کافی بے چین سی لگ رہی تھی اور پھر اچانک وہ دہکتی آنکھیں وہاں سے غائب ہو گئیں وہ وہی ہیولہ تھا جو ہال میں کھڑا تھا۔

اور اب رضا اور عرفان کو دیکھنے کے بعد دوبارہ ہال میں جا کھڑا ہوا تھا وہ نجانے کیوں بالکل ساکت خاموش ہی کھڑا تھا وہ کسی کشمکش و پیچ میں جکڑا ہوا لگ رہا تھا اس پراسرار ہیولے نے ابھی تک اپنی موجودگی کا احساس نہ دلایا تھا اور پھر یونہی کافی وقت گزر گیا وہ دونوں اپنے اپنے خیالوں میں گم نجانے کن سوچوں گمان کی گتھیاں سلجھا رہے تھے اچانک کسی کے رونے کی آواز آئی بند مکان میں کسی کے رونے کی آواز سن کر وہ سکتے میں آ گئے آواز بالائی ہال سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

رات کے اس وقت پراسرار خاموشی میں وہ رونے کی آواز سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے خوف و وحشت انہیں چھپکلی کی طرح چٹ گیا دل سینے سے پسلیاں توڑ کر کہیں بھاگ جانے کو تڑپنے لگا سانسیں حلق میں کہیں پھنس کر دم توڑنے لگیں وہ خوفزدہ ہو گئے اور۔ وحشت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے وہ سر تا پاؤں تک لرز کر رہ گئے کہ۔ ہو۔ نا ہو۔ یہ کل والا ہیولہ ہی ہو سکتا ہے جو رو کر ہمیں

خوف زدہ کر رہا ہے ضرور کوئی غیر مرئی مخلوق ہو گی ورنہ انسان بھلا یہاں کیسے رہ سکتا ہے دلو میں ہزاروں وسوسات اپنے ہولناک سر ابھار کر انہیں ڈرانے لگے رونے کی آواز اب بند ہو چکی تھی اور ایک بار پھر گہرا عبرتناک سناٹا ہر سو بھنبھنانے لگا تھا۔

یہ۔۔یہ۔آواز کیسی ہے یہاں کون آگیا عرفان کی مدھم سی سرگوشی اندھیرے میں ہچکچاتی ہوئی کہیں روپوش ہو گئی۔

ڈرنے کی کوئی بات نہیں میں ابھی دیکھ لیتا ہوں رضا نے خوف چھپاتے ہوئے کہا۔اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھنے لگے وہ اوپر کمرے میں جا چکے تھے ٹارچ کی روشنی میں انہیں وہ کمرہ پہلے کی طرح ہی کسی وجود سے عاری نظر آیا تھا۔

باہر ہال میں دیکھتے ہی رضا بڑبڑایا اور ہال کی طرف بڑھ گیا ہال میں کوئی موجود نہ تھا کالے اندھیرے میں وہ بالکل سفید لباس میں زیب تن اب ساکت اور خاموش ہی کھڑا تھا اس کے لباس سے وہ کوئی لڑکی معلوم ہو رہی تھی ٹارچ کی روشنی کے آگے وہ بڑی پراسرار سی لگ رہی تھی وہ دوسری طرف منہ کر کے ابھی تک منجمد سی ہو کر کھڑی تھی بند مکان کے پر سرار ماحول میں وہ اس نامعلوم لڑکی کو دیکھ کر مبہوت سے ہو گئے ان کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ اس سے پوچھ نہیں پا رہے تھے وہ کون ہے؟اور یہاں ویران مکان میں آکر کیوں رو رہی ہے۔ان کا دل ایک نجانے خطرے کی آگاہی دیتا ہوا تیز۔تیز۔دھڑک رہا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو سوالیا نگاہوں سے بس گھورتے ہی جا رہے تھے وہاں اب بالکل سناٹا سا چھایا ہوا تھا دور۔دور تک کوئی بھی سرگوشی نہ ابھری تھی ہر طرف ایک پر سوز اور وحشت ناک اندھیرا سا بڑا عجیب لگ رہا تھا اور پھر یونہی وقت آگے ہی آگے سرکتا جانے لگا۔

ک۔ک۔کون۔کون ہو تم عرفان نے بمشکل ہی اپنی منجمد زبان کو جنبش دی اور وہ لڑکی گویا چونکتے ہوئے ان کی طرف پلٹ گئی اس کی خوبصورت نیلی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسو ابھی خشک نہ ہوئے تھے وہ قدرے معصوم اور پیاری لگ رہی تھی بالکل عام انسانوں کے جیسی۔وہ دونوں اس لڑکی کو دیکھ کر سنبھل چکے تھے۔لیکن پھر بھی اپنے علاوہ وہاں کسی اور انسان کا وجود دیکھ کر وہ کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گئے وہ پراسرار لگ رہا تھا اور وہ پر تجسس نظروں اُسے گھورنے لگے تھے بظاہر وہ بالکل عام لڑکیوں جیسی ہی لگ رہی تھی مگر پھر بھی وہ دونوں محتاط سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہے تھے یہاں بند مکان میں کیا کر رہی ہو ؟رضا۔سپاٹ سے لہجہ میں کہا اور اسے بغور گھورنے لگا جو ان کے سامنے سر۔جھکائے کھڑی تھی۔

رضا کی بات دن کر وہ اسے بڑے غور سے دیکھنے لگی جیسے اسے رضا کی بات ذرہ بھی پسند نہ آئی ہو لیکن وہ نجانے کیوں بدستور ابھی تک چپ چاپ کھڑی تھی جیسے دیکھ کر رضا۔اور عرفان بھی نجانے کن سوالوں کی گتھیاں سلجھانے لگ گئے تھے۔

اب ایک بار پھر وہاں صدیوں کی چھائی ہوئی گہری خاموشی کا راج تھا اور پھر یہ سلسلہ طویل ہوتا ہی گیا کافی دیر تک وہ یونہی آمنے سامنے بالکل ساکت اور خاموش ہی کھڑے رہے ٹرچ کی روشنی میں اسکا حسن بالکل کسی پری کے جیسا معلوم ہو رہا تا تھا سیا ہ۔ناگن جیسی زلفیں چودھویں کے چاند جیسی دودھیا رنگت پھول جیسا مہکتا ہوا معصوم سا شفاف چہرہ گلابی ہونٹ اور لمبی ترچھی پلکوں میں چھپی ہوئی اس کی نیلی جھیل جیسی آنکھیں قیامت خیز لگ رہی تھیں ایک ایک عظیم شاہکار تھی وہ جیسے کسی بادشاہ کی رانی ہو۔یا کوہ کاف کی ملکہ۔

اس کے اداس اور خاموش چہرے پر ایک مایوسی لہرا رہی تھی اور وہ کسی مظلوم کی طرح بے حس و حرکت ہی کھڑی تھی کیا تم اپنے گھر سے بھاگ کر آئی ہو

؟عرفان نے طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا عرفان کی بات سن کر وہ بوکھلا سی گئی تھیں وہ۔ ہچکچاتی ہوئی بولی اور انہیں بغور دیکھنے لگی وہ پہلی بار بولی تھی اس کی آواز بھی اسکے سراپا حسن کی مانند تھی جیسے کسی کوئل کی میٹھی چہکار ہو۔

تمہارے جوتے کہاں ہیں۔ عرفان نے اسکے برہنہ پیروں کی طرف دیکھ کر کہا۔

نہیں ہیں۔ وہ مختصر بولی۔

اچھا یہ بتاؤ تم رو کیوں رہی ہو۔ عرفان نے اسپاٹ سے لہجے میں کہا اور اسکو گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

روزانہ روتی ہوں وہ ایک بار مختصر لہجے میں بولی۔۔۔۔

کیا۔ اسکے جواب میں عرفان ہکلا سا رہ گیا اور اپنا منہ کھولے اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

لیکن کیوں آخر کیا وجہ ہے۔ یہ رضا کی آواز تھی جو اندھیرے میں کسی سرگوشی کی طرح اُبھرتی ہوئی اپنا وجود کھو گئی لیکن اس بار وہ خاموش ہی رہی تھی اس کی نیلی آنکھوں میں ان گنت سوال تھے ہزاروں غم تھے مگر وہ خاموش ہی رہی۔

کیا تم پر کسی نے ظلم کیا ہے۔

دیکھو تم ہم پر مکمل یقین کر سکتی ہو ہمیں صاف صاف بتاؤ۔ اگر تم پر واقعی کوئی ظلم ہوا ہے تم نے سچ سچ بتادیا تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔

رضا نے اپنی بھنویں سکڑتے ہوئے کہا اور پھر خاموش سوالیا نگاہوں اسے دیکھنے لگا۔

ہاں بہت ظلم ہوا ہے میرے ساتھ اور یہ گھر میرے لیئے ویران نہیں ہے میں برسوں سے یہاں رہ رہی ہوں وہ اچانک چیخی اور ان کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگی۔

اب کی بار اس کی آواز میں ایک قہر تھا مگر درد اور بے بسی میں ڈوبا ہوا اسکی خاموش آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہکنے لگی اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ تھرتھرانے لگے ان کا وجود خوف سے مسلوب ہو کر رہ گیا دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں اور وہ دل ہی دل میں وہاں سے کہیں بھاگ جانے کی ترکیبیں سوچنے لگے تھے۔

اور تم کو مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں میں تو خود مری ہوئی ہوں تم لوگوں کو کیا ماروں گی وہ دھیمے سے لہجے بولی اور اپنی دہکتی ہوئی نظریں ہٹالیں اب کی بار اس کے لہجے میں شدت نہ تھی بلکہ بے بسی اور مجبوری تھی وہ ایک بار پھر آنسوؤں کے سمندر میں ڈوب چکی تھی اور روتے ہوئے سیدھی تہہ خانے کے کمرے میں اُتر گئی جبکہ وہ دونوں ابھی تک باہر ہال میں کھڑے تھرتھرا رہے تھے وقت دھیرے دھیرے گزرتا جارہا تھا اور ماحول مزید بھیانک صورت اختیار کرتا جانے لگا وہ دونوں جانے کن وہم وگمان میں گرفتار ہو چکے تھے تہہ خانے کے کمرے سے اس لڑکی کی روہانسی سرگوشیاں اُبھر سنائی دے رہی تھیں پل پل خوف وڈر میں جکڑا گیا۔

یار بے چاری مظلوم لگ رہی تھی ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے عرفان نے ہچکچاتے ہوئے کہا اور رضا اسے بڑے غور سے دیکھنے لگا۔

رضا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور تہہ خانے کی طرف بڑھ گیا تہہ خانے کے کمرے میں ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اس کالے اندھیرے میں بھی کبھار کسی کے رونے کی آوازیں دلوں کو لرزہ رہی تھی خوف سے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے پھر اچانک ہی وہاں ٹارچ کی سفید دودھیا روشنی پھیل گئی اور اندھیرے کا وجود وقفے وقفے سے بکھرنے لگا۔

رضا اور عرفان تہہ خانے میں اُتر چکے تھے انہیں دیکھ کر وہ بالکل خاموش ہو گئی اور سوالیا نظروں سے انہیں دیکھنے لگی کیا تم لوگوں کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔؟ وہ

بیڈ پر بیٹھی ہوئی بولی۔
نہیں۔ آپ ہمیں بس اتنا بتا دیں کہ آپ روتی کیوں ہیں۔ عرفان نے سپاٹ لہجے میں کہا اور روشن ٹارچ کا رُخ اُس پر کر دیا۔ اچھا کیا وقتی۔
وہ لڑکی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔
تو ٹھیک ہے پھر ادھر آؤ۔ بیٹھو میرے پاس۔ اس پُر اسرار لڑکی کے کہنے پر وہ دونوں جا کر بیڈ پر براجمان ہو گئے۔
ہم آپ کی مدد کریں گے آپ پلیز ہمیں سب کچھ بتائیں عرفان نے کہا۔
آج میں تم لوگوں کو اپنی داستاں سناؤں گی جانے تو ساتھ دینا چاہے تو واپس لوٹ جانا میں تم لوگوں کو کچھ نہیں کہوں گی اگر چاہتی تو تم لوگوں کو خوفزدہ کر سکتی تھی لیکن تم لوگ تو خود چل کر یہاں آئے ہو پُر اسرار راز کا انکشاف کرنے وہ پُر اسرار لڑکی انہیں دیکھتے ہوئے بولی جبکہ وہ دونوں بھی اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔
میرا نام عالیہ ہے بلکہ کبھی یہ نام میرا ہوا کرتا تھا میری بھی ایک دنیا تھی میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی یہ ویران مکان کبھی خوشیوں اور رونق بھرا ہوا کرتا تھا ہمارے اس چھوٹے سے گھر میں ہمارے ساتھ ہمارے چچا بھی ہوا کرتے تھے ابو تو بزنس کے سلسلے میں اکثر دوسرے شہروں میں ہی رہا کرتے تھے انکا زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا ہماری فیصل آباد میں ٹیکسٹائل مل تھی جس کا میرا چچا برابر کا حصہ دار تھا زندگی بڑی حسین اور پُر رونق گزر رہی تھی وقت گزرتا گیا اور پھر ایک دن ابو کو بزنس کے حوالے سے بیرون ملک جانا پڑ گیا جاتے وقت ابو نے گھر کی ساری ذمہ داری چچا پر ڈال دی اور چچا بھی رضا مند ہو گئے۔
ابو تو جا چکے تھے لیکن پھر چچا کا ظلم ہم پر قہر بن کے ٹوٹا وہ اکثر رات کو دیر سے گھر واپس لوٹتے شراب کے نشے میں جو منہ میں آتا کہہ دیتے اُس نے کئی بار امی کو مارا لیکن ہم یہ بات سہہ لیتے کہ وہ ہمارے اپنے ہیں لیکن اپنوں کا ظلم اِس قدر کڑوا اور سنگین ہوتا ہے کبھی سوچا بھی نہ تھا مجھے اِس بات کا ذرا بھی دکھ نہ تھا کہ وہ مجھے مارتا ہے لیکن جب وہ میری امی کو مارتا پیٹتا تو مجھ سے برداشت نہ ہوتا لیکن میں کرتی بھی تو کیا کرتی مارنے پیٹنے کے علاوہ۔ وہ ہمیں ڈراتا دھمکاتا کہ اگر ہم نے اپنی زبان کھولی تو جان سے ماردیگا۔
مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے وہ سردیوں کی ایک ابر آلود شام تھی اس شام ابو ملک واپس آرہے تھے وہ شام کو کسی بھی وقت گھر پہنچنے والے تھے میں اور امی گھر میں اکیلے ہی تھے چچا تو بتائے بغیر آجاتے تھے اور ہمیں اس سے کوئی غرض بھی نہ تھی اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب ابو گھر آن پہنچے ابو پورے چھ ماہ بعد گھر آئے تھے ہم سب خوش تھے ابو نے چچا کے بارے میں پوچھا تو ہم سے رہا نہ گیا ہمارے آنسوؤں نے چچا کی اصلیت اور ظلم قہر کی تشریح کر دی تھی ہمارا اور تھا بھی کون جس کے آگے ہم اپنا دکھ بیان کرتے۔
خیر وقت گزرتا گیا اور ہر طرف گہری رات کے طویل پر پھیلتے جانے لگے رات کافی بیت چکی تھی ہم چچا کا انتظار کر رہے تھے اور پھر بیرونی دروازہ تالا لگائے بغیر چھوڑ کر ہم اپنے کمروں میں جا گھسے میرا کمرا تو یہی تہہ خانے والا تھا میں معمول کے مطابق کوئی کتاب پڑھ رہی تھی کہ اچانک ابو کی دل شگاف چیخ سن کر میں دب گئی اور سیڑھی چڑھ کر اوپر جانے لگی اوپر پہنچتے ہی میرے کانوں میں ایک اور دل زور چیخ سوراخ کر گئی۔
اب کی بار وہ چیخ میری امی کی تھی جو خون میں لت پت ساکت نظروں سے اپنے سامنے والے شخص کو دیکھ رہی تھی جیسے پوچھ رہی ہو کہ آخر ہمارا قصور کیا ہے ابو بھی وہیں فرش پر خون میں لت پت بالکل بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے وہ فرش پر بے سدھ

لیٹے ہوئے تھے ان کی کھلی ہوئی جامد نظروں میں ہزاروں سوال تھے جنہیں شاید وہ ظالم پڑھ کر بھی شکمین نہ ہوا میں اس تہہ خانے کا اوپری لکڑی کا تختہ اُٹھا کر سب کچھ دیکھ رہی تھی اپنے ماں باپ کا قاتل دیکھ کر میں سکتے میں آ گئی اس کے ہاتھ میں ایک لمبا نوک دار تیز دھار خنجر تھا جس سے سرخ خون کی دھاریں بہتی ہوئی نیچے فرش پر ٹپک رہی تھی اور جسے دیکھ کر میں بے جان سی ہو گئی تھی پھر اچانک وہ قاتل پلٹا اور بڑی تیزی سے میری طرف بڑھنے لگا اپنی موت کو دیکھ کر میں سرتاپاؤں تک کانپ کر رہ گئی میری موت کا فرشتہ کوئی اور نہیں تھا میرا اپنا چچا تھا۔ اُسے اپنی طرف آتا دیکھ کر مجھے کوئی ہوش نہ رہی اور میں سیڑھیوں سے لڑھک گئی نجانے کب تک میں بے ہوش رہی۔

جب ہوش آیا تو ایک تنگ اور باریک جگہ میں بے سدھ لیٹی ہوئی تھی اپنے آپ کو زندہ دیکھ کر میں فوراً اُٹھ بیٹھی لیکن اپنے وجود کو وہی چھوڑ دیا آہ۔ میں زندہ نہ تھی مر چکی تھی میری روح نے یہ گھر ویران نہ ہونے دیا۔

اس دنیا سے ناطہ توڑا اپنے عالم اورواح میں نہ گئی صرف اس لیئے کہ میں اپنے خاندان کا بدلہ لے سکوں میں آج تک اپنے ماں باپ کا بدلہ نہ لے سکی بس اُسی روز سے میں اپنی بے بسی اور مجبوری پر روتی آ رہی ہوں۔عالیہ۔ اپنی آپ بیتی سنا کر ایک بار پھر زاروقطار رونے لگی وہ واقعی مظلوم تھی اور وہ دونوں بڑی بے بسی سے اسے دیکھ رہے تھے اسکے سفید موتیوں جیسے آنسو دیکھ کر شاید کسی کا بھی دل بھر آتا وہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپائے کافی دیر تک روئی اس کی لڑکھڑاتی آواز ایک ناقابل بیان درد تھا الم تھا تکلیف تھی دکھوں کا دریا اُمڈ رہا تھا وہ واقعی بے موت مارے گئے تھے جس کا دکھ اسے مر کر بھی تنہا نہ چھوڑ رہا تھا دھیرے دھیرے وقت گزرتا گیا اور وہ نجانے کن سوچوں میں ڈوبے رہے جبکہ عالیہ۔ اپنا سر جھکائے اب بالکل خاموش بیٹھی تھی

وہ دکھوں کے سمندر میں کئی غوطہ زن تھی اداس چہرے پر غموں کے بادل ابھی تک لہرا رہے تھے اس ظالم کو میں نے کب کا ختم کر دیا تھا اور میں اُس دنیا سے مٹانے گئی بھی تھی لیکن نجانے اس کون سا تعویز پہن رکھا تھا کہ میں اس کے پاس بھی نہ جا سکی اُس نے خود کو بچانے کے لئے مجھے اس نے بند مکان میں قید کروا دیا اور کئی سالوں سے میں اس حصار میں جکڑی ہوئی ہوں میں یہاں سے باہر نکل نہیں سکتی عالیہ کی روح نے خاموشی کی چادر پھاڑتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

اور چند ساعتیں خاموش رہنے کے بعد پھر بولی اس رات جب تم نے اس گلی میں کسی لڑکی کو دیکھا تھا وہ میں نہیں تھی بلکہ کوئی آوارہ بدروح تھی اس نے مجھے یہاں حصار میں قید دیکھا تو اِدھر چلی آئی لیکن وہ تو خود بھی جل کر بھسم ہو جاتی اگر مجھے یہاں سے باہر نکالنے کی کوشش کرتی اس رات اتفاق سے تم بھی اس طرف آئے ہوئے تھے تمہیں وہی بدروح نظر آئی تھی بس اسی بدروح کی وجہ سے تم لوگ آج مجھ تک پہنچ چکے ہو وہ بدروح واقعی ہی کسی مسیحا سے کم نہیں ہے۔

عالیہ کی روح نے اِنہیں ساری داستان بیان کر دی تھی اور اب وہ انہیں خاموشی سے دیکھنے لگی تھی اور وہ کتا کس کا ہے؟ میرا خیال ہے وہ روزانہ اِدھر آتا ہو گا رضا۔ نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا ہاں وہ کتا اکثر اِدھر آتا ہے کبھی دن کے وقت تو کبھی رات کے وقت وہ ایک پالتو جانور ہے مگر آوارہ ہی ہے جانوروں کو ایسی مخلوقات اکثر نظر آتی رہتی ہے اس نے مجھے اس بند مکان میں دیکھ رکھا ہے اسی وجہ سے وہ اِدھر آتا رہتا ہے لیکن افسوس کہ اس گلی میں رہنے والوں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں دی عالیہ۔ نے سنجیدگی سے کہا۔

اور چپ ہو گئی لیکن اُس ظالم شخص نے یہ سب کیوں کیا آخر اُسے یہ سب کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہ عرفان۔ کی آواز تھی جو کافی دیر سے نجانے کن بھنوروں غوطہ زن تھا صرف دولت حاصل کرتے کی خاطر۔ عالیہ نے جواباً کہا۔

اُس کے لہجے میں درد نے ایک بار پھر سر اُبھار لیا تھا اور وہ سسکنے لگی تھی عالیہ کی روح غموں اور دکھوں سے چور تھی وہ چاہ کر بھی کچھ کر نہ سکی تھی وہ ہر طرح سے بے بس تھی لاچار تھی بے کس تھی اور اُسے دیکھ کر وہ دونوں دل ہی دل میں اُس کی مدد کرنے کے لیئے بالکل تیار ہو چکے تھے ہم تمہاری مدد کریں گے ہم تمہارے ساتھ ہیں عرفان نے پر جوش مگر غصیلی آواز میں کہا ہاں تم خود اپنے ہاتھوں سے انتقال لو گی ہم اسکا خاتما بہت جلد کریں گے بہت جلد رضا نے پختہ عزم سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اسکے دل و دماغ پر انتقام لینے کا مکمل ارادہ چھا چکا تھا لیکن اس کے پراسرار اجنبی روح کے لیے آخر یہ سب کیوں

وہ نہیں جانتے تھے اگر کچھ جانتے تھے تو بس اتنا کہ اُس قاتل کو اذیت ناک موت دینا ان کی بات سن کر عالیہ کی روح انہیں تشکرانہ آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگی اور پھر ایک خفیف سی دلکش مسکراہٹ اس کے نرم و نازک گلابی ہونٹوں پر رقص کرگئی جو کمرے میں سرسراتی ہوئی کہیں مدھم ہو گئی پوری کالونی میں شدید اندھیرا پھیلا ہوا تھا ہر ذی روح اپنے ٹھکانوں میں گہری نیند میں مست سوئی ہوئی تھی۔

وقت کا پہیہ کسی دشت میں ریت کی طرح آگے ہی آگے سرکتا جا رہا تھا ایسے میں ایک بند مکان کے تہہ خانے میں مدھم مدھم سی سرسراہٹ سی اُبھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور وہاں چھائے ہوئے کالے اندھیرے کو دوڑتی ہوئی ٹارچوں کی سفید روشنی بڑی پرسراری سی لگ رہی تھی اور پھر اچانک ہی خفیف سی سرگوشیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تم نے یہ نہیں بتایا کہ جب تم اُٹھی تو وہ جگہ کون سی تھی۔

رضا نے کہا اسی کمرے سے اس بیڈ کے پیچھے دیوار کے پہلو سے اس وحشی قاتل شاید مجھے بے ہوشی میں ہی زندہ دفنا دیا تھا عالیہ کی روح نے غصیلے انداز میں کہا اور چند ساعتیں خاموش رہنے کے بعد پھر گویا ہوئی میں چاہتی ہوں کہ جب میں اپنا انتقال لے چکوں تو تم لوگ یہاں سے میرا مٹی میں ملا ہوا وجود نکال کر اسے مسلمانوں کے طریقے سے دفناؤ تاکہ مجھے نجات مل جائے اور اپنے عالم ارواح میں چلی جاؤں میں تم لوگوں کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی عالیہ نے التجائیہ انداز میں کہا اور سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی

ہاں ہم ایسا ہی کریں گے رضا نے اُسے یقین دلاتے ہوئے کہا وقت کافی بیت چکا تھا رات کا جوبن اب ماند پڑ رہا تھا عالیہ کی روح اس بند مکان میں چھائے ہوئے بھیانک اندھیرے میں کہیں گم ہو چکی تھی اور وہ دونوں بھی اب اپنے کمروں میں جا چکے تھے ہمیشہ کی طرح وقت رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مشرق سے سورج کا سرخ گول تھال نمودار ہو گیا وہ دونوں کالج جا چکے تھے۔

آج سارا دن وہ ایک عجیب سی پریشانی سے دوچار رہے ان پر ایک انجانی سی جھل جھلاہٹ منڈ ھلاتی رہی تھی اور وہ مزید سراسگی کا شکار ہوتے جا رہے تھے کالج سے واپس آکر وہ سیدھا پارک میں جا گھسے تھے اور اگلا لائحہ عمل کے لیے سوچ و چار کر رہے تھے۔

یار کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا۔ کیا جائے عالیہ اور اسکے ماں باپ کے قاتل کو کہاں اور کیسے ڈھونڈا جائے اس درندے کے بارے میں نہ عالیہ جانتی ہے اور نہ ہی ہم۔ رضا نے تذبذب میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

تم اسکی فکر نہ کرو میری نظر میں ایک ایسی عظیم شخصیت ہے جو اس معاملے میں ہماری مدد ضرور

کرے گی۔۔۔ عرفان نے اپنی بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

اچھا کون ہے وہ شخصیت۔ رضا نے حیرانگی سے پوچھا اپنی تحصیل مراڑی کوٹ میں ایک بزرگ ہستی رہتے ہیں نام تو سنا ہوگا بابا سجاول شاہ بہت پہنچی ہوئی ہستی ہے وہ اور ہم دونوں آج ان کے آستانے جانے والے ہیں چلو گھر سے تیار ہو کے آجاؤ یہی پارک میں ملتے ہیں عرفان نے اسے سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر رضا اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

دن بھر کی تمازت میں جھلستا ہوا سورج دھیرے دھیرے مغرب کی آغوش میں گرتا جا رہا تھا اور شام کے سنہری پر زمین پر پھیلتے جا رہے تھے اور وہ بابا جی کے آستانے بیٹھے ہوئے نجانے کس سوچ میں خوش تھے جب کے بابا جی انہیں بڑی گہری متلاشی نظروں سے گھورتے جا رہے تھے بیٹا کیا بات ہے؟

مایوس نہیں ہوا کرتے بتاؤ کیا بات ہے بابا جی کی بارعب آواز گونجی اور وہ خیالوں سے باہر کود پڑے اور پھر یکے بعد دیگرے وہ بابا جی کو ہر بات سے آگاہ کرنے لگے بابا جی بڑے صبر و تحمل سے ان کی باتیں سنتے رہے اور پھر بابا جی نے انہیں خاموش ہو جانے کا حکم صادر کر کے خود اپنی آنکھیں بند کر لیں وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگے تھے۔

وہ چند لمحے یونہی کو ورد پڑھتے رہے اور پھر اپنی آنکھیں کھول کر مسکرا دیئے اس وحشی درندے کا پتہ چل گیا ہے لیکن افسوس کہ وہ خود اپنی موت مر چکا ہے بابا جی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان کی طرف سوالیہ تجسس نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

ارے بابا جی آپ ہی کچھ بتائیں ہم کیا کریں رضا نے استفسار کیا۔

عالیہ کی روح ایک نیک روح ہے اس کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوئی ہے وہ واقعی ہی ایک مظلوم کی روح ہے تم لوگوں کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو یقیناً اس کی مدد کرنے کو تیار ہو جاتا جس طرح آج تم اس کی مدد کرنے کی خاطر میرے پاس آن پہنچے ہو لیکن بیٹا یہ قدرت ہے اور قدرت کے آگے کسی کی نہیں چلتی قدرت کے فیصلے بڑے عجیب اور نرالے ہوتے ہیں میں تم لوگوں کو پانی کی ایک بوتل پڑھ کر دیتا ہوں اس بند مکان کی دہلیز میں بہا دینا وہاں کا حصار ٹوٹ جائے گا اور عالیہ کی آزاد ہو کر وہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے عالم ارواح میں پرواز کر جائے گی اور ہاں اسے یہ ضرور بتا دینا کہ اس کے ماں باپ کا نماز جنازہ ان کے قاتل نے پڑھوا دیا تھا وہ سب سمجھ جائے گی اور یہ بات اسکے لیئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہوگی بابا جی نے انہیں تفصیلاً کہا اور پھر کی بھری ہوئی بوتل منگوا کر انہیں پڑھ کر دے دی۔

باہر شام ہوتی جا رہی تھی اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور وہ دونوں بابا جی سے اجازت طلب کر کے واپس کالونی کی طرف پلٹ چکے تھے اور پھر کافی وقت گزر جانے کے بعد وہ اب اپنے گھروں میں بیٹھے تھے رہ میں آتے ہوئے وہ فیصلہ کر چکے تھے

وہ اپنے گھر والوں کو عالیہ کی روح کے بارے میں بتا دینے والے تھے اور اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا چارہ بھی نہ تھا شام کروٹیں بدلتی اب گہری ہوتی جا رہی تھی اندھیرا اور سکوت آج بڑے ہی بےرحم سے لگ رہے تھے

وہ دونوں اپنے گھر والوں کو عالیہ کی روح کے متعلق سب کچھ بتا چکے تھے یہ سب ان کے لئے تجسس آمیز تھا لیکن پھر بھی مان گئے تھے اور اب عرفان اور رضا کیلے نہ تھے شاید یہی وجہ تھی کہ وہ آج پہلی بار پر مسرت نظر آرہے تھے۔

ہاں۔ چلیں پھر۔ رضا کا میسج پڑھ کر عرفان نے اسے ہاں میں جواباً میسج کر دیا۔ اور پھر وہ دونوں کچھ ہی دیر میں اپنی گلی میں آن اکٹھے ہوئے دھیرے دھیرے رات اور بھی گہری ہوتی جا رہی تھی

اور کالونی میں خاموشی کے اندر وحشتناک عفریت بجنبھنانے لگے تھے وہ دونوں آج وہاں جلدی پہنچنا چاہتے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اعظم چوک میں جا پہنچے آج انہوں نے چھپ کر اپنا بھاؤ لے آوارا کتے کا بھی انتظار نہ کیا تھا اور بڑی بے چینی میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس بند مکان کے پاس جا پہنچے تھے اور بابا جی کے پڑھے ہوئے کلام کا دم کیا ہوا پانی مکان کی دہلیز میں بہا دیا پانی بہانے کے بعد انہوں نے گیٹ کا دروازہ آہستگی سے کھولا اور بند مکان میں چھائے ہوئے اندھیرے میں کہیں روپوش ہو گئے

اس سیاہ تاریکی میں اب سرگوشیوں خفیف سی آوازیں گونجنے لگیں وہ دونوں عالیہ کی روح سے محو گفتگو تھے وہ عالیہ کی روح کو سب کچھ بتا چکے تھے اور اب عالیہ کی روح مطمئن سی نظر آ رہی تھی وہ اب آزاد تھی اپنے غموں سے دکھوں سے اور اس بند مکان کے حصار سے وہ پر مسرت لہجے میں ان سے مخاطب ہوئی میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی صدا خوش رہو خدا حافظ

عالیہ کی روح اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے عالم ارواح میں جانے کے لئے آسمان میں پرواز کرنے لگی تھی جاتے وقت اس کی نیلی آنکھوں میں سفید موتیوں جیسے آنسو تیرتے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے لیکن یہ آنسو کسی غم یا دکھ کے نہیں تھے بلکہ خوشی کے آنسو تھے قدرت نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کا انتقام لے لیا تھا اور وہ قدرت کے اس فیصلے سے بہت خوش تھی جب کے وہ دونوں اب واپس اپنے گھروں میں آ چکے تھے

اور عالیہ کے نماز جنازہ کے بارے گفتگو کر رہے تھے کہ صبح نماز جنازہ پڑھا دیا جائے گا

قارئین کیسی لگی میری یہ تحریر آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

صورت اس کی خیالوں سے کیوں نہیں جاتی
نیند ہے آنکھوں میں مگر کیوں نہیں آتی
وہ ساتھ تھا تو موت کا خوف تھا مجھے
اب میں تنہا ہوں تو موت کیوں نہیں آتی

فاطمہ امانت۔لاہور

مالک ارض وسماء ہماری خطاؤں کو معاف کر دے

اے اللہ! اے مالک ارض وسما...... ہم کمزور ہیں لاچار ہیں...... اور تو قوت والا ہے...... ہم عاجز ونحیف ہیں...... اور تو بالادست و بے نیاز...... ہم مانگنے والے ہیں...... اور تو دینے والا ہے...... ہم مجرم اور تو شہنشاہ...... تجھے تیری شان رحیمی و کریمی کا واسطہ...... ہمیں اپنے لطف و کرم سے محروم نہ کر...... ہمیں کسی آزمائش یا امتحان میں نہ ڈال...... کیونکہ ہم کی آزمائش اور امتحان کے قابل نہیں...... اے مالک ارض وسما...... تو عاصیوں کی خطائیں معاف کرنے والا ہے...... اور معاف کو پسند کرنے والا بھی...... ہماری خطائیں معاف کر دے...... ہم گناہگار ہیں خطاکار ہیں...... لیکن تیری رحمت سے مایوس نہیں...... مالک دو جہاں ہمارے دلوں کو پھیر دے...... ہماری روحوں کو پاک صاف کر دے...... بیماروں کو شفا عطا فرما دے...... لاچاروں کو اسباب عطا فرما دے...... ہماری خطاؤں سے درگزر کر کے مالک...... ہمیں اس راستے پر چلا دے...... جو تیرا پسندیدہ راستہ ہے...... اے ہمارے خالق و مالک...... ہم تجھ سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں...... تیرا لطف و کرم چاہتے ہیں

☆——— محمد عمیر مظہر تتی۔ہمکیاں

ابھی دور ہے کنارا

گھیرے ہوئے ہیں ہم کو تاریکیاں اندھیرے...... تنہائیوں میں میری تیرا درد ہے سہارا...... ابھی دور ہے کنارا...... کچھ بھید چاہتوں کے کچھ رنگ الفتوں کے...... امید جاتی ہے ڈوب رہا ہے نہیں ستارا...... ابھی دور ہے کنارا...... تو ساتھ ہے تو شعلے شبنم ہے وہ گرے ہیں...... تو ساتھ ہے تو ہم کو طوفان ہے گوارا...... ابھی دور ہے کنارا...... پھر کیا ہوا جو ہم سے ابھی دور ہے کنارا...... ہم سوچوں کا تارا...... ابھی دور ہے کنارا

☆——— انیلہ غزل۔حافظ آباد

بھید۔ قسط نمبر ۳

۔۔۔محمد خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔۔۔

تمہیں معلوم نہیں کہ شاہی ملکہ کی سواری آرہی ہے بھاگ دفعان ہو جاؤ یہاں سے ماہی گیروں میں افراتفری مچ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دریائے نیل کی سطح بالکل خالی ہو گئی شاہان نے گولاش سے پوچھا۔ یہ شاہی سواری کس کی آرہی ہے۔ میرے خیال میں ملکہ نفران کی سواری آرہی ہے۔ اندر آجاؤ شاہان یہاں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ابھی شاہی غلام ہنٹر لے کر آجائے گا۔ لیکن شاہان نے ضد کی کہ وہ یہی کھڑا رہے گا اور دیکھے گا کہ کون غلام اس کو ہاتھ لگاتا ہے مگر گولاش اس کو کھینچتا ہوا اندر لے گیا اور دروازہ بند کر دیا پاگل ہو گئے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں جب ملکہ کی سواری آتی ہے تو دریا پر کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی شاہان خاموش رہا اور کھڑکی کے سوراخ سے دریا کی طرف دیکھنے لگا تھوڑی دیر میں دریا کے اوپر کی جانب سے ملکہ نفران کا شاہی بیڑا نمودار ہوا جب وہ گولاش کے مکان کے قریب سے گزرا تو شاہان نے دیکھا کہ سینکڑوں کنیزوں کے جھرمٹ میں مصر کی ملکہ ایک عالی شان بیٹھی ہے اور کنیزیں مورچھل رہی ہیں اور بار بار ارد گرد خوشبودار اور عطر چھڑک رہی ہیں کافی فاصلہ پر آگے آگے غلام اور فوج کے سپاہی راستہ صاف کرتے جا رہے ہیں۔ اچانک شاہان نے دروازہ کھولا اور دوڑ کر دریا کنارے جا کھڑا ہوا یہ بڑی جرات کا ہی کام نہیں تھا بلکہ شاہی سواری کے خلاف ایک بہت بڑا جرم بھی تھا۔ ملکہ نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی عمر کا خوبصورت لڑکا دریا کنارے کھڑا بڑے شوق سے ملکہ کی سواری کو دریا میں سے گزرتے ہوئے دیکھ رہا تھا ایک دم فوج کا سپہ سالار آگے بڑھا اور اسنے شاہان کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھا رکھی تھی کہ ملکہ نے اسے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ شاہان کو ملکہ نفران کے حضور پیش کیا گیا شاہان اسے ملکہ کا بیٹا تھا مگر وہ اس سے بے خبر تھی ماں شاہی ملکہ کے لباس میں تھی اور بیٹا ایک معمولی کپڑوں میں ننگے پاؤں غلیل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا لیکن خون آخر خون ہوتا ہے ماں کے خون نے ایک بار جوش مارا وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے شاہان کی نیلی آنکھوں اور سیاہ ریشمی بالوں کو دیکھنے لگی اور شاہان بھی ملکہ مصر کو دیکھے جا رہا تھا۔ نجانے کیا بات تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ملکہ کو دیکھتا ہی رہے اور ایسی ہی حالت ملکہ مصر کی تھی وہ بھی اسے ایک نظر دیکھے جا رہی تھی۔ وہاں موجود شاہی فوج بھی خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی لیکن کسی میں ہمت نہ ہو رہی تھی کہ وہ بول سکے کچھ کہہ سکے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

شاہان ڈر سا گیا تھا کہ پتہ نہیں کشتی میں کون ہو کشتی ذرا قریب آئی تو کشتی میں بیٹھی ہوئی تمسی تھی اور دونوں ہاتھوں سے چپو چلا رہی تھی کشتی ذرا قریب آئی تو دور ہی سے شاہان نے اسے پہچان لیا کہ یہ تمسی ہے وہ بے اختیار اٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا مگر ایک دم رک گیا کہیں تمسی کے روپ میں ترتنی یا چرن کی بھیجی ہوئی کوئی بدروح نہ ہو وہ ایک پتھر کے پیچھے چھپ گیا کشتی کنارے پر آکر لگ گئی لال روشنی میں اس نے تمسی کو دیکھا کہ وہ کشتی سے نکل کر اس کی طرف بڑھی اور قریب آکر بولی میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے شاہان فکر نہ کرو میں تمسی ہی ہوں کوئی بدروح نہیں ہوں۔

اس کے بعد شاہان اپنے آپ کو چھپا نہ سکا اور فوراً پتھروں کے پیچھے سے نکل کر باہر آ گیا تلسی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

شاہان تمہارا کوئی اچھا عمل تمہارے کام آ گیا ہے ورنہ تم اپنی حماقت سے جس مصیبت میں پھنس گئے تھے اس میں سے نکل نہیں سکتے تھے اور شاید اس جنم میں مجھے تمہاری شکل دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوتی اس نے کہا۔ تلسی تم تلسی ہی ہو ناں چرن کی بھیجی ہوئی کوئی بدروح تو نہیں ہاں۔

یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی پہلے میرے ساتھ کشتی میں بیٹھ جاؤ تا کہ میں تمہیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکال لیجاؤں اگر میں کوئی بدروح نہیں تو تمہارے دشمنوں کی بھیجی ہوئی کوئی نہ کوئی بدروح یا ترشنی خود تمہیں دبوچنے یہاں پہنچ جائے گی اور اب تو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے وہ فوراً کشتی میں سوار ہو گیا تلسی نے بھی کشتی میں سوار ہو کر چپو سنبھالے اور کشتی کو موڑ کر جس طرف سے آئی تھی اس طرف روانہ ہو گئی وہ کہنے لگا۔

اب تو میں بول سکتا ہوں ناں کیونکہ تم خود مجھ سے باتیں کر رہی ہو۔

تلسی بولی۔ ہاں تم بول سکتے ہو یہاں تمہاری آواز سن کر کوئی بدروح تم پر نہیں جھپٹے گی لیکن یہ مت بھولو کہ ترشنی بدروح کو تمہارے فرار کا علم ہو چکا ہے اور وہ تمہاری تلاش میں نکل چکی ہے۔

اس نے پریشان ہو کر کہا مگر یہاں تو اس بلا سے چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

تلسی بولی افسوس کہ بچھو کے ساتھ وہ مہرہ بھی تم نے گم کر دیا ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا اور جسے منہ میں رکھ کر تم یہاں کی مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

شاہان منت کرتے ہوئے بولا۔ اگر ترشنی نے مجھے دبوچ لیا تو وہ اس بار مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔

تم گھبراؤ نہیں میرے پاس ایک طریقہ ہے اور تلسی نے چپو روک کر اپنے کان میں پڑا ہوا ایک سیاہ موتی اتار کر اس کو دیا اور بولی۔ اسے اپنے منہ میں رکھ لو تمہیں کوئی بدروح نہیں دیکھے گی اس نے جلدی سے کالا موتی اپنے منہ میں رکھ لیا۔ موتی رکھتے ہی ایک بار پھر شاہان کو اپنا جسم نظر آنا بند ہو گیا وہ غائب ہو گیا تلسی نے کہا۔

تم غائب ہو گئے ہو لیکن میں تمہیں دیکھ رہی ہوں پھر بھی تم اونچی آواز میں بات نہ کرنا ترشنی کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتی ہے تم بولو گے تو وہ تمہیں فوراً دیکھ لے گی۔

لیکن تم اس سے کیسے بچو گی وہ تمہیں بھی تو دیکھ سکتی ہے۔

تم میری فکر نہ کرو میں ابھی تک ان لوگوں کی دنیا کی ایک بدروح ہوں یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

کشتی اس وقت دو پہاڑوں کے درمیان سے گزر رہی تھی کچھ دور چلنے کے بعد پہاڑی پیچھے رہ گئی اور کسی ویران جزیرے کا کنارہ آ گیا جزیرے کے کنارے کہیں کہیں وہ ہی سوکھے ہوئے لٹکی مردہ ٹہنیوں والے سیاہ درخت کھڑے تھے لال دھند میں جگہ جگہ سیاہ اور لال چٹانیں زمین سے نکل کر بالکل ساکت کھڑی تھیں ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا نہ دن تھا نہ رات تھی بس ایک مردہ سی لال روشنی تھی جس نے ساری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور آسمان پر بھی اسی دھند کی تہہ تنی ہوئی تھی تلسی نے کشتی کنارے پر لگا دی وہ اتری تو شاہان بھی اس کے ساتھ ہی اتر گیا تلسی نے دھیمی آواز میں کہا میں تمہیں جو کہوں سنتے جانا آگے سے کوئی جواب نہ دینا چپ چاپ میرے ساتھ چلتے جاؤ اور یاد رکھو کسی درخت کی طرف گھور کر مت دیکھنا سوکھے خونخوار درخت اسکے بائیں جانب تھے شاہان نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں اور چپ چاپ سر جھکائے تلسی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا زمین خشک اور بھری بھری تھی کہیں کہیں گڑھے پڑے ہوئے تھے ان گڑھوں میں کہیں کہیں انسانی پنجروں کی

بکھری ہوئی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں شاید یہ اس دنیا کو کوئی خستہ حال قبرستان تھا شاہان کی تلسی سے یہ پوچھنے کی جرات نہ ہوئی کہ یہ ہڈیاں کن مردوں کی ہیں۔ آگے ایک بہت بڑی چٹان آ گئی جو آگے کو اس طرح جھکی ہوئی تھی جیسے ابھی زمین پر گر پڑے گی جیسے جیسے وہ چٹان کے قریب ہو رہے تھے چٹان جیسے پہلے سے زیادہ بڑی اور زیادہ خوفناک ہوتی جا رہی تھی چٹان کی دیوار میں ایک گول سوراخ صاف نظر آ رہا تھا۔ تلسی اس سوراخ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔

یہاں تمہارا میرا ساتھ ختم ہوتا ہے یہاں سے آگے میں نہیں جا سکتی ہوں اب تمہیں اکیلے ہی جانا ہوگا
شاہان نے حیرت سے کہا میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ کیا تم مجھ سے جدا ہو رہی ہو۔
میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی مگر مجھے جدا ہونا ہی پڑے گا کیونکہ آگے انسانوں کی دنیا ہے جو تمہاری منزل ہے جو تمہاری دنیا ہے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں انسانوں کی دنیا میں ضرور پہنچاؤں گی میں اپنا وعدہ پورا کر رہی ہوں شاہان نے کہا۔
لیکن سامنے تو ایک چٹان ہے جس کی دیوار میں ایک چھوٹا سا سیاہ شگاف ہے یہاں انسانوں کی دنیا کہاں ہے۔
تم اس شگاف کے اندر جاؤ گے تو تمہیں ایک غار ملے گا یوں سمجھو کہ یہ مردوں کی اس زیرزمین دنیا کا آخری غار ہے اگر تم اس غار سے صحیح سلامت گزر گئے تو تم انسانوں کی دنیا میں پہنچ جاؤ گے
شاہان بولا تو کیا اس غار میں کوئی خطرہ بھی ہے۔
سب سے بڑا خطرہ تمہارے دشمن چرن اور ترشنی ہے جو کسی بھی وقت غار میں پر حملہ کر سکتے ہیں اور یاد رکھو اگر وہ غار میں آ گئی اور اگر اس نے تم پر حملہ کر دیا تو پھر اس سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ ہے۔
شاہان بولا مگر میں تو غائب ہوں۔
تلسی نے کہا۔ چرن یا اس کی کوئی بدروح تمہیں نہیں دیکھ سکے گی مگر ترشنی بدروح کو تم نظر آ ؤ گے اور یہی تمہارے لیے سب سے بڑی دشمن ہے یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم ابھی تک اس کے انتقام کی آگ سے بچے ہوئے ہو وہ شگاف میں داخل ہوتے ہوئے ڈر رہا تھا اگرچہ وہ انسانوں کی دنیا میں جانے کے لیے بے تاب تھا مگر اس پر ترشنی کا زبردست خوف بھی طاری تھا وہ جانتا تھا کہ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو اسے ترشنی سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ تلسی بھی اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ اور وہ تنگ غار میں ترشنی کے سامنے ہوگا پھر اس کا جو حشر ہوگا وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ جب تلسی نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ نہیں جا سکتی تو وہ اس کے ساتھ نہیں جائے گی تلسی نے کہا۔
تم کیا سوچ رہے ہو تمہاری منزل تمہارے سامنے ہے درمیان میں صرف ایک غار ہی ہے دیر نہ کرو شاہان نے کہا۔ تلسی کیا پھر تم سے ملاقات ہوگی۔
میں انسانوں کی دنیا میں آن کے بعد ہی تم سے ملاقات کر سکتی ہوں لیکن جب تک میرے اس جنم کا چکر پورا نہیں ہو جاتا میں مردوں کی اس زیرزمین دنیا سے باہر نہیں نکل سکتی۔
تمہارے اس جنم کا چکر کب پورا ہوگا۔
تمہاری دنیا کے وقت اور ہماری دنیا کے وقت میں زمین آسمان کا فرق ہے تم اسے نہیں سمجھ سکو گے تم اطمینان رکھو میں بہت جلد انسانوں کی دنیا میں آ کر تم سے ملوں گی اب دیر نہ کرو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ ہاں ایک بات کا

خیال رکھنا۔ اگر غار میں گزرتے ہوئے تم پر چرن یا ترشنی نے حملہ کر دیا تو جتنی تیز دوڑ سکتے ہو دوڑ کر ان کی زد سے باہر نکل جانا۔

لیکن یہ لوگ تو انسانوں کی دنیا میں آ کر بھی مجھے ہلاک کر سکتے ہیں۔

سوائے کسی بدروح کے نہ چرن کی بدروح انسانی دنیا میں جا سکتی ہے اور نہ کوئی زندہ لاش انسانوں کی دنیا میں داخل ہو سکتی ہے۔ تلسی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اس کا مطلب ہے کہ مجھے ترشنی کی طرف سے موت کا خطرہ لگا رہے گا۔

میں نے تمہیں جو کالا موتی دیا ہے اس کو انسانوں کی دنیا میں جاتے ہی منہ سے نکال کر اپنی جیب میں رکھ لینا یہ کالا موتی تمہیں ترشنی کے کالے جادو سے محفوظ رکھے گا۔ تلسی نے کہا۔

کالا موتی منہ سے نکالنے کے بعد تو میں کیسی حالت میں سے ظاہر ہو جاؤں گا۔

ہاں تم ظاہر ہو جاؤ گے لیکن اگر منہ میں رکھو گے بھی تو انسانی دنیا میں جاتے ہی سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور سب کو نظر آنے لگو گے۔ کیونکہ انسانوں کی دنیا میں جاتے ہی کالے موتی کی وہ طلسمی طاقت جس کی وجہ سے تم غائب ہو جاتے ہو ختم ہو جائے گی لیکن تم اسے اپنے پاس رکھو گے تو کالا موتی تمہیں بدروحوں اور خاص طور پر ترشنی کے آسیبی جادو سے محفوظ رکھے گا اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ نہیں سکے گی۔ اب جاؤ شاہان بہت دیر ہو گئی ہے تلسی نے کہا۔

لیکن ایک بات تم بھول رہی ہو۔ شاہان نے کہا۔

وہ کیا۔

وہ یہ کہ تم نے پہلے مجھے بتایا تھا کہ میں تو تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں مگر ساتھ ہی کسی اور نے بھی تمہاری مدد کرنے کی درخواست کی تھی تو جب میں نے اس کا نام پوچھا تھا تو تم نے کہا تھا کہ ابھی نہیں آخر میں بتاؤں گی۔ کیا مجھے بتا سکتی ہو کہ وہ کون ہے۔ جس نے تمہیں میری مدد کرنے کو کہا تھا آج میں اور تم جدا بھی ہو رہے ہیں شاہان نے اس کی پرانی بات دہرائی۔

ہاں شاہان مجھے تمہاری مدد کرنے کے لیے جوگی بابا نے کہا تھا۔

کیا جوگی بابا شاہان چونکا۔

ہاں جوگی بابا نے کہا تھا کہ میں تمہاری مدد کروں اور تمہیں اس دنیا میں سے باہر نکالنے میں مدد کروں اب جاؤ شاہان اب جاؤ یہ کہہ کر تلسی فوراً غائب ہو گئی۔

شاہان سوچتا ہوا غار کے تنگ و تاریک شگاف میں داخل ہو گیا جوگی بابا کو تو وہ بھلا چکا تھا ایک خواب اور خیال سمجھ کر مگر تلسی کی باتوں سے لگتا تھا کہ جوگی بابا اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں یہ سوچ کر وہ اور پریشان ہو گیا۔ کہ جوگی بابا نے اسے کہا تھا کہ وہ اس کو ہزاروں سال پیچھے کے دور میں بھیج دے گا۔ کہیں واقعی جوگی بابا ایسا تو نہیں کرے گا میں تو خوش ہو رہا تھا کہ یہاں سے نکلتے ہی امی ابو اور باجی صدف سے ملوں گا اور وہ مجھے دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے مگر جوگی بابا کے ذکر نے آ کر اس کے سب خیال بکھیر دیئے تھے اس کے سب خواب چکنا چور ہو گئے تھے جوگی بابا نے کہا تھا کہ وہ ہزاروں سال پرانے دور میں جا کر ایک بادشاہ [illegible] روپ میں اپنی زندگی گزارے گا یہ سوچ کر کہ پہلے یہاں سے نکلو بعد میں جوگی بابا کو بھی دیکھ لو گے وہ [illegible] غار میں اندھیرا تھا وہ غائب تھا اس لیے جتنی تیز چل سکتا تھا چلنے لگا غائب ہونے کی وجہ سے اسے [illegible] اندھیر [illegible]

کچھ دکھائی دے رہا تھا غار میں گری تھی غار میں شمشان گھاٹ میں جلنے والے مردوں کی بدبو تھی شاہان جلدی سے جلدی اس غار سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں پہنچ جانا چاہتا تھا اس کے اور انسانوں کی دنیا کے درمیان صرف یہ غار ہی حائل تھی تلسی نے کہا تھا کہ غار زیادہ طویل نہیں ہے غائب ہونے کی وجہ سے اس کا وزن کافی ہلکا ہو گیا تھا اور وہ عام رفتار سے زیادہ تیز چل رہا تھا غار میں کافی دور نکل جانے کے بعد ایک جگہ بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کا دھماکہ ہوا شاہان کانپ کر رہ گیا فوراً سمجھ گیا کہ ترشنی غار میں آ گئی ہے اور اگر وہ اس کی زد میں آ گیا تو وہ اسے اب زندہ نہیں چھوڑے گی مگر انسانوں کی دنیا میں پہنچنے کی شدید خواہش تھی اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج کے ساتھ اب بجلی بھی چمکنے لگی تھی بجلی چمکتی تو غار میں ایک دم روشنی ہو جاتی ترشنی بدروح اس کے سر پر پہنچ چکی تھی اس نے شاہان کو غیبی حالت میں بھی دیکھ لیا تھا شاہان اچھل کر غار میں اڑنے لگا ترشنی بھیانک اور ڈراؤنی آوازیں نکالتی اس کے پیچھے آ رہی تھی وہ خوفزدہ ہونے کے باوجود جان بچانے کی خاطر زیادہ سے زیادہ تیزی سے غار میں آگے ہی آگے اڑتا جا رہا تھا وہ ترشنی سے چالیس پچاس قدم آگے تھا۔ ترشنی نے اس پر زبردست گرج دار آواز میں آگ کا شعلہ پھینکا آگ کا شعلہ شاہان کے پیچھے آ گرا خوفناک دھماکے سے غار لرز اٹھا شاہان اور تیزی سے اڑنے لگا اسے دور غار میں سفید روشنی دکھائی دینے لگی یہ انسانوں کی دنیا میں کی روشنی تھی اس کی منزل اس کے ساتھ تھی اس کا حوصلہ بڑھ گیا ترشنی نے آگ کا ایک اور شعلہ شاہان پر پھینکا یہ شعلہ شاہان کے کندھے کو چھوتا ہوا آگے نکل گیا۔ لیکن انسانوں کی دنیا کی روشنی اب غار میں داخل ہو رہی تھی انسانوں کی دنیا کی روشنی کو دیکھ کر ترشنی کی رفتار سست ہو گئی تھی اسے انسانوں کی دنیا میں جانے کی اجازت نہیں تھی مگر وہ اپنے دشمن کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتی تھی اس کی وجہ سے وہ پھانسی پر لٹک گئی تھی اور اس کی گردن لمبی ہو گئی تھی ترشنی شاہان سے اپنی اس بے عزتی کا انتقام لینا چاہتی تھی لیکن انسانوں کی دنیا کی روشنی اسے آگے جانے سے روک رہی تھی شاہان پرواز کرتا ہوا اس سے دور نکل گیا تھا ترشنی نے بے بسی اور غصے کی حالت میں غضبناک ہو کر ایک کالا منتر پڑھ کر اس پر پھونکا اور چیخ مار کر کہا میرا کالا منتر کالے آسیب کا روپ بدل کر تیرا پیچھا کرے گا اور جب تک وہ میرا بدلا تجھ سے نہیں لے گا تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ شاہان نے ترشنی کی آواز سن لی تھی مگر اب وہ ترشنی کی پہنچ سے باہر تھا غار میں روشنی ہی روشنی تھی اور ایک مدت کے بعد اسے انسانوں کی دنیا اپنی دنیا کی خوشگوار تازہ ہوا کے جھونکے محسوس ہونے لگے تھے وہ سفید روشنی کے غبار میں غار سے نکل گیا غار سے باہر نکلتے ہی اسے شدید جھٹکا لگا اور وہ فضا میں ہی اچھل کر فضا میں اور اونچا ہو گیا ہوا میں تیزی کے ساتھ اڑنے لگا اس شدید جھٹکے نے اسے نیم بے ہوش کر دیا تھا۔ بیہوش ہونے سے قبل اس کو جوگی بابا کی آواز سنائی دی تھی۔

کیوں شاہان نے کہا تھا نہ کہ تیرے اوپر ایک امتحان آئے گا۔ اس امتحان کے بعد ایک اور بڑے امتحان سے گزرے گا تجھے اپنے ماں باپ اور بہن سے ملنے کی خوشی وہ رہی ہے ناں پر ابھی ایک تیرا امتحان اور بھی ہے تو نے پتھر مار کر میری کئی سالوں کی تپیا میں رکاوٹ ڈالی تھی اور اسی وجہ سے میں نے تجھے کہا تھا کہ تو آج سے ہزاروں سالوں پیچھے دور میں چلا جائے گا اور پھر تیرا سفر شروع ہوگا اب تو بے ہوش ہونے کے بعد جیسے ہی ہوش میں آئیگا تو تو ہزاروں سالوں پیچھے کے دور میں ہوگا اور وہ بھی ایک ظالم بادشاہ کے بیٹے کے روپ میں۔ جس کا نام بھی شاہان ہی ہوگا۔

اور ایک حادثے کی وجہ سے تم الگ ہو کر ایک غریب گھر میں پرورش پا رہے ہو جس گھر میں تم اپنے نئے ماں باپ کے ساتھ رہ رہے ہو وہ بہت ایماندار اور نیک انسان ہے تمہارے دوسرے والد کا نام امال ہے جو کہ

اہرام مصر بنانے کا انجینئر ہے۔ اہرام پتھروں کی اس تکونی عمارت کو کہتے ہیں جس میں مرے ہوئے فرعون بادشاہ وغیرہ کی لاش کو دوائیاں لگا کر غلاموں کنیزوں اور سونے چاندی کے زیورات کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے اور پھر تمہیں یہاں کی باتیں یاد ہوں گی کچھ نہیں بس آج سے تمہارا ہزاروں برس کا سفر شروع ہے اس کے بعد شاہان کو کوئی ہوش نہیں رہا۔

مردوں کی زیرزمین میں ترشنی اپنے دشمن شاہان کے فرار ہونے کی وجہ سے سخت پیچ و تاب کھا رہی تھی مگر اس کا کوئی بس نہیں چلتا تھا کہ وہ شاہان اس کے ہاتھوں سے نکل کر ہزاروں سال پیچھے کے دور میں پہنچ چکا تھا ترشنی یہ بھی جانتی تھی کہ یہ سب ایک جوگی بابا کی وجہ سے ہوا ہے بہرحال ترشنی کوشش کے باوجود بھی اسے ہلاک کرنے میں ناکام رہی تھی لیکن اسے ایک تسلی ضرور تھی کہ اس نے اپنے کالے منتر کے آسیب کو شاہان کے پیچھے لگا دیا ہے جو اسے قتل تو نہیں کر سکے گا لیکن اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیگا چرن کو بھی مردوں کی اس دنیا سے شاہان کے فرار کا پتہ چل گیا تھا وہ بھی یہ جانتا تھا کہ شاہان ہزاروں سال پیچھے کے دور میں چلا گیا ہے اور وہ بھی آتش انتقام میں جل رہا تھا چرن کچھ سوچ کر ترشنی بدروح کے غار میں گیا اس نے ترشنی سے کہا۔

دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے شاہان تمہارا بھی دشمن ہے اور میرا بھی دشمن ہے اس نے تمہارا ادھورا عمل کر کے تمہیں پھانسی پر چڑھا دیا ہے اور میری آدھی کھوپڑی اڑا کر مجھے جنم جنم کے لیے معذور کر دیا ہے۔ میرے وجود کو ادھورا کر دیا ہے مجھے میرا پورا وجود اب کسی جنم میں بھی نہیں مل سکتا۔

ترشنی کی گردن میں ابھی تک پھانسی کا پھندہ پڑا ہوا تھا۔ اور اس کی گردن لمبی ہو چکی تھی اس نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس نے میری گردن میں بھی جنم جنم کے لیے پھانسی کا پھندا ڈال دیا ہے۔ مجھے ہر روز پھانسی ملتی ہے اور میں پھانسی پانے کی اذیت سے گزرتی ہوں۔

چرن نے کہا۔ لیکن افسوس کہ ہمارا دشمن ہماری پہنچ سے باہر ہو گیا ہے اب ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ترشنی بدروح بولی۔ ہمارا شاہان دشمن ہم سے بچ کر ضرور نکل گیا ہے لیکن میں نے بھی اس کے پیچھے کالے منتر کا آسیب لگایا ہے جو اسے ڈھونڈ کر ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔

تم شاید بھول رہی ہو کہ شاہان جوگی بابا کی وجہ سے ہزاروں سال پیچھے چلا گیا ہے تمہارا بھیجا ہوا آسیب بھی ساتھ گیا ہے مگر وہاں کیسے حالات ہوں ہم نہیں جانتے ہاں ایک کام ہو سکتا ہے ترشنی۔

وہ کیا۔ ترشنی نے کہا۔

دراصل ترشنی مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ شاہان ہزاروں سال پیچھے چلا گیا ہے تو ایک بات سوچ میں نے شام لوت کا عمل کر ڈالا ہے اور اس عمل کی وجہ سے ہم دونوں بھی شاہان کے پیچھے ہزاروں سال پیچھے جا سکتے ہیں اپنا بدلہ لینے کے لیے کیونکہ شاہان نے ہم دونوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ ہم ساری عمر جھیلیں گے مگر اس نقص کو جو شاہان نے دیا ہے ہم دونوں کو وہ ہم دور نہیں کر سکتے اور ساری عمر بدلے کی آگ میں جلتے رہیں گے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے پیچھے جائیں اور شاہان کو اس دور میں جا کر ختم کر دیں تو ہم سکون میں آ جائیں گے۔

تمہاری بات ٹھیک ہے چرن میں تیار ہوں مگر ایک بات اور بھی ہے۔

ہاں کہو وہ کیا ہے۔

وہ یہ کہ ہم دونوں جب ہزاروں سال پیچھے جائیں گے تو ہم دونوں جدا بھی ہو جائیں گے ایک دوسرے

ے اور ہم نے اپنے اپنے طور پر شاہان کو ڈھونڈنا ہے۔
ٹھیک ہے۔ چرن نے کہا۔ میں تیار ہوں۔ پھر چرن نے کچھ پڑھ کر سامنے پھونکا تو ایک کالا تیز بھنور نمودار ہوا اور ان دونوں یعنی ترشنی اور چرن کو لے کر سامنے دیوار سے ٹکرا کر غائب ہو گیا اور ترشنی اور چرن بھی ہزاروں سال پیچھے کے دور میں جانے کے لیے روانہ ہو گئے۔۔

اٹھو شاہان بیٹا کام پر نہیں جانا ہے۔ اس آواز نے شاہان کو ہوش میں لایا۔ تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نہ وہ مردوں کی دنیا تھی نہ وہ غار نہ ترشنی جو اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی کہ جب وہ غار سے نکلا تو اسے جوگی بابا کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی وہ حیران ہوتے ہوئے سوچنے لگا کہ واقعی وہ ہزاروں برس پیچھے چلا گیا ہے۔ اسے یقین کرنا پڑا کیونکہ اس کا لباس اور تھا رنگ روپ بھی اور مکان بھی عجیب طرح کے تھے بہر حال وہ اپ نے والد امال کیساتھ چلا گیا اس کا ہاتھ بٹانے اس رات وہ اپنے باپ کے ساتھ شہر سے چار کوس فاصلہ پر ایک نئے اہرام کی تعمیر کا کام کر رہا تھا اس کا باپ امال ہمیشہ شاہان کو اپنے ساتھ کام پر رکھتا تھا اچانک پتھر کو ماپنے والا فیتہ ٹوٹ گیا۔ شاہان کے باپ نے اسے گھر بھیجا کہ وہ صندوق میں سے نیا فیتہ لے آئے شاہان گھوڑے میں سوار ہو کر گھر آیا اور ماں سے کہا اسے بابا جان نے نیا فیتہ لینے بھیجا ہے اس کی ماں نے صندوق میں سے تلاش کے بعد نیا فیتہ نکال کر دیا اور کہا شاہان بیٹا یہ لو فیتہ اور ہوشیار ہو کر رہ کر۔ شاہان ہنس دیا اور کہا فکر نہ کر ماں میں ایک انجینئر باپ کا بیٹا ہوں اس نے فیتہ جیب میں رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑاتے ہوئے دریائے نیل کے کنارے کے ساتھ ساتھ اہرام کی طرف روانہ ہو گیا آدھی رات کا وقت تھا شاہان کو اب اپنا پچھلا وقت بھول گیا تھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ بحر حال آدھی رات کا وقت تھا زیتون اور کھجوروں کے جنڈ اندھیرے کی سیاہ چادر اوڑھے ہوئے دور سے بھوت معلوم ہو رہے تھے لیکن شاہانکو کسی قسم کا خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا اس لیے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اکثر راتوں کو کام کرتا تھا اور ادھر سے کوئی کئی بار گزرا تھا۔ راستے میں ریت کے اونچے ٹیلے تھے جس میں ایک جھونپڑی تھی اس جھونپڑی میں ایک درویش رہتا تھا گرشک اس کا نام تھا گرشک درویش شاہان سے بہت پیار کرتے تھے شاہان نے دیکھا کہ گرشک اپنی جھونپڑی کیسامنے بیٹھا ہوا تھا خدا کی عبادت کر رہا تھا شاہان نے گھوڑے پر سے گزرتے ہوئے اسے سلام کیا اور آگے نکل گیا گرشک نے آنکھیں کھول کر گھوڑے پر شاہان کو جاتے ہوئے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں گرشک درویش کو معلوم تھا کہ شاہان ملکہ نظران کا بیٹا تھا وہ فرعون مصر کی یعنی بادشاہ اولاد ہے اور شہزادہ ہے وہ انجینئر امال کا اصلی بیٹا نہیں ہے مگر اس نے شاہان کو کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ مصر کا شہزادہ ہے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شاہان کو بتانے سے کوئی فائدہ نہیں اگر فرعون کے دشمنوں کو پتہ چل گیا تو اس کا بیٹا خفیہ طور پر امال کے گھر پر پرورش پا رہا ہے تو وہ اسے مروا دے گا اب تک فرعون کے محل میں کتنے ہی پیدا ہونے والے شہزادوں کو دشمن اندر کی ملی بھگت سے قتل کروا چکے تھے شاہان کو اہرام اب سامنے نظر آ رہا تھا جہاں اس کا باپ دوسرے مزدوروں کے ساتھ کام کر رہا تھا فرعون کے حکم سے اس کے بوڑھے دادا کے لیے یہ اہرام خاص طور پر بنایا جا رہا تھا کیونکہ فرعون کا دادا بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے کو تھا۔ اس لیے فرعون کے حکم سے اہرام جلدی سے جلدی تعمیر کروا رہا تھا یہی وجہ تھی کہ شاہان کے باپ امال کو راتوں کو بھی کام کرنا پڑ رہا تھا شاہان ن اہرام میں پہنچ کر فیتہ اپنے باپ کے حوالے کیا اور خود بھی اس کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔

قارئین کرام میں کو یہاں یہ بتاتا چلوں کہ ہزاروں برس کے اس زمانے میں شاہان کو کبھی کبھی اپنی باتیں یاد آجاتی تھیں تو کبھی کئی کئی عرصہ اس کے ذہن سے غائب رہتی تھیں بہرحال امال بڑے بڑے کٹے ہوئے جو اس پتھروں میں لوہے کی سین سے نشان لگتا جاتا تھا اور شاہان ان نشانوں پر یادداشت کے لیے سفید روغن پھیرتا جاتا تھا دونوں باپ بیٹا اہرام کے نچلے تہہ خانے میں کام کر رہے تھے یہ وہ تہہ خانہ تھا جس کے اندر بوڑھے فرعون کی لاش کو تابوت میں بند کر کے رکھا جاتا تھا۔ تہہ خانے کی دیواریں قیمتی پتھروں سے چن دی گئی تھیں درمیان میں سنگ مرمر کا ایک شاندار چبوترا بنایا گیا تھا اس چبوترے میں فرعون کے تابوت کو ہمیشہ کے لیے رکھ دیا جاتا تھا دیواروں کے طاقوں میں سونے کے شمعدان روشن تھے اس تہہ خانے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا جو ایک بہت بڑی پتھر کی سل تھی تابوت کو تہہ خانہ میں رکھ دینے کے بعد اس سل کو آہستہ آہستہ اپنے آپ ہی بند کر دیا جاتا تھا اس کے بعد سل کو کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔ اس زمانے میں دستور تھا کہ بادشاہ مرتا تو اس کے نوکروں کھانے پینے کا سامان برتن آرام کرنے کا پلنگ اور اس کے سونے کے جواہرات اس کے ساتھ ہی تہہ خانے میں دفن کر دیئے جاتے کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد اگلے جہاں میں بادشاہ زندہ ہو جاتا ہے اور اسے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ پانچ ہزار سال بعد آج کے زمانے میں جب ان اہرام مصر کی کھدائی ہوئی اور آثار قدیمہ کے ماہر تہہ خانوں کی پتھریلی سل توڑ کر اندر داخل ہوئے تو وہاں انہیں غلاموں اور کنیزوں کی لاشوں کے پنجر بھی ملے۔ ابھی تو ہم اس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں جب یہ اہرام تعمیر ہو رہے تھے شاہان اپنے باپ امال کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ کہاں کا گھریلو ملازم الوکا چبوترے پر رکھی جانے والی سنگ مرمر کی سفید سل سفید اٹھائے اندر داخل ہوا اس نے سنگ مرمر کی سل زمین پر رکھی اور اپنے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھ ڈالا۔

بڑے آقا بادشاہوں کے مقبرے بناتے بناتے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اگر میں بادشاہ ہوتا تو کبھی بھی اپنا مقبرہ نہ بناتا۔

امال نے مسکرا کر کہا الوکا اگر تم فرعون ہوتے تو میں تمہارا مقبرہ بڑا شاندار بناتا۔

شاہان نے کہا الوکا کیا پتہ ہے اگلے برس تم بادشاہ بن جاؤ۔

ملازم الوکا جس کی عمر چالیس سال تھی جو ایک بیل کی طرح ہٹا کٹا تھا ہنس کر کہنے لگا چھوٹے آقا شاہان کہ میری اتنی قسمت کہاں کہ میں بادشاہ بن جاؤں میں غلام پیدا ہوا ہوں اور غلام ہی مروں گا۔

بوڑھے امال نے کہا فکر نہ کرو الوکا میں تمہاری لاش کو حنوط کروا کر بادشاہوں کے ہی مقبرے میں دفن کروں گا۔

الوکا قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور بولا۔ بڑے آقا یہ پتھر دل مقبرے بادشاہوں کو ہی سلامت رہیں میرے لیے مٹی کی کچی قبر ہی کافی ہو گی مگر کبھی کبھی دل میں خواہش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں بھی بادشاہ ہوتا پیٹ بھر کر مور ہرن اور تیتر کا گوشت کھاتا خرطوم کے سیب اور یوروشلم کی میٹھی کھجوریں کھاتا اور نرم نرم بستر پر سوتا اور غلام مور کے پنکھوں سے مجھے ہوا دے رہے ہوتے۔

اچھا ابھی تو اٹھ کر باہر سے پتھر اٹھا کر لا بادشاہ بننے کے خواب پھر دیکھ لینا الوکا زمین پر سے اٹھا اور یہ کہہ کر باہر نکل گیا ہائے ری قسمت بے چارے الوکا تیری قسمت میں تو پتھر ہی ڈھونے لکھے ہیں اس کے جانے کے بعد بوڑھا امال اور شاہان دیر تک ہنستے رہے الوکا ان کا بڑا وفادار غلام تھا امال نے یہ غلام بابل کی منڈی سے خریدا تھا اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں میں ہر سال منڈیاں لگا کرتی تھیں جہاں گائے بھینس اور گھوڑوں

کے ساتھ ساتھ غلام بھی بکا کرتے تھے لوگ گھوڑوں اور مویشیوں کے ساتھ ساتھ اپنے پسند کے غلام بھی خرید کر گھروں کو لے جاتے تھے امیر لوگ ان غلاموں سے بڑا سخت کام لیتے تھے اور پھر ان سے کھیتوں میں ہل چلواتے تھے گوڈی کرواتے تھے باغوں میں جانور کی طرح کام کرواتے تھے اور بہت کم کھانے کو دیتے تھے سخت محنت اور کم خوراک کی وجہ سے غلام بہت جلد بیمار اور کمزور ہو کر مر جاتے تھے امیر لوگ ان کے مرنے کے بعد منڈی سے نیا غلام خرید لیتے تھے مگر بوڑھا امال الو لکا غلام سے بہت اچھا سلوک کرتا تھا وہ جو خود کھاتا وہ ہی اپنے غلام الو لکا کو دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ الو لکا اپنے آقا امال اور اس کے بیٹے شاہان اور اس کی بوڑھی ماں سے بہت پیار کرتا تھا وہ انکی ہر ضرورت کا خیال رکھتا تھا اور پھر انکی ذراسی تکلیف پر اپنی جان قربان کرنے پر بھی تیار ہو جاتا تھا۔ بوڑھے امال نے الو لکا غلام کو بھی نہیں بتایا تھا کہ شاہان اس کا بیٹا نہیں ہے بلکہ مصر کے شاہی محل کا شہزادہ ہے۔ شاہان کے ساتھ اسے جو شاہی مہر ملی تھی وہ اس نے اور اس کی بیوی نے ایک پرانے صندوق میں سنبھال کر رکھی ہوئی تھی رت بھر اہرام میں کام کرنے کے بعد صبح کے وقت امال شاہان اور الو لکا وہاں سے اپنے گھر آ گئے شاہان کی ماں نے ناشتہ تیار کر رکھا تھا ناشتے میں اونٹ کے پائے کا شوربہ اور خمیری روٹی تھی سب نے مل کر ناشتہ کیا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے شاہان سو کر اٹھا دوپہر ہو رہی تھی اس کا باپ امال اور غلام الو لکا ابھی تک سو رہے تھے اس کی ماں دوپہر کا کھانا تیار کرنے میں لگی ہوئی تھی شاہان نے غلیل ہاتھ میں لی اور باہر نکل گیا پیچھے سے اس کی ماں نے آواز دی۔

بیٹا شاہان زیادہ دور نہ جانا کھانا تھوڑی دیر میں تیار ہونے والا ہے میں دریا کنارے مرغابیاں مارنے جا رہا ہوا ابھی واپس آ جاؤں گا اس کی ماں نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شاہان کو روکا بھی تو وہ بھی نہیں رکے گا۔ شاہان آخر شہزادہ تھا ضد اور دلیری اس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ شکار کا بھی بہت شوقین تھا گھڑ سواری بھی بہت پسند کرتا تھا مگر اس وقت وہ پیدل ہی غلیل ہاتھ میں لیے دریائے نیل کے کنارے کنارے چل رہا تھا موسم بہت خوشگوار تھا آسمان پر خلاف معمول ہلکے ہلکے بادل چھائے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی دریائے نیل کا پانی بڑے سکون سے بہہ رہا تھا اور ماہی گیر کشتیوں میں بیٹھے مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے شاہان کو پیچھے سے کسی نے آواز دی شاہان نے پیچھے مڑ کر دیکھا یہ بوڑھا گولاش تھا جو گھوڑوں کا چارہ فروخت کرتا تھا اور اس وقت اپنے مکان کے آگے اگی ہوئی انگور کی بیل کو پانی دے رہا تھا۔

سلام چاچا۔

جیتے رہو بیٹا شاہان۔ کہاں جا رہے ہو اس وقت۔

شکار کرنے جا رہا ہوں چاچا۔

بیٹا جانوروں کو نہ مارا کرو۔ یہ تو قدرت کی معصوم بھولی بھالی نشانیاں ہیں۔

چاچا کیا کروں مجھے شکار کرنا اچھا لگتا ہے

وہ تو ٹھیک ہے بیٹا۔ مگر کبھی کبھی جانوروں سے پیار بھی کر لیا کرو۔

یہ اچھی بات ہے ابھی تو شکار کر لوں چاچا پھر پیار بھی کر لوں گا۔

تمہاری مرضی بیٹے ویسے تم ہمیشہ من مانی کرتے ہو اور یہ کوئی اچھی بات نہیں دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک دریا کے اوپر کی طرف سے شور سا مچا اور ماہی گیروں نے کشتیاں کناروں کی طرف لانی شروع کر دیں پھر شاہی ملازموں کا ایک بیڑا آیا اور اس نے ماہی گیروں کو ہنٹروں سے مارنا شروع کر دیا۔ کمینوں بھاگوں یہاں"

ہے تمہیں معلوم نہیں کہ شاہی ملکہ کی سواری آرہی ہے بھاگ دفعان ہو جاؤ یہاں سے ماہی گیروں میں افراتفری مچ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دریائے نیل کی سطح بالکل خالی ہو گئی شاہان نے گولاش سے پوچھا۔

یہ شاہی سواری کس کی آرہی ہے۔

میرے خیال میں ملکہ نفران کی سواری آرہی ہے۔

اندر آجاؤ شاہان یہاں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ابھی شاہی غلام ہنٹر لے کر آجائے گا۔لیکن شاہان نے ضد کی کہ وہ بھی کھڑا رہے گا اور دیکھے گا کہ کون غلام اس کو ہاتھ لگاتا ہے مگر گولاش اس کو کھینچتا ہوا اندر لے گیا اور دروازہ بند کر دیا پاگل ہو گئے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں جب ملکہ کی سواری آتی ہے تو دریا پر کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی شاہان خاموش رہا اور کھڑکی کے سوراخ سے دریا کی طرف دیکھنے لگا تھوڑی دیر میں دریا کے اوپر کی جانب سے ملکہ نفران کا شاہی بیڑا نمودار ہوا جب وہ گولاش کے مکان کے قریب سے گزرا تو شاہان نے دیکھا کہ سینکڑوں کنیزوں کے جھرمٹ میں مصر کی ملکہ ایک عالی شان سے بیٹھی ہے اور کنیزیں مور چل رہی ہیں اور بار بار ارد گرد خوشبودار اور عطر چھڑک رہی ہیں کافی فاصلہ پر آگے آگے غلام اور فوج کے سپاہی راستہ صاف کرتے جا رہے ہیں۔

اچانک شاہان نے دروازہ کھولا اور دوڑ کر دریا کنارے جا کھڑا ہوا یہ بڑی جرات کا ہی کام نہیں تھا بلکہ شاہی سواری کے خلاف ایک بہت بڑا جرم بھی تھا۔ملکہ نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی عمر کا خوبصورت لڑکا دریا کنارے کھڑا بڑے شوق سے ملکہ کی سواری کو دریا میں سے گزرتے ہوئے دیکھ رہا تھا ایک دم فوج کا سپہ سالار آگے بڑھا اور اس نے شاہان کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھا رکھی تھی کہ ملکہ نے اسے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔

شاہان کو ملکہ نفران کے حضور پیش کیا گیا شاہان اسے ملکہ کا بیٹا تھا مگر وہ اس سے بے خبر تھی ماں شاہی ملکہ کے لباس میں تھی اور بیٹا ایک معمولی کپڑوں میں ننگے پاؤں غلیل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا لیکن خون آخر خون ہوتا ہے ماں کے خون نے ایک بار جوش مارا وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے شاہان کی نیلی آنکھوں اور سیاہ ریشمی بالوں کو دیکھنے لگی پھر بولی۔

تم کون ہو۔

شاہان نے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا میں اہرام بنانے والے کا بیٹا ہوں

ملکہ کی شاہی سواری کو دیکھ کر چھپے کیوں نہیں کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ملکہ کی سواری کے وقت جو کوئی باہر ہوا اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

مجھے معلوم تھا ملکہ عالیہ۔

پھر تم مکان سے باہر کیوں آگئے۔ملکہ کی سواری دیکھنے آگیا تھا۔

اگر تمہیں سپاہی قتل کر دیتے تو۔

میں ان کا مقابلہ کرتا ملکہ عالیہ۔یہ ایک دلیرانہ جواب تھا۔ملکہ کے خون نے ایک بار پھر جوش مارا۔اس قسم کا جواب مصر کا کوئی عام لڑکا ہرگز نہیں دے سکتا تھا ملکہ نفران گہری سوچ میں پڑ گئی۔اتنے میں سپہ سالار نے جھک کر عرض کی۔

ملکہ عالیہ محل میں آپکا انتظار ہو رہا ہے۔ملکہ مصر خیالات سے چونکی۔

ہاں شاہی سواری کو چلنے کا حکم دو پھر وہ شاہان کو دیکھ کر بولی لڑکے تمہارا نام کیا ہے۔
شاہان۔
ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ شاہان نے ملکہ کو سلام کیا اور واپس اپنے مکان میں آ گیا۔ شاہی سواری آگے چل پڑی ملکہ نفران گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی اسے اپنا بیٹا اپنے جگر کا ٹکڑا یاد آ رہا تھا جس کو اس نے قتل ہونے سے بچانے کیلئے دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کا بیٹا مرا نہیں بلکہ زندہ ہے وہ ضرور کسی نہ کسی ماہی گیر کے ہاں پرورش پا رہا ہے ملکہ نے دس برس تک خفیہ طور پر اپنے بچے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بے پناہ کوشش کی تھی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہوئی تھی شاہان کو دیکھ کر جانے اسے اپنے بچے کا خیال آ گیا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ کہیں شاہان تو اس کا بیٹا تو نہیں مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ شاہان مکان میں داخل ہوا تو گولاش نے دروازہ فوراً بند کر دیا وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا وہ پریشان نہ ہوتا تو اور کیا کرتا شاہان نے بھی تو کمال کر دیا تھا وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر شاہی سواری کو دیکھنے باہر نکل گیا تھا حالانکہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس جرم کی سزا موت ہے موت اس نے شاہان سے کہا۔
تم پاگل تو نہیں ہو گئے تھے لڑکے آخر یہ کیا تمہیں سوجی۔
شاہان نے سینہ تان کر کہا میں ملکہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔
غضب خدا کا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔
معلوم تھا مگر میں بھی مقابلے کے لیے تیار ہو کر گیا تھا۔
مگر تم اکیلے شاہی فوج کا کیسے مقابلہ کر سکتے تھے۔
کم از کم ایک دو کو تو ضرور مار کر مرتا چاچا۔
گولاش نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے ہو ورنہ میں تمہارے باپ کو کیا منہ دکھاتا۔
چاچا شاہی فوج میں اتنی جرات نہیں کہ وہ مجھے مار سکیں میں بہادر لڑکا ہوں گولاش نے ہاتھ باندھ کر آنکھیں بند کر لیں اور خدا کا شکر ادا کیا کہ شاہان موت کے منہ سے بچ کر واپس آ گیا۔ پھر اس نے بڑے شوق سے پوچھا۔
اچھا یہ بتاؤ کہ ملکہ نے تمہیں کیا کہا تھا ملکہ نے مجھ سے میرا نام پوچھا تھا باپ کا نام پوچھا تھا اور کہا تھا کہ میں مکان سے باہر سے کیوں نکل آیا ہوں۔
پھر تم نے کیا جواب دیا۔
میں نے کہا کہ میں آپ کی سواری دیکھنے آیا ہوں۔
اور پھر ملکہ نے کیا کہا۔
ملکہ نے کہا اگر میرے سپاہی تمہیں قتل کر دیتے تو کیا ہوتا۔
ہاں تم نے کیا کہا۔
میں نے یہی کہا کہ میں انکا بہادری سے مقابلہ کرتا۔
پھر۔ چاچا جس سے پوچھتے چلے گئے
پھر وہ گہری سوچ میں ڈوب میں گئی پھر بولیں کہ تم بڑے بہادر لڑکے ہو جاؤ واپس جاؤ اپنے گھر چلے جاؤ رب عظیم تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے ملکہ کے دل میں رحم ڈال دیا نہیں تو خدا جانے آج کیا ہوتا۔ اچھا لڑکے

اب یہاں سے اپنے گھر بھاگ جاؤ اور خبردار آئندہ ایسی جرات پھر کبھی نہ کرنا شاہانے غلیل لہراتے ہوئے ہنس کر کہا۔

میں تو پھر سے ملکہ کی سواری دیکھنے گھر سے نکل آؤں گا۔

جاتا ہے یا نہیں۔ میں آج ہی تیرے باپ سے شکایت کرتا ہوں۔ چاچا نے اسے ڈانٹا۔

خدا حافظ چاچا۔ شاہان ہنستا ہوا کولاش کے مکان سے باہر نکل آیا وہ سیدھا اپنے لنگوٹیے دوست ارمان کے ہاں پہنچا ارمان عمر میں شاہان سے دو سال بڑا تھا یعنی سولہ سال کا وہ ایک تیر بنانے والے کا بیٹا تھا اس کو یہ بھیانک واقعہ سنایا تو وہ بہت خوش ہوا اور شاہان کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولا یہ کام تو تم نے وہ کیا کہ میں خود کرنا چاہتا تھا تمہیں معلوم ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔

کیا ہے۔ شاہان نے پوچھا۔

وہ یہ کہ میں ایک روز شاہی فوج کا کپتان بن جاؤں میرے ایک ہاتھ میں تلوار ہو۔ اور دوسرے میں لوہے کا ایک ہنٹر ہو میں گھوڑے پر سوار ہو کر غلاموں کے پاس جاؤں اور ان کو زور زور سے ہنٹر ماروں۔

شاہان نے کہا۔ مگر غلاموں پر ظلم کرنا کوئی بہادری تو نہیں ہے۔ مزا تو دشمن کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے میں آتا ہے۔

بھئی میری تو یہ خواہش ہے اور تم دیکھنا میں ایک نہ ایک دن ضرور فوج کا کپتان بنوں گا

اس کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی ہے ارمان ویسے تمہارا ڈیل ڈول اتنا ہے کہ تم کپتان بن سکو

شاہان یاد رکھو کہ اگر میں بادشاہ کی فوج کا کپتان بن گیا تو تمہیں بھی اپنے ساتھ ہی رکھوں گا اور نیل کے کنارے ایک شاندار محل بنواؤں گا۔

مجھے تمہارے بنوائے ہوئے محل کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنا محل خود بناؤں گا

چلو ہم دونوں اپنا اپنا محل بنائیں گے۔

اچھا چلو ٹھیک ہے اب چلو دریا کنارے چل کر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔

دونوں دوست ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دریا کنارے چل پڑے دوپہر کے کھانے پر شاہان اپنے ساتھ مچھلیاں لایا ماں نے کہا۔

بیٹا تم نے بڑی دیر کردی۔ تمہارا باپ کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ شاہان دوسرے کمرے میں گیا تو اس کا باپ امال لکڑی کے کٹورے میں زیتون کا تیل ڈال رہا تھا اس نے شاہان کو دیکھ کر پوچھا۔

اتنی دیر کہاں کردی بیٹے۔

ابا جان آج میں نے ملکہ مصر سے بات کی ہے بوڑھے امال کے ہاتھوں سے زیتون کے تیل کا کٹورہ گرتے گرتے بچا۔

کیا کہا تم نے۔

ہاں میں نے ملکہ مصر سے باتیں کیں اس نے خود مجھے بلایا تھا

یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا۔ شاہان کی ماں کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا دونوں باپ بیٹا شاہان کی باتیں سن کر سکتے میں آگئے تھے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ملکہ ایک روز اپنے بیٹے سے بات بھی کر سکتی ہے شاہان نے باپ اور ماں کو شاہی سواری کا سارا واقعہ سنایا دونوں بہت بوڑھے میاں بیوی غور سے واقعہ کا ایک ایک لفظ سنتے

رہے۔شاہان کہہ رہا تھا ملکہ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تمہارے باپ کا نام کیا ہے بوڑھے امال نے پریشان ہو کر کہا۔ پھر تم نے کیا کہا۔

میں نے کہہ دیا کہ میرے ابو کا نام امال ہے اور وہ اہرام بنواتا ہے۔

ملکہ نے پھر کیا کہا۔

کچھ نہیں وہ اصل میں میری بہادری پر خوش تھی پھر اس نے مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ماں نے کہا رب پاک تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہے امال نے نے پوچھا۔ملکہ نے تم سے کچھ اور تو نہیں پوچھا۔

نہیں بس میرا نام پوچھا اور پھر چپ ہو گئی۔

چپ ہو گئیں۔

ہاں ابا جان بالکل خاموش ہو گئیں مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ کچھ سوچ رہی تھیں وہ میری طرف بڑے غور سے دیکھتی جا رہی تھیں۔

ملکہ عالیہ نے کچھ اور تو نہیں کہا۔

نہیں۔تب بوڑھے امال نے اطمینان کا سانس لیا اور شاہان سے کہا اچھا چلو اب منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھالو کھانے کے دوران امال یہی سوچتا رہا کہ کہیں ملکہ عالیہ نے اپنے بیٹے کو پہچان تو نہیں لیا اصل میں بوڑھا امال نہیں چاہتا تھا کہ ابھی ملکہ اپنے بیٹے کو پہچانے وہ چاہتا تھا کہ شاہان ذرا بڑا ہو جائے پھر وہ خود اس کو لے کر ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور وہ اسے بتائے گا کہ شاہان اس کا شہزادہ بیٹا ہے اسے پوری امید تھی کہ اس کے بدلہ میں ملکہ عالیہ اسے ڈھیر سارا انعام دے گی دوسری طرف اسے یہ بھی خوف تھا کہ کہیں فرعون مصر اسے قتل نہ کروا دے اس لیے بوڑھا امال ابھی تک خاموش تھا وہ کبھی کبھی یہ بھی سوچتا کہ فرعون کے دشمنوں کے مرنے تک اس بھید کو چھپائے رکھنا چاہیے۔فرعون مصر مر جائے وہ بڑی آسانی سے ملکہ مصر کے سامنے اس کے بیٹے کے راز کو فشا کر سکتا ہے پھر شاہان کی زندگی محفوظ ہوگی۔

کھانے کے بعد شاہان سو گیا تو امال نے اپنی بیوی سے کہا۔

کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ ملکہ نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا ہو۔

بیوی نے کہا کہ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے شاہان کی عمر ایک دن کی تھی۔کہ ملکہ نے اسے دریائے نیل کی لہروں پر بہا دیا تھا۔چودہ برس بعد اسے کیسے پہچان سکتی ہیں پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ ملکہ نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا ہے تو وہ ضرور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی اگر ملکہ نے شاہان کو ہم سے واپس لے لیا تو یقینی طور پر فرعون مصر کے دشمنوں کو اس کا علم ہو جائیگا اور وہ شاہان کے ساتھ ہی ہم دونوں کو بھی قتل کروا دے گا امال کی بیوی سوچ میں پڑ گئی پھر کہنے لگی۔

امال تم وہم کرنے لگے ہو ملکہ اتنے برس گزر جانے پر شاہان کو کبھی نہیں پہچان سکتی مگر وہ ماں ہے اور ماں کا خون جوش مار سکتا ہے فرض کریں اگر اس نے شاہان کو پہچان بھی لیا تو وہ کبھی واپس شاہان کو محل میں بلانے کی غلطی نہیں کرے گی اسے اچھی طرح معلوم ہوگا کہ اس طرح فرعون مصر کے دشمنوں کو بیٹے کا پتہ چل جائیگا اور وہ اسے فوراً قتل کر دیں گے۔اور کوئی عجیب نہیں کہ وہ ملکہ کو بھی مروا دے۔

یہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اب ہمیں بھی محتاط رہنا چاہیے۔

فکر نہ کرو اللہ پاک ہماری حفاظت کرے گا۔
بوڑھے امال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ کیا خیال ہے میں شاہان کو لے کر ملکہ عالیہ کے سامنے حاضر نہ ہو جاؤں۔
کس لیے
اسے شاہی مہر کے ساتھ اس کی امانت واپس کرنے۔
خدا کے لیے ایسی غلطی نہ کرنا اس طرح ملکہ اور شاہان سمیت ہم سب انکے دشمنوں کے ظلم کا نشانہ بن جائینگے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ہر حال میں انکے دشمنوں کو ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوگا۔
ہاں اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔
اتنے میں الوکا غلام شکار کی ہوئی مرغابیوں اور ابلی ہوئی انجیروں کی ٹوکری لیے اندر داخل ہوا امان نے پوچھا۔ یہ کہاں سے لائے ہو الوکا۔
مرغابیاں تو میں نے ڈنڈا مار مار کر خود شکار کی ہیں اور انجیر میں طولقون کے باغ سے توڑ کر لایا ہوں
کیا طولقون سے تم نے اجازت لی تھی انجیر توڑنے کی۔
پہلے اجازت نہیں لی تھی مگر جب اس نے مجھے انجیر توڑتے ہوئے دیکھ کر باغ میں آ گیا تو میں نے اس سے معافی مانگ لی تھی۔
تمہیں ہزار بار سمجھایا ہے کہ الوکا کہ کبھی کسی کے باغ میں سے بغیر اجازت کے پھل مت توڑو مگر تم باز نہیں آتے ہو تم ضرور کسی نہ کسی سے میری لڑائی کراؤ گے۔
میرے آقا لوگوں کے باغ پھلوں سے لدے ہوئے دیکھ کر آپ کے غلام کے منہ میں پانی بھر جاتا ہے میں بے تاب ہو کر باغ میں گھس جاتا ہوں اور پھل توڑنا شروع کر دیتا ہوں۔
اور اگر کسی نے تمہاری پٹائی کر دی تو۔
مار کھا کر معافی مانگ لوں گا۔ مگر اللہ پاک کی قسم توڑے ہوئے پھل کبھی بھی واپس نہیں کروں گا۔ مار بھی کھاتا جاؤں گا اور پھل بھی کھاتا جاؤں گا۔
اچھا بابا اچھا اب ہمارا سر نہ کھاؤ جاؤ لے جاؤ مرغابیاں اور انجیروں کو بھی اسے تم اکیلے ہی کھانا میں چوری کا مال کھا کر اپنا بڑھاپا خراب نہیں کرنا چاہتا۔
غلام نے چونک کر کہا۔ اب اسے چوری کا مال کہتے ہو۔ یہ تو میری محنت کا پھل ہے خدا کی قسم پورے ایک سو ایک کے کھائے ہیں میں تب جا کر یہ لے کر آیا ہوں۔
اچھا بھئی اب چلے بھی جاؤ۔
جا رہا ہوں آقا۔
اصل میں بوڑھا امال ملکہ مصر کی سواری والے واقعہ کے سلسلے میں پریشان تھا اور غلام الوکا کی اس وقت جھک جھک سننے کو تیار نہیں تھا۔ غلام چلا گیا تو وہ دوسرے کمرے میں جا کر کھجور کی چٹائی پر سوئے ہوئے شاہان کو غور سے دیکھنے لگا۔ نیلی آنکھیں سیاہ بال تیکھا شاہی ناک وہ بالکل مصر کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔ امال دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر سر جھکائے ہوئے واپس چل دیا۔ اسے شاہان سے اپنے بیٹے کی طرح پیار تھا اور وہ اس کی جدائی کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

محل میں آ کر ملکہ نفران اپنے بچے کے لیے اداس ہو گئی اس نے اپنے دشمنوں کے ڈر سے اپنے بچے کو دریا کے سپرد تو کر دیا تھا۔ مگر وہ اسے ایک پل بھی بھول نہ پائی تھی اس ننھی سی جان کو چھوٹی سی کشتی میں سوار کروا کر دریا میں بہا دینے کا مقصد یہی تھا کہ وہ کسی ماہی گیر کے ہاتھ لگ جائے اور اسی کے گھر میں پرورش پائے اگر اللہ کو منظور ہوا تو کبھی نہ کبھی تو ماں کو اس کا بچھڑا ہوا بچہ مل ہی جائے گا ظالم اور سنگ دل دشمنوں کے خوف سے ملکہ کھل کر تو اپنے بچے کو تلاش نہ کر سکتی تھی لیکن وہ اندر ہی اندر وہ اس ٹوہ میں رہتی تھی کہ کہیں سے اسے اس کے بچے کی خبر مل جائے چودہ برس گزر گئے اور ملکہ نفران اپنے بچھڑے ہوئے جگر کے ٹوٹے کے لیے سلگ رہی تھی بھلا کون ایسی ماں ہے جو اپنے بچے کو بھلا دیرے ہوئے پر صبر آ جاتا ہے مگر اپنے ہاتھ سے جدا کیے ہوئے بچے کو کون بھلا سکتا ہے ملکہ نفران کو امید تھی کہ ایک نہ ایک دن اس کا بیٹا اسے ضرور مل جائے گا اور اس کی راز دار صرف اس کی ملازمہ شاہین تھی شاہین میں نے چودہ برس پہلے تمہیں شہزادہ کے لیے ننھی سی کشتی تیار کی تھی اس میں اس کے لیے دودھ کی بوتل سونے کے سکے اور نرم نرم سرہانے رکھے تھے اور شاہین بھر تکیے کے نیچے چھپا کر رکھ دی تھی جس وقت ملکہ کی شاہی سواری دریائے نیل کی سیر سے واپس محل میں پہنچی تو شاہین نے دیکھ لیا تھا کہ ملکہ اپنے بچے کے لیے بے حد غمگین ہے اماں کے بیٹے شاہان کے ساتھ ملکہ کی گفتگو اس نے بھی سنی تھی اور ملکہ کی اداسی کو بھی خاصی طور پر محسوس کیا تھا مگر وہ خاموش رہی تھی اس لیے کہ اسے اندیشہ تھا کہ ملکہ نفران بچے کے بارے میں گفتگو چھیڑنے سے پریشان نہ ہو جائے محل میں آنے کے بعد ملکہ نے خواب گاہ میں سے تمام کنیزوں کو لے جانے کا حکم دیا اور خود آرام وہ مسہری پر لیٹ گئی جب تمام کنیزیں چلی گئیں اور خواب گاہ بالکل خالی ہو گئی تو ملکہ نے شاہین سے کہا۔

حکم ملکہ عالیہ۔

تم نے اس لڑکے کو دیکھا تھا۔ جو ہماری سواری کی جھلک دیکھنے دریا کنارے آ گیا تھا۔

دیکھا تھا ملکہ عالیہ اس کی شکل وصورت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے شاہین نے بھی بڑے غور سے شاہان کو دیکھا تھا اور کچھ اندازہ لگایا تھا کہ اس کی شکل شہزادے سے ملتی جلتی تھی لیکن چونکہ اسے یقین نہیں تھا اس لیے وہ ملکہ کے سامنے حامی نہیں بھر سکتی تھی اسے اپنی ملکہ کی صحت کا بھی بہت خیال تھا وہ یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی ملکہ ایک ایسے لڑکے کے لیے پریشان ہو جو ہو سکتا ہے شہزادہ نہ ہو چنانچہ اس نے بڑی عقل مندی سے کہا شکل وصورت بھولی بھالی تھی اس کی ملکہ عالیہ۔

ہمارا مطلب یہ نہیں تھا شاہین۔ ہم تم سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس لڑکے کی شکل ہمارے بچے سے تو نہیں ملتی۔

نہیں ملکہ عالیہ مجھے تو محسوس نہیں ہوا۔

ملکہ نفران نے سرد آہ بھر کر کہا پھر اس لڑکے کو دیکھ کر ہمارے دل پر ہاتھ کیوں پڑا تھا ہمارے خون نے جوش کیوں مارا تھا شاہین نے جلدی سے کہا یہ آپکا وہم ہے ملکہ عالیہ چونکہ آپ ہر دم بچے کی یاد میں گری رہتی ہیں اس لیے آپ کو یہ محسوس ہوا ہے۔

تو پھر ہمارا بچہ کہاں ہے۔ مجھے بتاؤ شاہین میرا ننھا شہزادہ کس کے گھر میں پرورش پا رہا ہے۔ اب تو وہ بڑا ہو گیا ہوگا اس کی آنکھیں بھی تو نیلی تھیں۔

بچہ تھا ملکہ عالیہ شہزادے کی آنکھیں نیلی تھیں مگر ہر نیلی آنکھوں والا لڑکا شہزادہ تو نہیں ہو سکتا۔
لیکن میرا شہزادہ کیوں نہیں مل رہا۔ میں اسو کی یاد میں چودہ برس سے تڑپ رہی ہوں ابھی کتنی دیر اور مجھے تڑپنا ہوگا شاہین شاہین نے بڑے ادب سے کہا۔
ملکہ عالیہ۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں ننھا شہزادہ ایک دن ضرور آپ کے پاس آ جائے گا
مگر وہ دن کب آئے گا۔ شاہین۔
اللہ نے چاہا تو جلد آئے گا۔
ملکہ نفرزان غم سے بوجھل سر نرم تکیوں پر رکھ دیا اور آنکھیں بند کر لیں شاہین نے بلوری صراحی میں سے طیونس کے بچے گلاب کے پھولوں کا عرق نکال کر ملکہ عالیہ کے پاؤں پر لگایا تو اور پھر مور کے پنکھوں سے ہوا کرنے لگی تھوڑی دیر کے بعد جب ملکہ کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس نے شاہین کو دیکھ کر کہا۔
شاہین تم میری بڑی وفادار ہو اور راز دار کنیز بھی ہو اس وقت میں تم سے ملکہ بن کر نہیں بلکہ ایک بچھڑے ہوئے بچے کی ماں بن کر کہہ رہی ہوں کہ مجھے میرا شہزادہ ملا دو میں اب اس کی جدائی میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی ہوں شاہین نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔
گھبرائیے نہیں ملکہ عالیہ شہزادہ بہت جلد آپ کو مل جائے گا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہ آپ کے پاس آنے والا ہے ملکہ نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں وہ اپنی کنیز شاہین سے اس قسم کی تسلی کی باتیں چودہ برس سے سن رہی تھی اب اس کا دل صبر سے بھر گیا تھا اچانک اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔
دریا کنارے گرشک درویش رہتا ہے اس نے ایک بار کہا تھا کہ شہزادہ زندہ ہے اور اسے ایک نہ ایک دن ضرور مل جائے گا میں اس کے پاس جا کر ایک بار پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے جگر کا ٹکڑا مجھے کب آ کر ملے گا شاہین نے کہا۔
مگر ملکہ عالیہ آپ کا وہاں جانا مناسب نہیں ہے
میں وہاں ضرور جاؤں گی۔ اگر تم ساتھ نہیں جاؤ گی تو میں اکیلی ہی اپنے بچے کے لیے جاؤں گی شاہین نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔
جو حکم ملکہ سلامت میں آپ کے ساتھ چلوں گی شاہین نہیں چاہتی تھی کہ ملکہ گرشک درویش کے پاس جانے کا خطرہ مول لے کیونکہ اگر فرعون مصر کے دشمنوں کو معلوم ہو گیا تو وہ ملکہ کے ساتھ ساتھ شاہین کی بھی گردن اڑا سکتا تھا۔ مگر وہ ملکہ کے حکم کے آگے بھی سر نہیں اٹھا سکتی تھی مجبوراً اسے ہاں کرنا پڑی اس لیے ملکہ ایک ماں تھی اور ماں اپنے گم شدہ بچے کو تلاش کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔
ہم آج کی رات ہی گرشک درویش کے پاس چلیں گے۔
جو حکم ملکہ عالیہ۔
آدھی رات کو ملکہ اور کنیز شاہین سیاہ لباس سر سے پاؤں تک اوڑھے اور خواب گاہ سے نکل کر ایک خفیہ راستے سے ہوتی ہوئی محل سے باہر نکل گئیں یہاں ایک حبشی کا پہرہ تھا دو سیاہ عربی گھوڑے لیے وہ انتظار کر رہا تھا جونہی ملکہ اور شاہین محل سے باہر نکلیں حبشی نے سر جھکا لیا وہ گھوڑے پر سوار ہوئیں اور آدھی رات کے اندھیرے میں دریائے نیل کی طرف روانہ ہو گئیں حبشی محافظ انکے پیچھے پیچھے گھوڑے پر چلا آ رہا تھا اس پہرے دار کو کافی انعام دے کر شاہین نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا اسے صرف یہی بتایا گیا تھا کہ ملکہ کو سر درد رہتا ہے جس کا دم کرواتے

وہ درویش گرشک کے پاس جا رہی ہیں ملکہ اور شاہین کے سیاہ عربی گھوڑے ہواسے باتیں کرتے جا رہے تھے وہ بہت جلدی دریائے نیل کے کنارے انجیر کے درختوں کے جھنڈ کے پاس پہنچ گئیں انہوں نے ذرا فاصلہ پر گھوڑے حبشی غلام کے حوالے کئے اور جھونپڑی کی طرف بڑھیں اس وقت درویش گرشک اپنی جھونپڑی میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا گرشک بڑا پرہیز گار عبادت گزار اور نیک درویش تھا اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں تھا اس کو صرف خدا اور اسکی مخلوق سے پیار تھا۔ انہوں نے درویش گرشک کو عبادت کرتے دیکھا تو زمین پر دوزانوں ہو کر بیٹھ گئیں درویش انکی آمد سے بالکل بے خبر اپنی عبادت میں مصروف رہا پھر جب وہ فارغ ہوا تو اس نے پلٹ کر ملکہ اور شاہین کو دیکھا گرشک درویش سمجھ گیا کہ وہ اس کے پاس کس لیے آئی ہیں اس نے اسی وقت دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ ابھی ملکہ کو ہرگز نہیں بتائے گا کہ اس کا بیٹا شہزادہ اس وقت ایک محنت کش کے گھر شاہان کے نام سے پرورش پا رہا ہے اس لیے ابھی گرشک اسے بتانا مناسب خیال نہیں کرنا چاہتا تھا اسے معلوم تھا کہ جب تک فرعون مصر کے دشمن زندہ ہیں شاہان کے راز کو ظاہر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ ملکہ سے یہ راز چھپا نہ رہے گا۔ وہ ماں ہے جذبات سے مغلوب ہو کر کسی نہ کسی کو بتا دے گی کہ اس کا بچہ اسے واپس مل گیا ہے پھر دشمن شہزادے کو فوراً ختم کروا دیں گے۔ چنانچہ درویش نے ملکہ کی طرف دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ ملکہ اور شاہین نے بہت ہی ادب سے کہا۔

اے خدا رسیدہ بزرگ میں تمہارے پاس اپنے دل کے غم کو دور کرنے کے لیے آئی ہوں درویش نے کہا ملکہ عالیہ اگر میرے اختیار میں ہوا تو میں ضرور تمہاری خدمت کروں گا۔ مجھے تو انسانوں کی خدمت کر کے خوشی ہوتی ہے ملکہ نے کہا۔

آپ نے ایک بار کہا تھا کہ میرا بچہ زندہ ہے اور مجھے ایک دن ضرور مل جائیگا

ہاں میں نے کہا تھا۔

کل میں اپنے شاہی بجرے پر بیٹھی دریا کی سیر کر رہی تھی کہ اچانک ایک چودہ پندرہ سال کے لڑکے کو دیکھا اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بال سیاہ تھے اسے دیکھ کر میرے خون نے جوش مارا میری ممتا بیدار ہو گئی مجھے یوں لگا جیسے وہ میرا شہزادہ ہو اے نیک بزرگ مجھے بتاؤ کہو وہ میرا ہی تو بیٹا ہے ناں۔ گرشک درویش جانتا تھا کہ وہ ہی اس کا بیٹا ہے لیکن وہ ابھی اس راز کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا اس میں خدا کی مرضی بھی تھی اور اس میں ملکہ مصر شہزادہ اور شاہان کے ماں باپ کی بھلائی بھی۔ اس نے کہا۔

میں ابھی عالم جذب میں جا کر بتاتا ہوں اس کے ساتھ ہی گرشک درویش نے آنکھیں بند کر لیں اور جیسے عالم جذب گم ہو گیا ہو کافی دیر آنکھیں بند کئے سر جھکائے رکھنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں ملکہ نے بے تابی سے پوچھا۔

کیا معلوم ہوا اے نیک دل انسان۔

درویش نے ایک گہری اور پراسراری آواز میں کہا۔ ابھی تمہارا شہزادہ تمہیں نہیں ملے گا تمہیں کچھ عرصہ انتظار کرنا ہوگا۔ ملکہ کا چہرہ اتر گیا اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

اتنا تو بتا دیجئے کہ کیا میرا بیٹا میرا شہزادہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔

درویش نے ایک بار پھر آنکھیں بند کیں تھوڑی دیر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے کے بعد آنکھیں کھول کر کہا ہاں ملکہ عالیہ تمہارا شہزادہ زندہ ہے اور بڑی اچھی جگہ پر پرورش پا رہا ہے۔ ملکہ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

وہ کہاں ہے حضور۔
یہ بتانے کا ابھی حکم نہیں ملا۔ ملکہ اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ تمہیں مل جائے گا اور ماں کا کلیجہ بیٹے کے ملاپ سے ٹھنڈا ہو جائیگا۔
ملکہ نفرتان نے اداس ہو کر کہا۔ ابھی بدنصیب ماں کو اور کتنا انتظار کرنا ہوگا۔
بہت تھوڑا عرصہ ملکہ بہت ہی تھوڑا عرصہ۔
شاہین نے ملکہ کے کان میں کہا دن کا اجالا پھیلنے والا ہے اس لیے انہیں واپس جلدی محل میں پہنچنا چاہیے۔ ملکہ نے سونے کے سکوں کی بھری ہوئی تھیلی درویش کے قدموں میں رکھ دی۔ لیکن درویش نے لینے سے انکار کیا۔ وہ دونوں جھونپڑی سے باہر نکل آئیں۔ کچھ دور انجیر کے درختوں تلے غلام سیاہ گھوڑے لیے ان کا انتظار کر رہا تھا شاہین نے ٹھیک کہا تھا آسمان پر دن کا اجالا پھیلنے والا تھا اور ان کو بہت جلد محل میں واپس پہنچ جانا چاہیے تھا وہ گھوڑے پر سوار ہوئیں اور گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں گھوڑے محل کی طرف بھاگنے لگے۔ ملکہ کے جانے کے بعد درویش گرشک کو فکر لاحق ہوگئی چودہ برس کے طویل انتظار کے بعد ملکہ مصر آج ایک ماں کی طرح پہلی بار اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لیے پریشان ہوئی تھیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ اس نے دریائے نیل کے کنارے شاہان کو دیکھ لیا تھا جو کہ حقیقی معنوں میں اس کا بیٹا تھا درویش گرشک نے محسوس کیا کہ ملکہ اب حد سے آگے گزر جائے گی وہ ہر قیمت پر یہ معلوم کروانے کی کوشش کرے گی کہ شاہان کون ہے اور امال کے گھر میں وہ کیسے آیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اس راز میں سے پردہ اٹھانے میں کامیاب ہوگئیں تو وہ شاہان کو حاصل کرنے کی ہوسکتا ہے کہ وہ اسے اپنے محل میں لے جائے اور خفیہ طور پر اس کی پرورش کرے لیکن ملکہ کا محل انکے دشمنوں کے جاسوسوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ بات وہاں کسی سے بھی چھپی ہوئی نہیں رہ سکے گی جوں ہی دشمنوں کو پتہ چلا کہ شہزادہ محل کے اندر ہی پروان چڑھ رہا ہے تو وہ اسے ہلاک کروا دے گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ امال اور اس کی ادھیڑ عمر بیوی کو بھی قتل کروا دیں گرشک یہ سوچ کر پریشان ہو گیا۔ وہ دن چڑھنے کا انتظار کرنے لگا جب سورج کافی نکل آیا اور اسے یقین ہو گیا کہ امال اہرام مصر میں پہنچ چکا ہوگا وہ جھونپڑی سے روانہ ہو گیا۔ گرمی صبح ہی پڑنے لگی تھی مصر کے صحراؤں میں سورج میں تپش تھی مگر درویش گرشک اس تپش کا عادی تھا ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں امال اہرام مصر کی تعمیر کا کام کر رہا تھا اس نے ایک غلام کے ہاتھ پیغام بھجوایا تو امال کپڑے سے ہاتھ پونچھتا ہوا اہرام کے غار سے باہر آ گیا۔ وہ اپنے سامنے درویش گرشک کو دیکھ کر بولا۔
آپ نے کیوں تکلیف کی مجھے حکم دیا ہوتا۔ میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔
امال کام ہی ایسا تھا کہ ہمیں خود تمہارے پاس آنا پڑا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم کھجوروں کے سائے میں بیٹھ کر بات کریں۔ وہ دونوں قریب ہی کھجوروں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے امال کو معلوم تھا کہ گرشک شاہان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے درویش نے بیٹھتے ہوئے کہا۔
میرے پاس رات کو ملکہ مصر آئی تھی امال چونک اٹھا۔
کیا فرمایا سرکار۔ ملکہ مصر آپ کے پاس آئی تھیں۔
ہاں امال میری بات غور سے سنو ہمہ تن گوش ہو کر وہ بیٹھ گیا۔ اور درویش گرشک نے کہا میں جانتا ہوں کہ شاہان سے تم حقیقی بیٹے کی طرح پیار کرتے ہو۔ اور تم اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔

سرکار میں نے شاہان کو اپنا بیٹا سمجھ کر پالا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔
تو میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑے گی اس لیے میں خود چل کر تمہارے پاس آیا ہوں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو ملکہ نفران جب سے شاہان کو دیکھا ہے اسے شک ہو گیا ہے کہ وہ ہی اس کا بیٹا ہے۔ اب وہ ہر ممکن طریقے سے شاہان کے بارے میں معلومات کرنے کے بعد اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی اور یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ جب کسی ملک کی ملکہ کوئی کوشش کرے تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتی ہے امال پریشان ہو گیا اور بولا۔
مگر میں اور شاہان کی ماں بچے کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے۔
تم جدائی کو رو رہے ہو امال مجھے شاہان اور تم دونوں میاں بیوی کی زندگیاں خطرے میں لگ رہی ہیں۔
وہ کیسے حضور۔
وہ ایسے کہ اگر ملکہ نفران کو پتہ چل گیا کہ شاہان ہی اس کا بیٹا ہے تو وہ اسے تمہارے گھر سے لے جائے گی وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے گی۔ شاہان شاہی محل میں رہے گا اور شاہی محل میں یہ راز زیادہ دیر تک راز نہ رہ سکے گا کہ شاہان فرعون مصر کا بیٹا ہے۔ بس فرعون مصر کے دشمن شاہان کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی تیروں سے چھلنی کروا دے گے جنھوں نے شاہان کی پرورش کی تھی۔
امال نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ آپ صحیح کہہ رہے ہیں اب اس کا کچھ علاج بھی فرمائے کہ میں کیا کروں۔ درویش گرشک سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔
اس مشکل مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ تم کسی نہ کسی طرح کچھ عرصہ کے لیے شاہان کو اپنی بہن کے ہاں ملک شام بھجوا دو جب حالات کنٹرول میں آ جائیں گے تب تو اسے واپس بلا لینا۔
بہت بہتر حضور میں ایسا ہی کرتا ہوں۔
ایک بات کا دھیان رکھنا اگر تمہیں کوئی بھی پوچھے کہ شاہان کہاں ہے تو تم نے یہی مشورہ دینا ہے کہ وہ تم کو چھوڑ کر خدا جانے کہاں چلا گیا ہے۔ کچھ روز تم اس کے غم میں جھوٹ موٹ بیمار پڑ جانا ہے۔
ایسا ہی کروں گا۔
بس مجھے یہی کچھ کہنا تھا اب میں چلتا ہوں کل ہی شاہان کو ملک شام کی طرف روانہ کر دینا اس کے جاتے ہی تم نے یہ بات مشہور کر دینی ہے کہ شاہان تم کو چھوڑ کر چلا گیا ہے۔
بہتر حضور۔
اس کے بعد درویش گرشک واپس اپنی جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ امال نے اسی وقت اس کی باتوں پر عمل شروع کر دیا۔ ایسا کرنا اس کے لیے مشکل کام تھا لیکن اس کو کرنا تھا اس کی اور اپنی زندگی بچانے کے لیے اس کو جدائی سہنا تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیں۔

کیوں رکھوں میں اپنے قلم میں سیاہی
جب کوئی ارمان دل میں مچلتا ہی نہیں
نہ جانے کیوں سبھی شک کرتے ہیں مجھ پر
جب سوکھا گلاب میری کتابوں میں ہے ہی نہیں
کوشش تو بہت تھی میرے پیار میں مگر

کیا کروں کوئی چہرہ دل کو جچتا ہی نہیں
اگر خدا ملے تو اس سے اتنا پیار مانگوں گا
پر سنا ہے وہ مرنے سے پہلے کسی سے ملتا نہیں
☆ ——— اے ایس سونی۔ لیاقت پور

بھیانک تعبیر

تحریر: پرنس کریم۔ پشاور

ساجد اور احمر دونوں بہت گہرے دوست (مگر انسان کا کیا ہے کسی بھی وقت طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لے) دونوں کالے جادو کے ماہر تھے آج سے کئی سال پہلے احمر نے بہت سی شیطانی طاقتوں کو قید کرلیا جن میں کچھ پارسا مخلوق کو بھی شیطانی مخلوق بنا کر قید کیا اور اپنا غلام بنایا مگر ایک دن ساجد اور احمر میں کسی بات پہ لڑائی ہوئی تو ساجد نے احمر کو مار ڈالا۔ چونکہ ساجد نے احمر کو غلط طریقے سے مارا تھا یعنی اسے مارنے سے پہلے اس کی شیطانی طاقتوں کو ختم نہیں کیا تھا اس لئے احمر تو مر گیا مگر اس کی شیطانی طاقتیں زندہ بچ گئیں جو زمین پر ہی قید ہو کر رہ گئیں اس مقصد کے لئے کہ اپنے آقا کا انتقام ساجد (اپنے دشمن) سے لے لیں۔ یہ شیطانی طاقتیں ساجد ہی کے گھر میں ایک کمرے میں بند ہیں ساجد بھی اپنے ہی گھر میں روپوش ہے (کیونکہ وہ ان شیطانی طاقتوں سے خوفزدہ ہے) اس لئے اپنے پورے بنگلے کو سحر زدہ کر دیا، جادو بھر دیا پورے بنگلے میں سوائے اس کمرے کے جس میں شیطانی طاقتیں رہ رہی ہیں کہ اس کمرے کا وہ کچھ نہ کر سکا کیونکہ شیطانی طاقتیں بھی خوب مزاحمت کر رہی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ساجد انہیں مار کر امر ہونے کی تعبیر پائے گا یا یہ شیطانی طاقتیں ساجد کو مار کر واپس کوہ قاف جائیں گی۔ اس کے علاوہ اس کہانی کے اور افراد کو (جو اپنی آنکھوں میں خواب سجائے آئے ہیں) اپنے خوابوں کی کیا تعبیریں ملیں گی...... پڑھئے بھیانک تعبیر!

وہ مجھے گھور گھور کر دیکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مجھ پر ڈورے ڈالتا ہے۔ میں کیا کروں بڑی آپا؟ اسے فریب میں پھانس کر اس کی دعوت بھی تو نہیں اڑا سکتی۔ میرے دانت بھی تو ٹوٹے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ٹوٹے ہوئے دانت نکال کر پریشانی گنوا چکی تھی۔ تب مجھے...... اُسے میتھس کی سمجھ نہیں آتی تھی اکثر میتھس کے ٹیسٹ میں فیل ہو جایا کرتی تھی اور Exams میں اس کے میتھس کے پیپر میں مارکس بھی کم آئے تھے جبکہ میں میتھس میں انتہائی ذہین تھا جبھی تو وہ اور اُس کی سہیلی روز چھٹی کے بعد میرے پاس بیٹھ کر میتھس کی روویژن کرتیں مگر ایک دن...... لائبہ کیا ہوتا جاتا ہے تمہیں؟ تم ہر جمعرات کی رات کو بیڈ سے اٹھ کر باہر کی جانب بھاگنے لگتی ہو۔ کیا آج پھر وہی خواب دیکھا ہے جو ہر جمعرات کی رات کو دیکھتی ہو؟ کیونکہ آج بھی تو جمعرات کی رات ہے۔ زاہد نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ہاں...... ہاں، زاہد! میں نے وہی خواب دیکھا ہے، وہی بھیانک خواب جو میں ہر جمعرات کو دیکھتی ہوں۔ زاہد! یہ خواب میری جان لے لے گا۔ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس خواب کے پیچھے چھپے ہوئے مقصد کو میں سمجھ نہیں پا رہی کہیں اس خواب کے پیچھے میری یا تمہاری موت...... پڑھئے اور پڑھتے چلے جائیے ایک بھیانک کہانی، بھیانک تعبیر۔

O

میں ڈائن ہوں...... ہاں، میں ڈائن ہوں...... ارے کوئی ایسی ویسی ڈائن انتہائی خطرناک ہوں اور میرے چہرے کے ایسے خدوخال ہیں کہ کسی کمزور اور کمزور دل والے آدمی کو پہلی ہی نظر میں مارنے کے لئے کافی ہیں۔ اب آپ مجھے کالی ڈائن کہہ لیں یا سفید ڈائن مگر ہوں میں بڑی مکار ڈائن۔ بوقت ضرورت اپنا پورا رنگ چہرہ کبھی انتہائی حد تک کالا کر دیتی ہوں تو کبھی سفید۔ پتہ ہے میں اب انسانوں میں ہی رہتی ہوں اپنی فوج

سمیت۔ میری فوج میں ایک عدد چڑیل (مرحومہ)، ایک عدد جن، ایک عدد دیو (مرحوم)، ایک عدد بھوت، ایک جن زادہ، ایک جن زادی (دونوں میاں بیوی ہیں)، ایک پری (مرحومہ) شامل ہیں اور کچھ تھے۔ یہ سب میرے غلام ہیں ہم سب پہلے کوہ قاف میں رہتے تھے، انسانوں کی دنیا کی سیر کرنے کو سب کا دل چاہا تو ہم آ گئے مگر کیا معلوم تھا کہ ایک منحوس بڈھا ہم سب کو اپنے کالے جادو کے زور سے قید کر لے گا اور اپنا غلام بنا لے گا۔ سات سال ہو گئے اس کی غلامی کرتے ہوئے اور پھر اس سے جان چھوٹ گئی کیونکہ دو سال پہلے وہ بڈھا مارا گیا مگر ..... چونکہ اسے غلط طریقے سے مارا گیا تھا (مارنے والا اس کا اپنا ہی دوست تھا) اس لئے مرنے کے بعد اس سے بظاہر تو جان چھوٹ گئی مگر ہم سب اب بھی اس کی قید میں ہیں (ان کی شیطانی طاقتیں جو ٹھہریں)۔ ہم کوہ قاف واپس نہیں جا سکتیں کیونکہ بوڑھے کا انتقام لینے کے لئے زمین پر رہ گئی ہیں جب تک انتقام نہ لے لیں یہیں پر بندی وان رہیں گے۔ ہم سب (یعنی میں اور میری فوج) قاتل ڈر کے مارے چھپا بیٹھا ہے اور رنگ رنگ کے چلے کر کے ہمیں ختم کرنے کی کوشش میں ہے جسے میں دو سال سے ناکام بنا رہی ہوں۔ آخر ڈائن بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ مگر وہ ڈھیٹ بوڑھا کسی طور ہار ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اپنے گھر سے نکلتا ہی نہیں۔ خیر ہم نے بھی اسی کے گھر میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے اپنی فوج سمیت، جب باہر نکلے گا تب بنائیں گے اس کا قیمہ۔ جس گھر میں میں اپنی فوج کے ساتھ قیام پذیر ہوں اس میں ایک جوڑا (میاں بیوی) بھی رہتے ہیں اور نوکر چاکر بھی مگر کیا کیجئے کہ وہ بوڑھا اپنے جادو کے زور سے ہمیں ان میاں بیوی اور نوکروں کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا (کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہم سب شیطانی طاقتیں اسی کی تاک میں ہیں)۔ دو سال ایک امیر کبیر گھرانہ امریکہ شفٹ ہو گیا تھا اپنے بنگلے کو موٹا سا تالا لگا کر۔ ہمیں معلوم ہوا تو ہم سب اسی بنگلے میں رہائش پذیر ہو گئے ان کے گھر کا تالا توڑے بغیر (پہلے ہم جنگل میں رہتے تھے)۔ میں اپنی فوج سمیت اس بنگلے میں بڑی خوشی سے رہتی تھی انسانوں پر بھی کڑی نظریں رکھتی تھی مگر کبھی ان پر اپنا آپ ظاہر نہ کیا اور نہ ہی ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بھی بڑھایا۔ اپنی فوج کے ہوتے ہوئے میں بھلا کیوں انسانوں سے دوستیاں کرتی پھروں۔ ضرورت ہی کیا ہے؟ چار دن کی تو ان کی زندگی ہوتی ہے ہمیں خواہ مخواہ ان سے انسیت ہو جائے گی اور یہ مر کھپ جائیں گے تو دل تو ہمارا ہی دکھے گا ناں۔ میری فوج کی عمریں بھی اتنی زیادہ نہیں ہوتیں مگر انسانوں سے کئی گنا زیادہ عمر لاتے ہیں جبکہ ڈائنوں سے تو ہرگز ان کی عمریں زیادہ نہیں ہوتیں۔ بڑی لمبی زندگی ہوتی ہے ڈائنوں کی، اس لئے تو میں کہتی ہوں ڈائن تو آخر ڈائن ہوتی ہے۔

ایک دن ہوا کچھ یوں کہ ہمیں اس کے بعد وہ بنگلہ چھوڑنا پڑا تھا اور پھر ہم اپنے دشمن کے بنگلے میں آ کر رہنے لگے (اور وہ ہم سے خائف رہنے لگا)۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن میری غلام چڑیل بڑی پریشانی کے عالم میں میرے پاس آئی (باہر سے آوارہ گردی کرتے ہوئے)۔ کیا بات ہے سنگھار؟ میں نے اس کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے پیار سے پوچھا تو وہ اپنے بھینچے ہوئے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ سجا کر مجھے اپنی ابلی ہوئی آنکھوں سے بڑی بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کی مسکراہٹ بے جان سی ہنسی میں تبدیل ہو گئی۔ ہنستے ہوئے اس کے ٹوٹے ہوئے دانت (پیلے پیلے) مجھے صاف دکھائی دے رہے تھے (ایک دن غصے میں آ کر میں نے اپنے موٹے ہاتھ کا گھونسا بنا کر اس کے منہ پر مارا تھا جس سے اس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور دانت ادھورے رہ گئے تھے) وہ ..... بڑی آپا ایک انسان ہاتھ دھو کر میرے پیچھے لگا ہوا ہے، پتہ نہیں میں اسے کیسے نظر آ رہی ہوں۔ وہ مجھے گھور گھور کر دیکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مجھ پر ڈورے ڈالتا ہے۔ میں کیا کروں بڑی آپا؟ اسے فریب میں پھانس کر اس کی دعوت بھی تو نہیں اڑا سکتی کیونکہ میرے دانت جو ٹوٹے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ٹوٹے ہوئے دانت نکال کر پریشانی گنوا چکی تھی۔ تب مجھے ندامت نے آ لیا

آ رہا تھا وہ چلتے چلتے زاہد کے قریب آئی لیکن زاہد نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہی نہیں تھا۔ ز......زز......زاہد۔ یہ مشکل اس کے منہ سے صرف لفظ زاہد ہی ادا ہوا تھا وہ بھی ٹوٹا پھوٹا۔ زاہد نے عجلت سے مڑ کر لائبہ کو گھور کر دیکھا تو لائبہ کی چیخ نکل گئی۔ زاہد اس پر ہنس پڑا۔ لو بھئی اپنے شوہر سے ڈر گئی۔ زاہد نے کہا اور قہقہہ لگایا جبکہ لائبہ اب بھی سہمی سہمی سی کھڑی تھی۔ ظاہر ہے جب شوہر رات کے دو بجے گھر کے بجائے گھر سے باہر کھڑا ہوا گا تو اس سے ڈر ہی لگے گا ناں اور تم گھر سے باہر آئے کیوں؟ لائبہ نے ہمت یکجا کر کے پوچھا۔ مجھے کسی کی تلاش ہے۔ کس کی؟ لائبہ نے برجستہ پوچھا۔ جس کی تھی وہ میرے سامنے ہی تو کھڑی ہے، میرا شکار۔ زاہد نے کہا اور ساتھ ہی اس کے خدوخال بدلنے لگے۔ اس کی آنکھیں ابل پڑیں، چہرے سے گوشت بہنے لگا اور وہ مزید بھیانک سے بھیانک تر ہونے لگا جس کا بھیانک روپ دیکھ کر لائبہ کے ہوش اڑ گئے اس لئے ایک بھیانک چیخ اس کے منہ سے نکل گئی۔ آآ......آآآ......آآ۔ لائبہ ایک بھیانک چیخ مار کر جاگ اٹھی اور بھاگ کر کمرے کے دروازے کو زور زور سے پیٹنے لگی (اس کی بھیانک چیخوں سے زاہد بھی ہڑبڑا کر جاگ گیا تھا) بچاؤ......بچاؤ......کوئی ہے......پلیز میری مدد کرو مجھے مار ڈالے گا۔ وہ رو رو کر چیخ رہی تھی اور دروازے کو زور زور سے پیٹ رہی تھی۔ زاہد بھاگ کر اس کے پاس آیا اور اسے جھنجھوڑا۔ لائبہ......لائبہ ہوش میں آؤ۔ لائبہ کے حواس پھر بھی بحال نہ ہوئے۔ نہیں چھوڑ دو مجھے تم......تم مجھے مار ڈالو گے۔ وہ زاہد سے خود کو چھڑانا چاہ رہی تھی۔ چٹاخ۔ اچانک زاہد نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا جس کی گونج پورے کمرے میں سنائی دی اور لائبہ ہوش میں آ گئی۔ لائبہ کیا ہو جاتا ہے تمہیں؟ تم ہر جمعرات کی رات کو بیڈ سے اٹھ کر باہر کی جانب بھاگنے لگتی ہو۔ کیا آج پھر وہی خواب دیکھا جو ہر جمعرات کی رات کو دیکھتی ہو؟ کیونکہ آج بھی تو جمعرات کی رات ہے؟ زاہد نے پریشانی سے پوچھا۔ ہاں......ہاں زاہد میں نے وہی خواب دیکھا۔ سکھ چین مجھے نصیب نہیں ہوا ہر وقت یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی کوئی میرا گلہ دبا دے گا۔ پل پل مر رہی ہوں میں یہاں مگر تمہیں کیا......تمہیں میری فکر کب ہے۔ آفس کی اہمیت تو مجھ سے کہیں زیادہ ہے تمہاری زندگی میں۔ لائبہ نے روتے ہوئے کہا تو زاہد نے بھی تلملا گیا۔ اوفو......تم پھر شروع ہو گئی۔ اب پلیز یہ رونا دھونا بند کرو میں کچھ کرتا ہوں بلکہ میں کل ضرور تمہیں کسی بابے کے پاس لے جاؤں گا۔ ویسے مجھے تو یہ سب بابے وابے فراڈ لگتے ہیں مگر تمہارے دل کی تسلی کے لئے میں تمہیں لے جاؤں گا۔ اب تم ہرگز پریشان مت ہو۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ شادی سے پہلے بھی تمہیں اسی طرح کے یا کسی اور طرح کے ڈراؤنے خواب آتے تھے؟ نہیں زاہد شادی سے پہلے تو میں بالکل نارمل تھی کوئی بھی ایسا واقعہ میرے ساتھ پیش نہیں آیا مگر شادی کے مجھے لگتا ہے جیسے کسی نے مجھ پر کچھ کر دیا ہو۔ اس نے کہا اور ذہن میں کسی کا چہرہ روشن ہو گیا۔ ضرور یہ تمہاری حرکت ہو گی۔ ذہن میں نمودار ہوئے چہرے سے اس نے کہا اور پھر اسے دل ہی دل میں خوب برا بھلا کہا۔ خیر......بس تم مجھے کل عامل کے پاس لے جانا۔ لائبہ نے سوچ سے نکل کر کہا۔ او کے۔ زاہد نے اثبات میں سر ہلایا۔

O

Whats Rubbish یار! یہ کیا سسپنس ہے؟ آخر تم دونوں مجھے بتا کیوں نہیں دیتے کہ آخر مہتاب کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ جمی کا سسپنس اب تک قائم تھا اور بار بار دونوں سے استفسار کر رہا تھا۔ یار میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر میری کہانی سن کر تم کیا کرو گے؟ مہتاب نے بیزاری سے کہا۔ What? جمی کو غصہ آ گیا۔ میں تمہارا کزن ہوں تمہاری خوشی میری خوشی نہیں ہے۔ اور ویسے بھی تم اب ویسے نہیں رہے ہو کیونکہ تمہاری bright آنکھیں اب بجھی سی گئی ہیں۔ تم مجھے اپنی سٹوری سناؤ میں تو ویسے بھی پرسوں بڑے انکل کے پاس چلا جاؤں گا اس لئے correct یہی ہے کہ تمہارے بارے میں مجھے پوری انفارمیشن ہونی چاہئیں۔ مگر پھر بھی مہتاب راضی نہ ہوا تو جمی اپنی ضد پر ہی اڑا رہا۔ ٹھیک ہے تم اپنی ضد پر اتنے

باتوں کا انداز تو اور بھی بدل گیا ہے۔ طلحہ نے راستے میں سوچا تھا۔ اب تینوں ہوسٹل میں موجود تھے۔ جمی کافی بدل گئے ہو؟ مہتاب نے مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کہا۔ اوہ...... نہیں کمرن میں اضافہ نہیں بڑھا مجھے تو تم بڑھے ہوئے نظر آ رہے ہو۔ مجھے تو تمہاری ہنسی بھی آرٹیفیشل لگ رہی ہے۔ جمی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ (طلحہ کو اس کی باتوں پر خواہ مخواہ ہنسی آ جاتی جسے وہ ضبط کر جاتا) جمی نے پھر سلسلہ تکلم جوڑا اور سیکنڈ بھاٹ یہ کہ تم تو بہت funny ہوا کرتے تھے اب تمہارا face کیسے serious ہو گیا ہے، اور تمہارا فیس کیسے کمالا ہو گیا ہے۔ یہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ اسے بیماری ہے۔ بیماری عشق۔ مہتاب کی جگہ طلحہ نے جواب دیا تو مہتاب اسے گھور کر رہ گیا۔ ?what جمی نے حیرت سے پوچھا۔ عشق یعنی Love۔ اوہ تو مہتاب کی بھی کوئی Love story موجود ہے۔ جیم کو حیرت ہوئی۔ موجود ہے نہیں بلکہ تھی جواب رک چکی ہے یعنی موصوف عشق میں بری طرح سے ناکام ہو چکا ہے اور...... طلحہ پلیز اپنی زبان پر قابو رکھو اور جاؤ جا کر جمی کے لئے چائے بنا کر لاؤ۔ جمی تم پلیز فریش ہو جاؤ، میں ذرا مارکیٹ سے ہو کر آتا ہوں۔ مہتاب نے پہلے طلحہ کی بات کاٹی (جس سے وہ کافی جز بز ہو گیا) پھر اسے اور جمی کو ہدایت دے کر خود بھی اٹھ گیا۔ جمی غسل خانے میں گھس گیا اور طلحہ کچن میں جبکہ مہتاب باہر نکل گیا۔ جمی غسل کر کے نکلا تو طلحہ چائے بنا چکا تھا پھر دونوں چائے پینے لگے اور ساتھ میں باتیں بھی کرنے لگے کہ اچانک مہتاب کمرے میں آ وارد ہوا۔ دونوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے اور چہرے پر کرب کے آثار موجود تھے۔ کیا ہوا تم مارکیٹ سے خالی ہی آ گئے؟ طلحہ نے حیرت سے پوچھا مگر مہتاب خاموشی سے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ گیا، طلحہ سمجھ گیا۔ اوہ، لگتا ہے اس نے پھر اسے مارکیٹ میں دیکھ لیا ہوگا۔ طلحہ اپنے ساتھ بڑبڑایا۔ کس کو دیکھ لیا؟ جمی نے پریشانی کے عالم میں اپنے مخصوص انداز میں طلحہ سے پوچھا۔ میرا خیال ہے ہمیں اسے اکیلا چھوڑ دینا چاہئے۔ طلحہ نے جمی کی بات کو نظر انداز کر دیا۔ مگر کیوں، اس کی کیا سٹوری ہے؟ جمی کی پریشانی ابھی گئی نہیں تھی۔ یہ سٹوری تم اپنے کزن سے ہی خود سن لینا۔ ابھی ہمیں اسے اکیلا چھوڑنا ہوگا ورنہ یہ ہمیں اکیلا چھوڑ کر پارک چلا جائے گا اور وہاں بیٹھ کر گھنٹوں سوچتا رہے گا اور اپنا دماغ خراب کرے گا۔ اس سے اچھا تو یہ ہے کہ ہم پارک میں جا کر باتیں کر لیں اور اگر تم آرام کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ No, No۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اور ویسے بھی میری تھکن اب ختم ہو چکی ہے۔ جمی نے کہا اور دونوں ہوسٹل سے باہر نکل گئے۔ مہتاب کو روتا دھوتا چھوڑ کر کسی کی یاد میں۔

O

اُس وقت رات کے دو بج رہے تھے جب لائبہ کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھیں کھولنے کے بعد بھی اندھیرا ہی تھا اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہو۔ لائبہ نے خوف سے عجلت میں ٹیبل لیمپ روشن کیا تو اس کی آنکھیں دیکھنے لائق ہوئیں۔ اس نے اپنے شوہر زاہد کو جگانا چاہا مگر بیڈ پر نہ تھا۔ کہاں جا سکتا ہے؟ لائبہ نے سوچا اور پھر ایک خیال کے تحت باتھ روم کی طرف آ گئی۔ دروازہ کھٹکھٹایا مگر زاہد اندر ہوتا تو جواب دیتا۔ اس نے باتھ روم کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا زور دیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ زاہد اندر نہ تھا۔ لائبہ پریشان سی ہوتی اس لئے کمرے سے باہر نکل کر بالکونی میں آ گئی جہاں سے باہر کا سارا منظر بآسانی نظر آتا تھا۔ اس کی نظر اچانک دور کھڑے شخص پر پڑی جو سامنے ہی کھڑا تھا (لائبہ کی طرف اس کی پیٹھ تھی اور وہ اتنا بھی دور نہ تھا کہ لائبہ اسے پہچان نہ سکے) لائبہ اسے فوراً پہچان گئی اور اس کی پریشانی و خوف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ رات کے دو بجے زاہد گھر سے باہر گیا کر رہا ہے؟ اس سوچ سے لائبہ کپکپا کر رہ گئی۔ وہ عجلت میں سیڑھیاں اتر کر ڈرائنگ روم سے ہوتی ہوئی باہر صحن میں آ گئی اور پھر صدر دروازے کی طرف آ گئی جو کھلا ہوا تھا وہ باہر آ گئی۔ زاہد اب بھی اسی پوزیشن میں کھڑا تھا۔ نہ جانے کیوں لائبہ کو اس سے خوف

اور میں خجل سی ہو گئی کہ کاش اس کے دانت نہ توڑتی تو اب اس کے کام ہی آ جاتے مگر اب کیا ہو سکتا تھا پھر میرے ذہن میں ایک خیال کوندا۔ ڈورے ڈالنے سے تمہاری کیا مراد ہے؟ میں نے اپنی بھدی آواز میں پوچھا۔ ظاہر ہے آپا ڈورے اسی پر ڈالے جاتے ہیں جس سے پیار ہو اور مجھے بھی یہی محسوس کروایا جا رہا ہے۔ اس نے اپنی کرخت آواز میں شرما کر کہا۔ اف اس کا شرمانا اس کے انتہائی بدصورت چہرے کو مزید بدصورت بنا رہا تھا (اور خوفناک ای اپنے جوبن پر آ گئی تھی) اس نے شرما کر چہرہ جھکا لیا تھا اور اس کے گندے اور بدبودار بال (جو کھڑے کھڑے سے تھے) اس کے چہرے پر آ گئے اور اس کے جھلسے ہوئے چہرے پر شرم و حیا کے رنگ بالکل، پرور ہے تھے۔ میں اب بھی اس کے جواب پر مطمئن تھی جبھی تو بولی۔ تم یقیناً اس وقت کسی خوبصورت لڑکی کے روپ میں ہو گی جبھی تو وہ تم پر ڈورے ڈالتا ہے۔ میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ نہیں بڑی آپا میں تو اسی روپ میں اس کے سامنے جاتی ہوں۔ اس نے مجھے شاکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا؟ میرے ہوش اڑ گئے۔ ارے پاگل ہو گئی ہے کیا؟ سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے (میری سوچیں ایک دم سے بدل گئیں میں جو انسانوں سے نفرت کرنے لگی تھی ان سے کوئی امید نہیں رکھتی تھی مگر اب......) ایک انتہائی مکروہ شکل والی بدصورت چڑیل پر اگر کوئی انسان، مگر کیسے کوئی انسان مر مٹ سکتا ہے ایک بھیانک چہرے پر۔ کیا یہ سچ ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر مجھ میں کیا کمی ہے سنگھار سے تو کئی درجے خوبصورت ہوں۔ موٹا سر، لمبے گھنے سیاہ اور چمکدار تو خیر نہیں مگر بدبودار اور الجھے ہوئے (سنگھار سے کہیں زیادہ) بال، موٹے موٹے ہاتھ لمبے لمبے ناخنوں سمیت اور موٹے موٹے پیر لمبے لمبے ناخنوں سے لبریز (حالانکہ سنگھار کے ہاتھ اور پاؤں گوشت سے عاری ہیں۔ آواز میں بھی میری ثانی نہیں (اس کی آواز پتلی، کرخت اور نوکیلی سی ہے جو سیدھے بندے کے کانوں سے ہو کر اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگتی ہے جبکہ میری آواز بھدی اور بارعب ہے)۔ کیا ہوا آپا؟ مجھے سوچوں سے نکالنے والی سنگھار ہی تھی۔ اب میری سوچیں نئے سرے سے شروع ہو گئیں۔ نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا وہ یقیناً سنگھار کو دھوکہ دے رہا ہے اگر پری ہوتی تو وہ یقیناً خوبصورت ہے مگر سنگھار...... دیکھو سنگھار تم جیسا سوچ رہی ہو ویسا ہرگز نہیں ہے۔ تم بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو چکی ہو۔ اصل میں وہ تم پر ڈورے نہیں ڈالتا بلکہ تمہیں گھور گھور کر دیکھتا ہے۔ وہ انسان ہے سنگھار اور انسان تو حسن کے دیوانے ہوتے ہیں (پروانے ہوتے ہیں)۔ وہ تم جیسی مکروہ شکل والی چڑیل سے محبت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ ارے محبت تو دور کی بات تمہیں تو کوئی بھی پہلی نظر میں دیکھ کر ہی بے ہوش ہو جائے اور وہ اس لئے نہیں ہوا کیونکہ وہ آدمی مجھے کوئی جادوگر یا ساحر لگتا ہے جو تمہیں دیکھ سکتا ہے اور یقیناً تمہیں قید بھی کرنا چاہتا ہو گا۔ میں نے صاف گوئی سے کام لے کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا (کیونکہ اس سے پہلے مجھے سنگھار سے حسد ہونے لگی تھی مگر بعد میں معاملہ میری سمجھ میں آیا تو حسد جاتی رہی) میری باتوں سے سنگھار بجھ کر رہ گئی (شاید اس نے خواب بن لئے تھے) اس کے چہرے کے ایکسپریشن صرف میں ہی سمجھ سکتی تھی۔ اب میرے دل میں بھی اس ان دیکھے آدمی کا خوف بیٹھ گیا۔ آج وہ سنگھار کو قید کر کے جلا دے گا۔ کل گلنار (پری) کو، اس کے بعد پریتم اور پریم (میاں بیوی) جو جن اور جن زادی ہیں)، اس کے بعد ہانگو (دیو) کو، اس کے بعد (گھمبیر جن) کو اور پھر...... اس لئے آگے میں سوچ نہ سکی۔ نہیں میں اسے ایسا کرنے نہیں دوں گی۔ انسان بڑے ظالم ہوتے ہیں۔ سنگھار! باقی سب کہاں ہیں؟ میں نے سنگھار سے پوچھا تھا۔ سب آوارہ گردیاں کرنے گئے ہیں سوائے گھمبیر جن کے جو جنگل میں ہی موجود ہے۔ اس نے اداس ہو کر جواب دیا۔ اچھا تم دونوں جاؤ اور اس آدمی کو اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔ پھر دیکھنا میں اس کی کیسی درگت بناتی ہوں۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی میری سہیلی (بظاہر) پر

حسب عادت کسی سوچ میں گم بلکہ کسی کی سوچ میں گم۔ طلحہ نے مہتاب سے کہا تو مہتاب نے اطمینان سے آنکھیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جو اپنی سانسیں درست کر رہا تھا کیونکہ ہوسٹل سے دکان اور دکان سے بھاگ کر وہ مہتاب کی طرف آیا تھا۔ اسے غصہ جو بہت آیا تھا مگر مہتاب پر غصہ نکال نہیں سکتا تھا کیونکہ طلحہ جب بھی مہتاب پر غصہ نکالتا مہتاب وہ جگہ ہی چھوڑ کر چلا جاتا اور طلحہ کا دل بھرے کا بھرا رہ جاتا۔ کیا بات ہے؟ تمہیں سانس کیوں چڑھا ہوا ہے؟ مہتاب نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ تیرے اس امریکہ والے چچا کا فون آیا تھا، کہہ رہا تھا کہ مہتاب سے کہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کو پاکستان روانہ کر دیا ہے صبح اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ چلے جانا۔ ویسے مہتاب یار تیرا یہ کزن ...... کیا نام ہے اس کا (طلحہ نے سر کھجا کر سوچا) ہاں ...... (چیخ کر بولا) جمی ...... یار یہ جمی مجھے پاگل لگتا ہے امریکہ میں رہتے ہوئے اسے پاکستان کی یاد ستانے لگتی ہے اور پاکستان دوڑا چلا آتا ہے۔ یاد ہے ہمارے فرسٹ ایئر میں بھی وہ آیا تھا اور اب پھر آ رہا ہے۔ ویسے دو سال بعد وہ بدل تو گیا ہو گیا ہی اور اس کی باتیں...... طلحہ پلیز۔ مہتاب نے تیزی سے اس کے نان سٹاپ ہوتی زبان کو بریک لگایا۔ لیکن مہتاب سوچ کی بات تو یہ ہے کہ وہ امریکہ کی گوری گوری لڑکیوں کو چھوڑ کر...... طلحہ اپنی پٹڑی سے اترنے کی کوشش مت کرو۔ کتنی بار کہا ہے تم سے میرے سامنے بونگیاں مت مارا کرو۔ مہتاب نے ناگواری سے ایک بار پھر اس کی بات کاٹی۔ لو کر لو گل اچھے کا تو زمانہ ہی نہ رہا میں تو تمہیں خبر دینے آیا تھا اور تم آپے سے باہر ہو رہے ہو۔ وے دی ناں خبر...... خبر دینے کا بے حد شکریہ اب تم جاؤ ہوسٹل۔ مہتاب نے منہ پھیر کر کہا۔ ہاں میں چلا جاؤں اور ایک بار پھر تم اپنی لیلی کی سوچوں میں گم ہو جاؤ جو تمہیں ملی بھی نہیں۔ تم یوں کرو کہ تم بھی میرے ساتھ چلو ہوسٹل۔ یہاں مکھیاں مارنے سے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ ہوسٹل چل کر گپیں شپیں مار لو اور ویسے بھی شام ہونے والی ہے۔ آج رات کو جلدی سونا ہو گا کیونکہ ہمیں جلدی صبح سویرے جمی کو ریسیو کرنے ائرپورٹ جانا ہو گا۔ کل جمعہ ہے ناں یا جمعرات ہے؟ طلحہ نے مہتاب سے پوچھا مگر جواب میں وہ منہ پھیرے خاموش رہا۔ چلو جمعہ اور جمعرات کو چھوڑو بلکہ ہوسٹل چلو ناں یار، یہ جس کی سوچیں تم سوچ رہے ہو ناں یہ تم ہوسٹل میں بھی سوچ سکتے ہو۔ ہوسٹل میں سوچنے پر کوئی پابندی یا ٹیکس نہیں لگا ہوا۔ عشق میں ناکام کیا ہوئے تم نے تو اپنی ناکامی کو ناک کا مسئلہ بنا دیا (طلحہ طعنوں پر اتر آیا)۔ ایویں ای خود کو اذیت دیئے جا رہے ہو اور یہ تم منہ اٹھائے پارک میں کیوں آ جاتے ہو ہوسٹل کے کمرے میں بیٹھنے سے تمہیں موت آتی ہے کیا؟ طلحہ کی نان سٹاپ گفتگو مہتاب کو بے حد ناگوار گزر رہی تھی اس لئے غصے سے طلحہ کی طرف دیکھا تو وہ مہتاب کی پوزیشن کو بھانپ گیا۔ یار ہمیں اس وقت ہوسٹل میں ہونا چاہئے۔ طلحہ نے محتاط انداز میں کہا تو مہتاب اٹھ کر اس کے ساتھ ہوسٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ویسے ہمارا رزلٹ پتہ نہیں کب آئے گا میں تو بہت ایکسائیٹڈ ہو رہا ہوں اُف یہ ایک مہینہ انتظار کا کب گزرے گا۔ طلحہ پلیز بکواس مت کرو اور بات کرتے وقت اپنے جملوں پر غور کیا کرو کہ تم کیا منہ سے جھڑ رہے ہو۔ طلحہ کو بہت برا لگا وہ مہتاب کے سامنے اس طرح کی حرکتیں کر کے اس کا دل بہلانا چاہتا تھا مگر اس کا یہ طریقہ سراسر غلط تھا۔ وہ جتنا مہتاب کو باتوں میں لگانے کی کوشش کرتا اتنا ہی مہتاب کے چپ کا دروازہ زور پکڑتا جاتا۔ اس لئے طلحہ اب خاموشی سے اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہر وقت اور ہر جگہ سوچ سوچ کر تو یہ نفسیاتی مریض ہو جائے گا۔ طلحہ نے خفگی سے سوچا۔ اب تو اسے مہتاب پر ترس آ رہا تھا جو گھسیٹنے کے انداز میں اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ اسے جو روگ لگا تھا طلحہ کو تو نہ لگا تھا مگر طلحہ اس کی کیفیت کو بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

صبح دونوں جلدی اٹھ گئے اور جمی کو ریسیو کرنے ائرپورٹ پہنچ گئے۔ دونوں جمی سے بہت گرم جوشی سے ملے اور اسے لے کر ٹیکسی پکڑی اور ہوسٹل کی طرف آ رہے۔ مہتاب سارے راستے میں خاموش رہا تھا جبکہ طلحہ اور جمی باتوں میں مصروف تھے۔ کافی بدل گیا ہے جمی اور

ڈورے ڈالنے لگی۔ میں نے سنگھار پر طنز کیا تو وہ برا سا منہ بنا کر باہر کو چل دی۔ میرا بھی دل چاہا اس کے ساتھ چلنے کو مگر ایک خیال نے آ لیا تھا کہ میں کیوں جاؤں۔ میں ٹھہری سردارنی اور یہ سب میرے غلام (میری موٹی گردن اکڑ گئی تھی اس وقت)۔ بہرحال اب مجھے اس آدمی کا انتظار تھا ہائے کیسا ہوگا وہ۔ میرا موٹا دل دھڑک اٹھا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا اس وقت مجھے خود خبر نہیں پھر سے تخت سے اٹھ کر (اپنے مخصوص کمرے میں ہی) یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں دھم دھم ٹہلنے لگی اس کے انتظار میں۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور گھمبیر جن اور سنگھار ایک چیختے چلاتے آدمی کو گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے۔ وہ ادھیڑ عمر کا خوفزدہ سا مرد واقعی بڑا خوبصورت تھا۔ میرا تو موٹا دل ایک بار پھر دھک سے رہ گیا۔ وہ سنگھار اور گھمبیر جن کو دیکھ دیکھ کر چیخ رہا تھا چلا رہا تھا (بڑا ہی کیوٹ لگ رہا تھا) مگر مجھے جو دیکھ کر وہ بے ہوش ہی ہو گیا (سنگھار اور گھمبیر جن کو دیکھ کر اس لئے نہیں بے ہوش ہوا تھا کیونکہ سنگھار کے دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور گھمبیر جن کے سینگ۔ جسے توڑنے کا شرف مجھے حاصل تھا۔ میں نے ہی توڑے تھے غصے کے عالم میں مگر میری نگوڑی جوانی اور نگوڑے دانت دیکھ کر وہ فوراً سے پہلے بے ہوش ہو گیا تھا۔ اسی لئے تو کہتی ہوں ڈائن تو آخر ڈائن ہوتی ہے)۔ تھوڑی دیر بعد خود ہی اس کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ تب میں اس سے مخاطب ہوئی۔ کیوں بے میری سہیلی کو قید کرنے کے چکر میں ہو۔ کوئی جادوگر ہو یا کچھ اور ہو؟ میں نے اس سے انسانوں کے لہجے میں بات کی (اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر) وہ مجھے خوف سے دیکھنے لگا (ظاہر ہے پیار سے تو دیکھنے سے رہا) نن...... نہیں یہ میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ اس نے کپکپا کر کہا۔ کبھی کسی لڑکی کا روپ دھار کر تو کبھی کسی کا اور میں اسے پہچان جاتا ہوں لیکن جب بات نہ بنی تو اپنے اصل روپ میں آ گئی تب میں نے بھی اسے پریشان کرنا شروع کر دیا کیونکہ تھوڑا بہت جادو مجھے بھی آتا ہے۔ اس نے خوف سے کہا تو میں نے سنگھار کی طرف جلتی آنکھوں سے دیکھا تو وہ گھبرا گئی۔ جھوٹ بول رہا ہے کمینہ اس نے اپنی صفائی میں صرف اتنا ہی کہا جبکہ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔ چل چھوڑ اس قصے کو بس ختم کرو۔ تو یہ بتا مجھ سے شادی کرے گا۔ میں نے بلا جھجک اپنا موٹا ہاتھ ہلا کر کہا تو نہ صرف اس آدمی نے بلکہ گھمبیر جن اور سنگھار نے بھی مجھے چونک کر دیکھا تھا اور میں نظریں چرا گئی۔ نن نہیں...... کبھی نہیں۔ میں مر جاؤں گا مگر تم سے شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس نے خوف کو پس پشت ڈال کر کہا اور میرا موٹا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ حسن بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ کاش میں حسین ہوتی۔ میں نے افسوس سے سوچا۔ تو پھر ٹھیک ہے پھر تم مر جاؤ کیونکہ زندہ رہ کر تو تم مجھ سے شادی کرو گے نہیں۔ اس کے بعد غصے میں آ کر میں نے اپنے موٹے موٹے ہاتھوں سے اس کی خوب پٹائی کی (اس کی چیخوں کی پرواہ کئے بغیر) لمبے لمبے ناخنوں سے بھی کام لیا اور اس کے چہرے پر خراشیں ڈال دیں اور بالآخر اس کی گردن بھی مروڑ دی کیونکہ میرا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا (اور میں اتنی خوفناک دکھائی دے رہی تھی کہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں) بے چارہ جان سے گیا۔ پھر مزے سے ہم تینوں نے اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر کھالی۔ ویسے تم ہو بڑی بے وفا۔ اسے چٹ کر جانے کے بعد سنگھار نے اپنی کرخت آواز میں کہا۔ ہائیں میں نے کیا کر دیا۔ میں نے انجان بن کر کہا اور سنگھار پر خوب غصہ آیا) مجھے منع کرتی رہی اور خود اس آدمی سے شادی کا کہہ ڈالا۔ بڑی آپا تم تو بڑی مکار نکلی اور کمینی بھی اور...... اس سے پہلے کہ وہ اپنے منہ سے کوئی اور گالی نکالتی میں نے ایک زوردار مکا (اپنے موٹے ہاتھ کا) اس کے منہ پر دے مارا۔ بس دھب کی آواز آئی تھی اور پھر سنگھار کے بچے کچھے دانت (جو پہلے سے اپاہج تھے) زمین پر پڑے اس کا منہ چڑا رہے تھے اور وہ خود اپنی بدرنگ آنکھوں سے آنسو بہا رہی تھی جبکہ گھمبیر جن اپنے ٹوٹے ہوئے سینگوں پر ہاتھ رکھے مجھے خوف سے ایسے دیکھ رہا

تھا جیسے اسے اس بات کی مجھ سے امید ہو کہ میں ابھی اس کے بھی بچے کچے سینگ توڑ دوں گی۔ میرے سامنے اگر پھر بولی یا اس طرح سے پھر بدتمیزی کی تو تمہارے یہ گندے بدبودار بال چڑوں سے اکھیڑ دوں گی جو میرے جی میں آئے میں کروں گی سمجھی تم سنگھار بیگم۔ میں غصے میں نہ جانے اسے کیا کچھ بولتی چلی گئی اور وہ کھڑی مجھ کو آنسو بہائے سنتی رہی۔ اس کے بعد بدتمیزی کرنے کی نوبت نہیں آئے گی بڑی آپا! آپ مجھے جلا دیں۔ اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گی۔ اس نے انتہائی کرب میں اپنے پوپلے منہ سے کہا تو مجھے اس پر ترس بالکل نہ آیا کیونکہ اسے اب زندہ رہ کر کیا مکھیاں مارنی تھیں اس لئے میں نے چپ چاپ بڑی بے دردی سے اسے جلا دیا کیونکہ سنگھار کو میرے علاوہ کوئی اور مار بھی نہیں سکتا تھا۔
ہمارے آقا بھی زندہ نہیں تھے جو اسے یا مجھے مارتے ان کے مرنے کے بعد تو میں سب پر راج کر رہی تھی۔ سب کی مطلق العنان سردارنی تھی۔ جب بھی غصے میں آتی کچھ نہ کچھ کر بیٹھتی (اپنے ساتھ تو ہرگز نہیں اپنی فوج کے ساتھ) جیسے گلنار پری کے لمبے لمبے بال (غصے میں) میں نے نوچ نوچ کر گدھے کی دم کی طرح کر دیئے تھے۔ جن زادی اور جن کو ہر وقت آگ کی لو دیتی رہتی (غصے کے عالم میں)۔ بھوت کا کالا منہ تھپڑوں سے لال کر دیتی وغیرہ وغیرہ اور ایسا کرنے سے مجھے بھلا کون روک سکتا تھا سب کی سردارنی ہوں۔ اس کے بعد پری کے ساتھ بھی سنگھار سے ملتا جلتا واقعہ پیش آیا اور مجبوراً اسے بھی جلانا پڑا اور دیو بھی کسی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا اس لئے اس کو بھی آگ کے حوالے کر دیا تھا۔
اس کے بعد ہوا کچھ یوں کہ محلے کے لوگوں کو ہمارے بنگلے پر شک ہونے لگا کہ اس میں جن بھوت ہیں تو وہ ایک پہنچے ہوئے عامل کو لے آئے اور مجبوراً مجھے یتیم ... یم اور بلاوت کے ساتھ وہاں سے بھاگنا پڑا (ممی ... ری قید میں کیوں آتی؟ میں اپنے آقا کا انتقام بھی تو لینا تھا) پھر ہم اپنے ہی دشمن کے گھر میں رہنے لگے خفیہ حالت میں اور ہمارا دشمن (جس نے ہمارے آقا کو یعنی اپنے ہی دوست کو مار ڈالا تھا) ہم سے اپنے ہی گھر میں چھپا بیٹھا ہے لیکن ہمیں قابو نہیں کر سکتا۔ دو سال ہو گئے اسے ہمیں قابو میں لانے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا اس نے مگر میں نے اس کا ہر حربہ ناکام بنا ڈالا مگر اس بار اس نے جو چال چلی ہے اس سے میں بڑی خوفزدہ ہوں وہ ہر جمعرات کو ایک آدمی کی بلی دیتا ہے کبھی کبھار تو جمعہ اور ہفتہ کو بھی دیتا ہے۔ یہ سب ہمیں قابو کرنے کے لئے ہے مگر میں بھی کوشش کر رہی ہوں کہ کسی طرح اس بنگلے میں رہتے ہوئے افراد میں سے کسی کو قابو میں لے لوں اور اس کے ذریعے اپنے دشمن کا خاتمہ کر کے کوہ قاف واپس چلی جاؤں مگر میں فی الحال ایسا بھی نہیں کر سکتی کیونکہ یہ پورا بنگلہ اس نے اپنے جادو کے سحر میں ڈبویا ہوا ہے سوائے اوپر والے کمرے کے جس میں ہم رہتے ہیں۔ یہ کمرہ محفوظ ہے کیونکہ یہاں میرا طلسم ہے۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت یہاں قید ہو کر رہ گئی ہوں اور وہ تو کب سے نیچے والے کمرے میں قید ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کب وہ قتل کر ہمیں ختم کر کے امر ہو جائے گا یا پھر میں اسے ختم کرنے میں کامیاب ہوں گی۔ میں اپنی کوشش میں ہوں اور وہ اپنی کوششیں جاری کئے ہوئے ہے۔ پتہ نہیں جیت کس کی ہو گی؟

O

طلحہ کب سے مہتاب کو ڈھونڈ رہا تھا وہاں جہاں وہ اکثر بیٹھتا ہے مگر مگر مہتاب کہیں ہوتا تو نظر آتا۔ اب صرف ایک جگہ رہ گئی تھی اور وہ تھا پارک (پارک ان کے ہوسٹل کے قریب ہی تھا) دونوں کرک سے کراچی آئے تھے، کالج پڑھنے کے لئے۔ دونوں ابھی ابھی ایف ایس سی کے فائنل ٹرم کے امتحانات دیئے تھے اور رزلٹ میں ابھی ایک مہینہ باقی تھا اس لئے دونوں فارغ تھے۔ مہتاب رزلٹ کے آنے تک واپس اپنے گاؤں جانا نہیں چاہتا تھا اس لئے طلحہ کو بھی اس کے ساتھ ہوسٹل میں ہی رکنا پڑا۔ طلحہ پارک میں آیا تو مہتاب کو کھویا کھویا کسی سوچ میں گم پا کر اس کا پارہ ہائی ہو گیا مگر ضبط کا دامن تھام کر اس کے پاس آیا۔ اوہ، تو تم یہاں بیٹھے ہو اور وہ بھی

اڑے ہوئے ہو تو ٹھیک ہے سنو۔ اے رک...... ایک منٹ۔ طلحہ نے بات کاٹی۔ میں نے چائے بنائی ہے میں وہ لے آؤں پھر ہم چائے بھی پئیں گے اور تمہاری دکھ بھری داستان بھی سنیں گے۔ طلحہ نے کہا جو مہتاب کو بری لگی اور وہ کچن سے چائے لے آیا۔ ہونہہ جیسے میرے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ جھوٹ تھا۔ مہتاب نے سوچا۔ پلیز مجھے چائے مت دینا۔ مہتاب نے کہا تو طلحہ نے اس کا کپ خالی رہنے دیا۔ As you wish۔ طلحہ نے کہا اور جمی کو چائے کا کپ پکڑایا۔ او کے اب شروع ہو جاؤ۔ جمی نے کہا تو مہتاب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نے اور طلحہ نے ایف ایس سی میں داخلہ لیا۔ ہماری کلاس میں دو لڑکیوں میں خوب دوستی تھی وہ اکٹھی آتیں اور اکٹھی واپس جاتیں۔ باقی کلاس فیلوز سے بس لئے دیئے رکھتی۔ ان میں سے ایک مجھے بڑی پیاری لگتی تھی مگر وہ ڈری ڈری سی اور سہمی سہمی سی رہتی تھی اور ہر وقت اپنی سہیلی کاوش کے ساتھ چپٹی رہتی۔ ہم ایک کلاس میں تھے مگر کبھی ان سے بات نہ ہوتی تھی۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے بدست دعا رہتا کہ کسی طرح سے اس لڑکی سے میری دوستی ہو جائے جسے میں من ہی من میں چاہنے لگا ہوں۔ ہمیں کبھی کبھار پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے جو مانگ رہے ہیں وہ ہمارے حق میں بہتر بھی ہے یا نہیں۔ اسے پانے کے بعد ہمیں سکون ملے گا بھی یا نہیں اور اسے کھونے کے بعد ...... اسے کھونے کے بعد ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ضد کر کے مانگا تھا اور مانگا بھی اس سے تھا جس نے پیدا کیا ہے جو ہرگز مایوس نہیں کرتا جو ضرور نوازتا ہے جو اپنے بندے کی ضد کو بھی رد نہیں کرتا۔ بندہ ہی اپنے حق میں برا چاہتا ہے ہر وقت جدائی کی طرف گامزن رہتا ہے۔ خیر میری دعائیں رنگ لائیں اور ایک دن وہ اور کاوش میرے پاس آئیں۔ اسے میتھس کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ اکثر میتھس کے ٹیسٹ میں فیل ہو جاتی اور فرسٹ ایئر کا امتحان جب ہم نے دیا تو اس کے میتھس کا پیپر کمپارٹ تھا۔ تب وہ بہت پریشان ہوئی تھی کہ کاوش میتھس میں بمشکل پاس ہوئی تھی جبکہ میرے میتھس میں سب سے زیادہ مارکس آئے تھے اس لئے وہ دونوں ایک روز میرے پاس آئیں اور مجھ سے فرمائش کی کہ دونوں مجھ سے چھٹی کے بعد میتھس سیکھیں گی۔ میں نے حامی بھری تب مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اور خدا کا شکر کرتے نہیں تھکتا تھا کہ اس نے میری دعا رد نہ کی تھی۔ اب ہم چھٹی میں ہر روز میتھس کی پریکٹس کرتے کاوش صرف سیکنڈ ایئر کی میتھس کی پریکٹس کرتی جبکہ وہ فرسٹ ایئر کا میتھس بھی میرے ساتھ ساتھ میں ریکور کر رہی تھی۔ کاوش بلا کی باتون تھی۔ بہت زیادہ بولتی تھی مگر وہ کم گو تھی۔

دو مہینے اسی طرح گزر گئے اور پھر...... پھر کاوش بیمار پڑ گئی تو وہ اکیلی ہی میرے ساتھ میتھس کی پریکٹس کرتی اور اس کے بعد ہم خوب باتیں کرتے میں نے پیار سے اس کا نام حور رکھ دیا تھا۔ کیونکہ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور بال لمبے لمبے خوبصورت تھے۔ ایک ہفتہ میں ہی ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے۔ میں تو اسے پہلے ہی سے پیار کرتا تھا اور میں بھی یہی محسوس کرتا تھا کہ وہ بھی میرے بغیر رہ نہ سکے گی۔ وہ اکثر مجھ سے اپنے گھر کے حالات تک ڈسکس کر لیتی کہ وہ لوگ کتنے غریب ہیں وغیرہ وغیرہ اور بدلے میں میں بھی اپنی غریبی کے قصے لئے رہتا۔ جس سے وہ بدمزہ سی ہو کر بات بدل دیتی۔ دوسرے دن کاوش آ گئی جو نہ صرف حور کی بیسٹ فیلو تھی بلکہ گلے دار بھی تھی۔ اب میتھس کے دوران اور میتھس کے بعد کاوش کا ہمارے ساتھ بیٹھنا ہمیں کھلتا تھا۔ پہلے پہل جب کاوش چلنے کو کہتی تو حور کو مجبوراً اس کے ساتھ چلنا پڑتا تا کہ اسے شک نہ ہو اور میرا دل بے چین ہو جاتا۔ وہ بھی جاتے وقت پیچھے مڑ مڑ کر مجھے دیکھتی مگر پھر اس نے رنگ رنگ کے بہانے بنانا شروع کر دیئے کاوش سے۔ کاوش میں تو ٹھیک طرح سے نہیں بھی آج کی Exercise اور پھر مجھے فرسٹ ایئر کی میتھس کی revision بھی تو کرنی ہے اس لئے تم جاؤ میں بعد میں آ جاؤں گی۔ اب کاوش اتنی بچی بھی نہ تھی کہ اس کی بات کے پیچھے چھپے مقصد کو سمجھ نہ پاتی اس لئے معنی خیز انداز

میں مسکرا کر چلی جاتی۔ یوں ماہ مزید یونہی بہار بہار گزر گئے اور میری محبت شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ اب کاوش تھیسس کی پریکٹس کرنے کے بعد فوراً چلا جاتی اور ہم دونوں بیٹھے باتیں کرتے رہے مگر ابھی تک ایک دوسرے سے پیار کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کالج کے اکثر لڑکے لڑکیاں ہمیں معنی خیز انداز سے دیکھتے مگر ہمیں کسی کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ پہلے تو کاوش جاتے ہوئے ہمیں معنی خیز انداز میں دیکھ کر جاتی تھی مگر اب تو وہ صرف حور کو عجیب سی تنبیہی انداز میں دیکھ کر چلی جاتی۔ اب وہ اداس اداس رہنے لگی تھی میں نے بارہا پوچھا مگر وہ اپنی اداسی کی وجہ گول کر جاتی اور پھر اپنے گھر اور حالات کے واقعات سنا کر مجھے ٹرخا دیتی۔ ماں باپ کے جھگڑوں کے بارے میں بتانے لگتی اور میں اسے تسلیاں دیتا۔ ایک دن ماں باپ کے جھگڑوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ رو پڑی مگر مجھے پتہ نہیں کیوں یوں لگا جیسے بات کوئی اور ہے۔ وہ چلی گئی......

ہاں وہ چلی گئی اور دوسرے دن نہ آئی۔ تیسرے دن بھی نہ آئی، چوتھے بھی نہیں آئی، ایک ہفتہ ہو گیا مگر وہ اور کاوش نہ آئیں۔ یہ ایک ہفتہ میں نے کیسے گزارا بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مجھے اس کا گھر بھی معلوم نہ تھا، میں نے کلاس کے لڑکے لڑکیوں سے بہانے بہانے سے کاوش اور حور کے گھر کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں مگر کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اگلے دن کاوش آ گئی حور اس کے ساتھ نہ تھی۔ وہ کلاس کے دوران آئی تھی اور میری بے چینی اور تجسس اپنے جوبن پر آ گئی تھی۔ پوری کلاس میں میں ڈسٹرب رہا۔ بار بار کاوش کی جانب بے چین نظروں سے دیکھتا تو وہ نظریں چرا جاتی۔ ایک سایہ سا لہرا جاتا اس کے چہرے پر میرا اس وقت بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی بھی طرح سے پروفیسر صاحب کو تو اٹھا کر باہر پھینک دوں اور کاوش سے اس کے بارے میں پوچھوں۔ اللہ اللہ کر کے کلاس ختم ہوئی تو میں کلاس سے باہر جانے لگا اور کاوش کو باہر آنے کو کہا تو وہ میرے پیچھے کلاس سے باہر آ گئی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔ کیوں تم نے نظریں کیوں چرا لیں کاوش؟ تمہاری آنکھوں میں ہزاروں سوالات ہیں میں کس کس سوال کا جواب دوں؟ صرف ایک سوال کا جواب دے دو۔ تمہارے ایک سوال کے پیچھے ہزاروں سوالات اور بھی جڑے ہوئے ہیں۔ اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ وہ کہاں ہے؟ وہ کیوں نہیں آ رہی؟ میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ اسے بھول جاؤ مہتاب کیونکہ اس کی شادی ہو گئی ہے۔ مجھ پر تو جیسے آسمانی بجلی گرا دی اور اس کے بعد وہ رکی نہ تھی بلکہ کلاس کی طرف بڑھ گئی تھی۔ رکو...... میں نے بھری ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ کر آواز دی تو وہ رک گئی۔ اس کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھی۔ صرف اتنا تو بتا دو کاوش کہ کیا اسے مجھ سے محبت تھی یا نہیں۔ شادی اس نے یقیناً مجبوری میں کی ہو گی مگر محبت تو مجبوری کی محتاج نہیں ہوتی۔ تمہاری سہیلی تھی وہ تمہیں تو بتایا ہو گا اس نے۔ میں نے شکستہ لہجے میں کہا تو وہ میرے قریب آ کر میرے سامنے کھڑے ہو کر میری آنکھوں میں براہ راست آنکھیں ڈال کر بولی۔ نہیں...... سخت لہجے میں کہا۔ وہ تم سے محبت نہیں کرتی۔ اسے تم سے بھلا مخلص مل چکا ہے اور اسے تم سے محبت کیوں ہونے لگی تمہارے پاس ہے ہی کیا۔ مجھے خود اس نے بتایا تھا کہ مہتاب پہلے ہی سے غریبی کی چکی میں پس رہا ہے میں اس سے محبت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی میں تو ایسے شخص سے شادی کروں گی جو مجھے اپنے محل کی شہزادی بنا کر رکھے۔ مہتاب کے ساتھ شادی کرنے کا مطلب ہے کہ ایک غریبی کی چکی سے نکل کر دوسری غریبی کی چکی میں چلی جاؤں پسنے کے لئے۔ کاوش نے مضبوط لہجے میں کہا اور آخری بات وہ تمہیں صرف اپنا دوست سمجھتی تھی اور بس۔ مزید سخت لہجہ اپنا کر کاوش نے کہا (یا پھر شاید اس نے خود کو سخت کیا ہوا تھا اور مضبوط ہونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی) اب وہ اپنے آنسو پونچھ کر کلاس کی طرف بڑھ گئی جبکہ میں اپنے ٹوٹے ہوئے دل کی کرچیاں سمیٹ کر ہوسٹل کی طرف آ رہا۔ اوہ تو تم لالچی نکلی۔ مجھ سے صرف دوستی تھی اور شادی کسی اور سے کر لی۔ لالچ میں آ کر تم نے اپنی

تعلیم بھی ادھوری چھوڑ دی۔ تو پھر میرے پاس کیوں بیٹھتی تھی، مجھے کیوں برباد کیا...... کیوں...... ٹھیک ہے کہ تم نے مجھ سے اظہار محبت نہ کی تھی نہ ہی کوئی وعدہ کیا تھا مگر ضروری تو نہیں محبت کا اظہار منہ سے ہی کیا جائے کیا محبت کا اظہار انداز سے نہیں لگایا جا سکتا اور اس کے تو انگ انگ سے میرے لئے محبت پھوٹتی تھی۔ ہر انداز میں میرے لئے محبت تھی لیکن اس کی شادی ...... وہ بھی اچانک...... وہ لالچی تھی یا...... میرا دماغ ماؤف ہونے لگا ان دنوں میں عجیب سے اپنے کا اشکار تھا۔ اسے مجھ سے محبت تھی یا نہیں بس یہی باتیں لئے رہتا۔ ایک ہفتے تک میری طبیعت خراب تھی اور میں نے کالج کا منہ تک نہ دیکھا تھا ان دنوں طلحہ نے مجھے بہت سنبھالا۔ میرا بہت ساتھ دیا۔ مجھے زندگی کی طرف لوٹایا۔ تب کہیں جا کر میں امتحان دینے کے لائق ہوا۔ بڑی مشکل سے امتحان دیا مگر اب بھی بے سکونی گئی نہیں ہے میری۔ اس سے بچھڑے چار مہینے ہو گئے ہیں مگر میرے دل کی ویرانی ابھی تک قائم ہے۔ میں کیا کروں ان سب واقعات کو ایک خوفناک خواب سمجھ کر بھلا بھی تو نہیں سکتا۔ مہتاب نے کہا اور خاموشی سے اب آنسو بہانے لگا۔ جبکہ طلحہ اور جمی بھی افسردہ ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے لئے سب خاموش رہے افسردگی کے بادلوں تلے۔ لیکن مہتاب! جمی نے خاموشی کو توڑ کر کہا۔ تم نے اپنی ساری سٹوری سنا دی مگر یہ نہیں بتایا کہ حور کا اصل نام کیا تھا؟ ہاں...... سوری میں تو بتانا ہی بھول گیا۔ اس کا اصل نام لائبہ ہے حور تو میں اسے پیار سے کہتا تھا۔ اوہ لائبہ۔ جمی نے زیر لب کہا۔ تمہارے پاس اس کی کوئی picture تو ہو گی ہی مجھے دکھاؤ گے نہیں۔ جمی نے تصویر کی فرمائش کی تو مہتاب اٹھ کر اپنی کتابوں میں لائبہ کی تصویر ڈھونڈنے لگا اور ایک کتاب سے نکلی تو وہ جمی کو دکھائی۔ یہ لائبہ ہے۔ جمی کو تصویر دیتے ہوئے مہتاب نے کہا تو جمی اسے بڑے انہماک سے دیکھنے لگا۔ واؤ یہ تو so beautiful ہے۔ very nice تمہاری چوائس تو لاجواب ہے۔ جمی نے لائبہ کی تصویر کو دیکھ کر مہتاب کو سراہا۔ نظر نہ لگا دینا میری لائبہ کو۔ مہتاب نے کہا۔ نظر نہیں وہ تو ڈورے ڈال رہا ہے تیری لائبہ پہ۔ طلحہ نے کہا تو سب قہقہہ مارے بغیر نہ رہ سکے اداسی کے بادل کی حد تک چھٹ چکے تھے۔

O

زبیدہ ...... زبیدہ۔ لائبہ نے اپنی نوکرانی کو آوازیں دیں۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ اخبار میں سے عامل بابا کا پتہ ایک بار پھر پڑھ رہی تھی۔ زبیدہ جھاڑن ہاتھ میں لئے اس کے پاس آئی۔ جی بیگم صاحبہ کیا بات ہے؟ زبیدہ نے جھاڑن والا ہاتھ لہرا کر کہا۔ زاہد کہاں ہے؟ کیا وہ آفس چلا گیا ہے؟ بی بی جی صاحب جی تو صبح سویرے ہی آفس کے کام سے دوسرے شہر چلے گئے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ جب آپ جاگ جائیں تو میں آپ کو بتا دوں کہ صاحب کا بڑا ضروری کام تھا۔ فی الحال اسے جگانا مناسب نہیں۔ زبیدہ نے کہا تو لائبہ کا غصہ حدود پار کرنے لگا۔ کیا وہ کام کے سلسلے میں دوسرے شہر چلا گیا اور مجھے بتایا تک نہیں۔ میں سو رہی تھی کوئی مر تو نہیں گئی تھی کہ اس نے مجھے جگانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ خیر تم یہ بتاؤ فرخندہ (دوسری نوکرانی) کیا کر رہی ہے؟ غصے پر ضبط کر کے دوسری نوکرانی کے بارے میں پوچھا۔ جی وہ تو جی سبزی وغیرہ کاٹ رہی ہے کچن میں۔ ٹھیک ہے تم ڈرائیور سے کہو کہ گاڑی نکالے لیکن ڈرائیو میں خود کروں گی وہ میرے ساتھ نہیں جائے گا اور ہاں میرے جاتے ہی کام وغیرہ اچھی طرح سے کر لینا۔ فرخندہ کے ساتھ باتوں میں مت لگ جانا۔ لائبہ نے زبیدہ کو جھاڑا تو وہ جی بی بی جی کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ کیا سمجھتے ہو تم زاہد کہ تم مجھے عامل کے پاس لے کر نہیں جاؤں گی تو میں جا نہ سکوں گی۔ میں اپنا مسئلہ خود حل کروں گی ویسے بھی تمہیں میری فکر ہے ہی کہاں۔ اس بار ایک نیا ڈرامہ رچا گئے مگر میں بھی عامل بابا کے پاس جا کر دم لوں گی۔ میں اپنا کام تمہاری غفلت کی وجہ سے ڈھیلے نہیں کر سکتی۔ تم میرے لئے ایک دن کی چھٹی نہ کر سکے اور میں ...... میں بھی تم سے پوچھے بغیر آج پہلی بار گھر سے باہر قدم نکالوں گی چاہے تمہیں کتنا ہی برا کیوں نہ لگے وہ اپنے ساتھ بڑائی

ہوئی اپنے کمرے میں آئی انتہائی غصے سے اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ اپنا پرس اٹھا کر وہ گاڑی لے کر نکل پڑی۔

تمہارے مسئلے کا حل ہے مگر تمہیں اس کے لئے انتظار کرنا ہوگا۔ عامل بابا نے لائبہ کا پورا مسئلہ سننے کے بعد کہا اور کتنا انتظار عامل بابا؟ لائبہ پریشان ہوگئی۔ ایک جمعرات اور، تم ایک جمعرات مزید صبر کر لو اور دیکھو کہ تم جو بھیانک خواب دیکھتی ہو یہ محض خواب ہی ہے یا تمہیں اس کی تعبیر بھی مل سکتی ہے۔ بابا نے کہا تو لائبہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ کک...... کیا مطلب عامل بابا تعبیر ...... اس بھیانک خواب کی مجھے کوئی تعبیر بھی ملے گی۔ اس نے جھرجھری لی۔ ہاں بیٹا ہر خواب کی کوئی نہ کوئی تعبیر ضرور ہوتی ہے اور تمہارے خواب کی بھی تمہیں تعبیر مل کر رہے گی۔ تم چونکہ ہر جمعرات کی رات کو خواب دیکھتی ہو تو تمہیں تعبیر بھی جمعرات کی رات کو ہی ملے گی۔ ہو سکتا ہے تم اگلی جمعرات کو خواب کے بجائے تعبیر ہی دیکھ لو اور اگر اگلی جمعرات کو ایسا نہ ہوا تو پھر اس سے اگلی جمعرات کو تمہیں اپنے خواب کی تعبیر ملنا اٹل بات ہے۔ عامل بابا نے اگلی جمعرات کی بات کر کے لائبہ کے خوف کو دوبالا کر دیا۔ تو ...... تو عامل بابا میں کیا کروں اگلی جمعرات کو آپ کے پاس یہاں آ جاؤں؟ اس نے فرمائش کی۔ نہیں تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں، تم جمعے کے دن آ جانا مجھے اپنی آپ بیتی سنانا۔ پھر میں تمہیں تمہارے مسئلے کا حل بتاؤں گا۔ بابا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ابھی سے خوف میں مبتلا ہوگئی ہوں۔ میں کیا کروں؟ لائبہ نے روہانسی ہو کر کہا۔ تمہیں ڈرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں خود پر قابو پاؤ اور اللہ کی ذات پر کامل ایمان رکھو۔ اچھا بابا کوئی تعویذ ہی دے دیں۔ تمہیں تعویذ کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ عامل بابا نے کہا تو لائبہ کو غصہ آ گیا جسے وہ چھپا بھی نہ سکی۔ تمہیں غصہ ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی مجھ پر شک کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ میں تمہیں تعویذ اس لئے نہیں دے رہا کہ تعویذ کے اثر سے ڈراؤنے خواب رک جائیں گے جب تک تم چاہو خواب رکے رہیں گے مگر خدانخواستہ کسی دن تم تعویذ اتار کر کہیں بھول گئی تو پھر تمہیں اپنے خواب کی جو تعبیر ملے گی وہ انتہائی بھیانک ہوگی۔ اس میں تمہاری جان بھی جا سکتی ہے اور ایسا اس لئے ہوگا کیونکہ تمہیں تعبیر بہت دیر سے ملے گی اس لئے تو بہتر یہی ہے کہ تعبیر ابھی سے پالو جو تمہیں ہر حال میں پانی ہے۔ عامل بابا نے رسان سے سمجھایا تو لائبہ ڈر کے مارے رو پڑی۔ عامل بابا نے اسے تسلیاں دیں۔ لائبہ نے ان سے مزید کچھ پوچھ کچھ کیا اور پھر چلنے کی تیاری کی۔ اچھا بابا اب میں جاؤں۔ لائبہ نے پوچھا۔ (تمہیں جانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں) لائبہ نے شرارت سے سوچا۔ ہاں بیٹا مغرب کی اذانوں کا وقت ہو گیا ہے تمہیں اب جانا چاہئے کیونکہ مجھے بھی مسجد جانا ہے۔ عامل بابا کے برعکس جواب پر لائبہ خجل سی ہو کر وہاں سے نکل پڑی۔ وہ بڑی تیزی سے (اپنی کار میں) اپنے گھر کی طرف رواں دواں تھی۔ عامل بابا کی ایک ایک بات اس کے ذہن میں گھوم رہی تھی جس سے وہ جھینپ جاتی۔ وہ قدرے بے دھیانی سے گاڑی چلا رہی تھی اس لئے اسے خبر بھی نہ ہو سکی کہ اس کی گاڑی کے سامنے کوئی آیا ہے۔ بس ایک شبیہ سی اسے سڑک پر دکھائی دی تھی جسے دیکھ کر اس نے فوراً بریک لگا دی تھی مگر دیر ہو چکی تھی۔ گاڑی رکتے رکتے سامنے آئے ہوئے بندے کو بھی ٹکر مار گئی۔ جو بے دردی سے زمین پر گر پڑا۔ لائبہ نے مارے حیرت و خوف کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

O

کیا...... یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ مہتاب پریشانی سے طلحہ پر پھٹ پڑا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مہتاب! میں نے تو سڑک پار کر لی تھی اور شاپنگ مال میں بھی گھس گیا تھا مگر جب جمی کو اپنے ساتھ نہ پایا تو شیشے کے دروازے سے باہر دیکھا تو میں تو حیرت کا بت بنا دیکھتا رہ گیا اسے کوئی گاڑی ٹکر مار چکی تھی جس سے ایک لڑکی نکلی اس نے جمی کو گھسیٹ کر گاڑی میں ڈال دیا۔ میں پریشانی کے عالم میں ان کی طرف بھاگا اور روڈ کراس کرنا چاہی تو ایک تیز رفتار گاڑی کی زد میں آنے سے بچا اس لئے فوراً پیچھے ہو گیا انہیں آواز بھی دی تو اس وقت جب ایک منحوس گاڑی

نے ہارن دی اور میری آواز اس منحوس ہارن میں دب کر رہ گئی اور تب تک وہ لڑکی جمی کو لے جا چکی تھی۔ میں نے ان کا پیچھا کرنے کے لئے ٹیکسی پکڑنا چاہی مگر بروقت وہ بھی نہ ملی اور میں واپس آ گیا تمہارے پاس یہ ضروری سامان لے کر۔ طلحہ نے وضاحت سے تفصیل بتائی۔

ارے مارو گولی اس ضروری سامان کو بے وقوف تمہیں پھر بھی ان کا پیچھا تو کرنا چاہیے تھا ناں۔ حد ہوتی ہے لاابالی پن کی بھی۔ تمہیں جمی کی ذرا فکر نہیں اب ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ جمی کس حال میں ہے ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔ تم تو شاپنگ کر کے آ گئے یہاں حالانکہ تمہیں اس وقت جمی کے پاس ہونا چاہیے تھا۔ مہتاب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنا غصہ کس طرح طلحہ پر اتارے۔ ارے وہ خیریت سے ہی ہوگا (طلحہ نے شاپرز لہرا کر مہتاب کے سامنے کیے تو اس نے چھین کر بیڈ پر پھینک دیے) اسے کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ طلحہ نے بے فکری سے کہا۔ کیا مطلب؟ کیا ٹکر مارنے والی لڑکی کوئی نرس تھی کیا جو زخم بھی دے دے اور مرہم بھی رکھ دے۔ مہتاب نے طنز کا تیر چلایا۔ نرس تو نہ تھی ہاں البتہ وہ لڑکی لائبہ ضرور تھی۔ طلحہ نے معنی خیز انداز میں اس طریقے سے کہا کہ پہلے تو مہتاب سمجھ نہ سکا لیکن سمجھ جانے پر اسے حیرت کا جھٹکا لگا اس کا منہ مارے حیرت کے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ کیا ......لائبہ......!

O

اسے گھر لانے کے بعد لائبہ اس کا چیک اپ اپنے خاندانی ڈاکٹر سے کرا چکی تھی جس کا کہنا تھا کہ اسے بظاہر کوئی چوٹ نہیں آئی۔ ہڈیاں بھی سلامت ہیں بس یہ ڈر سے بے ہوش ہوا ہے۔ یہ تو اچھا ہے کہ آپ نے بروقت بریک لگا دی ورنہ دوسری صورت میں ہڈیوں کا سرمہ بھی بن سکتا تھا۔ بہرحال یہ تھوڑی دیر بعد یہ ہوش میں آ جائے گا۔ میں نے آرام کا انجکشن لگا دیا ہے آرام کرنے سے اس کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔ ڈاکٹر کے کہنے کے بعد لائبہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر چلا گیا تھا۔ جمی اس وقت گیسٹ روم میں صوفے پر پڑا ہوا تھا اسے لائبہ اور ڈرائیور مل کر یہاں لائی تھی اس وقت گھر میں کوئی اور نوکر نہ تھا۔ ابھی تک ہوش میں کیوں نہیں آیا یہ؟ لائبہ نے فرنچ کٹ کیے ہوئے انگریزی ٹائپ لڑکے کو دیکھ کر سوچا۔ پتہ نہیں کون ہو سکتا ہے یہ؟ دیکھنے میں تو کوئی انگریز لگتا ہے اور پتہ نہیں اس وقت یہ اندھا تھا یا میں اندھی ہو گئی تھی کہ یہ میری گاڑی کے سامنے آ گیا اور میں اسے دیکھ نہ سکی اور اسے کیا ہو گیا تھا اسے میری گاڑی نظر نہ آئی تھی اور۔ اسی طرح کئی سوچوں میں گھری تھی لائبہ کہ جمی کو ہوش آنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہا تھا۔ اس کی نظر سامنے کھڑی لڑکی پر پڑی جو اسے پہلے تو دھندلی دھندلی دکھائی دی پھر واضح ہو گئی۔ لائبہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی جبکہ جمی اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر خود کو اجنبی مقام پر دیکھا کر وہ حیرت زدہ تھا۔ میں کہاں ہوں؟ اس نے لائبہ سے پوچھا تو لائبہ یکدم سمجھ گئی کہ یہ لڑکا پاکستان میں تو نہ رہا ہوگا اگرچہ باتوں کے ڈھنگ سے پاکستانی لگ رہا تھا یا پھر اس کے انداز ہی ایسے تھے۔ آپ میرے گھر پر ہیں دراصل آپ اچانک میری کار کے سامنے آ گئے تھے یہ اچھا تھا کہ میں نے بروقت بریک لگا دی مگر پھر بھی آپ گاڑی کی زد میں آ گئے۔ مگر آپ فکر مت کریں اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ لائبہ نے اس کی green کلر کی آنکھوں میں جھانک کر کہا جو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا اسے واقعی سب کچھ یاد آ گیا اور اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ جب وہ سڑک پار کر رہا تھا تو لائبہ کو ہی سوچ رہا تھا۔ سڑک پار کرتے وقت اس کے ذہن میں یہی تھا کہ کاش کسی روز لائبہ اور اس کا سامنا ہو جائے تو اس سے ایک بار پوچھے گا ضرور کہ تم نے اس کے کزن کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اور یہی شاید قبولیت کی گھڑی تھی کہ وہ لائبہ کی سوچوں میں گم لائبہ ہی کی گاڑی کو دیکھ نہ سکا اور گاڑی نے اسے ٹکر مار دی اور اب وہ لائبہ کے گھر میں ہی موجود ہے (شاید اس سوال کے لئے جو اس کے ذہن میں کوندا تھا) وہ لائبہ کو پہچان گیا تھا کیونکہ مہتاب نے اسے لائبہ کی تصویر جو دکھائی تھی۔ اس کے ذہن میں جھماکے ہو رہے تھے۔ اس

کا دل شدت سے چاہا کہ لائبہ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دے مگر وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا۔ آپ لائبہ ہو؟ پہلے جمی لائبہ کو دیکھ کر حیران ہوا تھا مگر اب حیران ہونے کی باری لائبہ کی تھی۔ جی ...... ج ...... جی میں لائبہ ہوں مگر آپ مجھے کیسے جانتے ہیں، آپ کون ہیں؟ میں تو آپ سے پہلی بار مل رہی ہوں؟ لائبہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ I know کہ آپ ہم کو نہیں جانتی مگر ہم آپ کو جانتے ہیں۔ actully میرا نام جمی ہے اور میں امریکہ سے آیا ہوں اپنے کزن کے پاس رہ رہا ہوں، جس نے مجھے آپ کی پکچر دکھائی تھی۔ جمی کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لائبہ سے کس انداز میں بات کرے کیا پوچھے اور کیسے پوچھے کیونکہ لائبہ سے پہلی ملاقات تھی اور وہ ایسے حالات میں کہ...... جمی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کون ہے آپ کا دوست، جس کے پاس میری تصویر ہے؟ لائبہ مشتعل ہو گئی۔ don't worry پلیز آپ غصہ مت کریں آپ کی picture جس کے پاس ہے he is non of other وہ میرا کزن مہتاب ہے۔ جمی کے منہ سے مہتاب کا نام سن کر لائبہ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ اس نے انکھیوں سے جمی کو دیکھا۔ لائبہ آپ نے میرے کزن کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کیا وہ بہت برا تھا۔ دل کی بات یا پھر دل کی خواہش وہ زبان پر لے ہی آیا۔ لائبہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا تھا۔ میں ...... میں آپ کے لئے ہلدی ملا گرم دودھ لاتی ہوں۔ آپ پلیز زیادہ باتیں مت کریں آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی۔ لائبہ نے آنکھیں پھیر کر کہا اور فوراً کچن میں چلی آئی۔ دودھ گرم کرنے دودھ گرم کرنے کے دوران وہ کسی گہری سوچ میں بھی گم تھی۔ دودھ گرم کر کے وہ گیسٹ روم میں آئی مگر یہ کیا جمی تو اٹھ چکا تھا صوفے سے اور سیڑھیوں کی طرف چل رہا تھا (جیسے کسی نے اس پر سحر کر دیا ہو) ارے آپ کہاں جا رہے ہیں جمی۔ دیکھیں آپ بیٹھ جائیں آپ کو ڈاکٹر نے فی الحال آرام کرنے کو کہا ہے۔ لائبہ نے کہا مگر وہ بدستور چلتا گیا پھر مڑ کر لائبہ کی جانب دیکھا تو لائبہ کانپ کر رہ گئی کیونکہ جمی

کی سبز آنکھیں اب لال سرخ ہو رہی تھیں اور اس کا پورا وجود چہرے سمیت وحشت میں ڈوبا ہوا تھا۔ لائبہ کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ کانپنے لگی۔ اس کے بعد جمی سیڑھیاں اترنے لگا۔ جمی کہاں جا رہے ہو۔ مگر لائبہ کی آواز پر اس مرتبہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ ایسے انداز میں جیسے کوئی روبوٹ ہو اور ریموٹ کنٹرول سے چل رہا ہو (مگر ریموٹ کس کے ہاتھ میں تھا وہ نظر نہیں آ رہا تھا) وہ سیڑھیاں اتر چکا تھا بس اب راہداری میں گزر کر سٹور روم کی طرف جانے لگا تھا (جسے لائبہ نے کبھی نہ کھولا تھا یہاں آ کر لائبہ کو بے حد خوف محسوس ہوتا تھا) لائبہ بھی عجلت میں سیڑھیاں اترنے لگی۔ جمی ...... جمی تم وہاں کہاں جا رہے ہو؟ اسے کچھ نہیں آ رہی تھی کہ جمی کو کس طرح سے روکے جمی نے سٹور روم کا دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا لائبہ سیڑھیوں پر رک گئی دودھ کا گلاس اب بھی اس کے ہاتھ میں وہ بے حد پریشان تھی کہ اچانک اس کی سماعت سے جمی کی آواز ٹکرائی۔ Help ...... help me please ..... save me plase save me. جمی کیا ہوا تمہیں؟ لائبہ کے دل کو جیسے گھونسا لگا وہ دل تھام کر رہ گئی۔ اسے جمی کی آواز دھیمی مگر صاف سنائی دے رہی تھی (جیسے کسی کنویں سے اس کی آواز آ رہی ہو) اب لائبہ پاگلوں کی طرح سیڑھیاں اترنے لگی کہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ سیڑھیوں پر پھسلتی چلی گئی، دودھ کا گلاس بھی کرچی کرچی ہو چکا تھا۔ اچانک لائبہ کا سر نوکیلی سیڑھی سے ٹکرایا اور پھر وہ زمین بوس ہو گئی۔ وہ زمین پر اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی اس کا دماغ آہستہ آہستہ تاریکیوں کی طرف گامزن تھا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے جمی کی آخری کرب میں ڈوبی دونوں چیخیں سنی تھیں۔ No...ooo جو اسے کسی گہرے کنویں سے آتی محسوس ہوئی تھی اس کے بعد لائبہ کو اپنا آپ بھی کسی گہرے کنویں میں گرتا ہوا محسوس ہوا تھا اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

===O===

ہاں کاوش! پلیز تم لائبہ سے جمی کا پتہ کر کے ہمیں

انفارم کر دینا کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں...... ارے کہا ناں کہ وہ میرا کزن ہے...... اچھا تم مجھے اس کے گھر کا ایڈریس دے دو میں طلحہ کو بھیج دوں گا...... کیا؟ اس نے منع کیا تھا...... چلو ٹھیک ہے پھر میں انتظار کر لیتا ہوں...... خدا حافظ۔ کاوش سے باتیں کرنے کے بعد مہتاب نے فون رکھ دیا۔ طلحہ بھی ساری باتیں سمجھ چکا تھا اس لئے کچھ نہ پوچھا خاموش ہی رہا۔

O

جب لائبہ کو ہوش آیا تو وہ اپنے کمرے میں اپنے بیڈ پر موجود تھی۔ اسے اپنے سر میں درد محسوس ہو رہا تھا اور جسم میں انتہائی نقاہت۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو فرخندہ اور زبیدہ اس کے سامنے موجود تھیں جن کا دھیان لائبہ کی طرف نہ تھا بلکہ اپنی باتوں میں مگن تھیں۔ ہاں، میں تو کہتی ہوں تم بھی اپنے بیٹے کو اس گھٹیا سکول سے اٹھالو میں بھی اپنے بچوں کو اٹھا رہی ہوں دن بہ دن نالائق ہوتے جا رہے ہیں جیسے ہی سکول سے آتے ہیں گلی محلے کے گندے گندے بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہوم ورک کے بارے میں پوچھوں تو آگے سے جواب دیتے ہیں اماں دیا ہی نہیں۔ میں نے بھی سکول کے پرنسپل سے بات کر لی ہے انہیں اٹھوانے کی مگر وہ سرٹیفکیٹ دینے پر راضی ہی نہیں ہو رہا۔ بہانے بنائے جا رہا ہے سوچا ہے بچوں کے ابا سے اس بارے میں موبائل پر بات کر لوں کہ چھٹی لے کر آ جائیں اور یہ بچوں کے سکول کا مسئلہ خود حل کرے میں تو نہیں نکلوا سکتی سکول کے اس کھڑوس پرنسپل سے سرٹیفکیٹ وہی نکلوائیں گے۔ فرخندہ کی لمبی بات اب جا کے ختم ہوئی تھی۔ ہاں باجی فرخندہ میرا بھی یہی خیال ہے کیونکہ میرے بچے بھی اپنے سکول سے آ کر آوارہ گردیاں ہی کرتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک آگے پڑھنا چاہتا ہے کہتا ہے۔ اماں سکول کے بعد کالج اور پھر یونیورسٹی جاؤں گا۔ باقی دو کا دھیان پڑھائی میں بالکل نہیں ہوتا۔ میں تو سوچتی ہوں ان دونوں کو گیراج میں ڈال دیتی ہوں اور رہی سکول سے سرٹیفکیٹ لانے کی بات تو وہ تو میں خود لے آؤں گی۔ کیوں نہیں دیں گے میں بال نوچ لوں گی سکول کے پرنسپل کے اور آنکھوں میں انگلیاں...... س ن...... اچانک اس کی نظر لائبہ پر پڑی تھی اس لئے بات منہ میں ہی رہ گئی۔ ارے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے بی بی جی آپ ہوش میں آ گئیں۔ زبیدہ نے کہا اور فرخندہ نے بھی شکر ادا کیا لیکن لائبہ کو ابھی تک یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ بے ہوش کیسے اور کیوں ہوئی تھی۔ چلو باجی فرخندہ بی بی جی کے لئے دودھ گرم کر کے لاتے ہیں۔ زبیدہ نے فرخندہ سے کہا اور دودھ کا لفظ سن کر لائبہ کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کا سارا واقعہ ریوائنڈ ہو گیا اور جب وہ جمی کے لئے بے حد پریشان ہو گئی اور سخت اچنبے کا شکار ہو گئی۔ رکو...... اس نے کمرے سے نکلتی ہوئی فرخندہ اور زبیدہ کو پکارا تو دونوں رک گئیں اور سوالیہ نظروں سے لائبہ کو دیکھنے لگیں۔ اب لائبہ کس سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان سے کیا کہے جمی کے بارے میں اگر لائبہ ان سے ایک سوال کرتی تو وہ سو سوالات لے کر کھڑی ہو جاتیں اور ویسے بھی جس وقت لائبہ جمی کو بے ہوش حالت میں اپنے گھر لائی تھی اس وقت یہ دونوں نوکرانیاں اپنے گھروں کو جا چکی تھیں۔ جی بی بی جی؟ زبیدہ وہ رہ نہ سکی تھی کیونکہ لائبہ انہیں روک کر کسی سوچ میں جو گم ہو گئی تھی۔ ہاں...... وہ ٹائم کیا ہو رہا ہے؟ لائبہ نے چونک کر پوچھا۔ عجلت میں یہی فقرہ بنا پائی تھی وہ (کچھ دماغ بھی ٹھیک طرح سے کام نہیں کر پا رہا تھا)۔ وہ بی بی جی اس وقت تو مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت ہو رہا ہے اور گھڑی کی مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیا ٹائم ہو رہا ہے۔ زبیدہ بولی۔ آپ کو پتہ ہے ابھی آپ کو دو دن بعد ہوش آیا ہے۔ آپ کے سر میں گہری چوٹ آئی تھی اور نہ جانے وہ کیا کچھ کہتی چلی گئی۔ لائبہ کے تو فرخندہ کے پہلے جملے سے ہی جیسے ہوش اڑ گئے۔ اس کی حیرانی و پریشانی ایک دم دگنی ہو گئی۔ مارے بے چینی کے اس نے اٹھنا چاہا مگر سر میں ٹیس سی اٹھی اور نقاہت کی وجہ سے بھی اٹھ نہ پائی۔ بے بسی سے دوبارہ اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ یہ کیا کہہ دیا اس نے۔ اب جمی کس حال میں ہوگا۔ لائبہ

نے روہانسی ہو کر پوچھا اور جمی کے لئے بے چینی بڑھ گئی۔ نہ...... نہ بی بی جی آپ اٹھئے مت ڈاکٹر نے منع کیا ہے آپ نے بس مکمل آرام کرنا ہے ہم ابھی آپ کے لئے ہلدی والا دودھ لاتے ہیں جسے پینے سے آپ میں انرجی آ جائے گی پھر آپ آسانی سے اٹھ سکیں گی۔ ٹھیک ہے بی بی اب ہم جائیں کچن میں؟ میں دودھ گرم کروں گی اور یہ کھانا گرم کرے گی۔ فرخندہ نے زبیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ہاں ٹھیک ہے مگر یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے ان دو دنوں میں گھر کی صفائی کے دوران سٹور روم کی صفائی کی یا نہیں؟ لائبہ کے استفسار پر فرخندہ اور زبیدہ دنگ رہ گئیں کیونکہ لائبہ نے تو کبھی بھی سٹور کی صفائی کے لئے ان دونوں سے نہ کہا تھا وہ تو خود بھی کبھی سٹور روم کی طرف نہیں گئی تھی کیونکہ لائبہ کو سٹور سے بے حد خوف آتا تھا اور وہ نوکروں کو بھی وہاں جانے سے منع کرتی تھی مگر آج ...... آج اس نے ایسا سوال کیوں کیا؟ دونوں نوکرانیاں حیرت کا شکار تھیں۔ نہیں بی بی جی ہم تو سٹور کی طرف گئیں ہی نہیں۔ زبیدہ نے کہا۔ اچھا مجھے دودھ دینے کے بعد سٹور کی صفائی کر کے چلی جانا تم دونوں۔ لائبہ کی بات دونوں نوکرانیوں کو بری لگی تھی کیونکہ دونوں اس ٹائم تو گھر میں ہی ہوتی ہیں مگر آج لائبہ کی وجہ سے رکنا پڑا تھا اور اب یہ سٹور کی صفائی...... ٹھیک ہے بی بی جی مگر آپ تو خود ہمیں...... (کچھ سوچ کر خاموش ہو گئی) ٹھیک ہے بی بی جی جیسے آپ کی مرضی۔ زبیدہ اور دونوں کمرے سے باہر نکل گئیں۔ لائبہ نے سٹور صاف کروانے کا محض بہانہ بنایا تھا اصل بات تو جمی کی تھی جس کے لئے لائبہ بے حد پریشان تھی۔ کیا وہ اب بھی سٹور میں ہوگا۔ وہ زندہ ہوگا یا خدانخواستہ...... اس سے آگے لائبہ سوچ نہ سکی۔ فرخندہ دودھ گرم کرنے میں مصروف تھی جبکہ زبیدہ کھانا گرم کر رہی تھی اور ساتھ میں دونوں کی گفتگو بھی زور و شور سے شروع تھی ابھی تک دونوں سٹور کی صفائی پر بحث کر رہی تھیں مگر اب باتوں کا رخ بدل گیا تھا اور اب ان کی نہ ختم ہونے والی بحث شروع تھی (اس لئے لائبہ دونوں کو اکٹھا ہونے نہیں دیتی تھی مگر آج جو موقع ہاتھ آیا

تھا اسے بھلا کیسے ہاتھ سے جانے دیتیں) آئے ہائے کیا ہو گیا ہے تمہیں...... مجھے تو تم بالکل مینٹل دکھائی دے رہی ہو زبیدہ۔ اپنے بچوں کو سکول سے اٹھوا رہی ہو۔ شوہر کو نوکری سے نکلوانے کا سوچ رہی ہو اس لئے کہ تنخواہ کم ہے اور مجھے بھی یہی مشورہ دے رہی ہو کہ ہمیں بھی یہ چاکری چھوڑ دینی چاہئے۔ نہ...... اگر ہم نے یہ چاکری چھوڑ دی تو پھر ہم کیا کریں گے کیا ماڈل بننے کا ارادہ ہے؟ فرخندہ نے زبیدہ کی اوٹ پٹانگ باتوں سے تنگ آ کر اسے جھاڑا۔ ہاں باجی فرخندہ دیکھ لینا فیشن میں آ کر ہم دونوں کیسا تہلکہ مچا دیں گے۔ زبیدہ نے ہنس کر کہا۔ ہاں لوگ بھی کہیں گے کہ فیشن میں دو بھینسیں آ گئی ہیں۔ فرخندہ نے کہا تو دونوں نے دبی دبی آواز میں قہقہہ لگایا۔ لائبہ کو دودھ دینے کے بعد دونوں سٹور روم کی طرف گئیں تاکہ اس کی صفائی کر دیں۔ لائبہ ابھی تک جمی کی طرف سے پریشان تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اس کے ساتھ۔ وہ خود بھی اٹھ کر سٹور کی طرف جانا چاہتی تھی اور سوچ سوچ کر تو اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی فرخندہ اور زبیدہ پریشانی کے عالم میں آ گئیں۔ بی بی جی ہم نے بہت کوشش کی سٹور کا دروازہ کھولنے کی پر چابی استعمال کی مگر سٹور کا دروازہ کسی صورت کھل نہیں رہا۔ زبیدہ نے تاویل پیش کی۔ لائبہ کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ سٹور کا دروازہ لاک ہی کب تھا جمی نے اس کے سامنے ہی تو کھولا تھا۔ اچھا...... اچھا تم دونوں یوں کرو کہ کرم دین بابا اور ذاکر کو تو بلاؤ۔ لائبہ نے پریشانی چھپا کر کہا۔ بی بی جی ذاکر کی بیوی بیمار تھی اس لئے وہ گاؤں چلا گیا تھا کل ہی گیا ہے اور آج اس نے اپنے بیٹے کو بھیجا ہے چوکیداری کرنے کے لئے اور کرم دین بابا کی آج طبیعت خراب تھی ان کے گردے میں درد تھا اس لئے انہیں بھی مجبوراً جانا ہی پڑا۔ دونوں نے ہمیں کہا تھا کہ بی بی جی سے ہماری طرف سے معذرت کر لینا کیونکہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ مجبور تھے۔ فرخندہ نے کہا تو لائبہ مزید الجھ کر رہ گئی۔ اچھا تم دونوں یہ بتاؤ کہ تم نے سٹور سے کسی قسم کی آواز تو

نہیں سنی یا کسی کو سٹور سے نکلتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟ پریشانی کے عالم میں لائبہ کے منہ سے یکدم نکل گیا جس سے وہ خود بھی نادم ہوگئی۔ نہیں۔ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ بی بی جی سٹور لاک تھا تو بھلا اس میں کوئی جا کیسے سکتا تھا۔ باہر نکلنا تو پھر دور کی بات ہے زبیدہ نے کہا۔ سٹور لاک نہیں تھا لائبہ کے منہ سے غصے کے عالم میں نکلا تو زبیدہ اور فرخندہ نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا اور پھر لائبہ کو یوں دیکھنے لگی جیسے اس کی ذہنی حالت پر انہیں شبہ گزر رہا ہو۔ مگر بی بی ہوا کیا ہے؟ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ فرخندہ کو تشویش لاحق ہوئی۔ اوہو باجی فرخندہ کوئی بات نہیں ہوئی ہوگی۔ اصل بات یہ ہے کہ بی بی جی کی طبیعت ابھی تک مکمل نہیں ہے اور ان کی دواؤں کا وقت بھی ہو گیا ہے میرے خیال میں ہمیں بی بی جی کے لئے کھانا لانا چاہئے تاکہ وہ کھانا کھانے کے بعد دوا لے کر سو جائیں تو ذہن کو آرام آ جائے گا۔ زبیدہ کی بے باکی پر لائبہ کی رگیں تن گئیں۔ کیا مطلب ہے تمہارا، تم مجھے پاگل سمجھ رہی ہو؟ میں نے جو کچھ کہا ہے سو فیصد درست ہے۔ لائبہ نے دھیمے لہجے میں غصے نکالا تو زبیدہ گھبرا گئی۔ نہیں نہیں بی بی جی میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میرے منہ میں خاک...... دراصل میری اماں کہتی تھی کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اس کے منہ سے عجیب و غریب قسم کی باتیں...... بس، اب تم دونوں دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ جب میرا دل چاہے گا کھانا کھانے کو تو زہر مار کر لوں گی اور دوا بھی لے لوں گی۔ لائبہ نے غصے سے زبیدہ کی بات کاٹ کر کہا تو واقعی دونوں دفع ہو گئیں اپنے اپنے کمروں کو۔ اب لائبہ جمی کے بارے میں نئے سرے سے سوچنے لگی۔ جتنا بھی وہ سوچتی اتنی ہی الجھتی چلی جاتی۔ اب تو زیادہ سوچنے کی وجہ سے اس کا ذہن بار بار تاریکیوں میں چلا جاتا۔ اس لئے وہ بمشکل اٹھ کر کچن میں آئی اور دو تین نوالے کھانے کے کھائے اور آہستہ آہستہ کمرے میں واپس آ گئی۔ اسے زیادہ پر بھی رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے ایک بار بھی فون تک نہ کیا تھا کیا اس کے آفس کا کام اتنا ضروری تھا کہ وہ اپنی بیوی تک کو بھول گیا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹ گئی کہ اچانک فون کی بیل بج اٹھی اس نے یہ سوچ کر خوشی سے فون اٹھا کر کان کو لگایا کہ زاہد ہوگا مگر وہ کاوش تھی علیک سلیک کے بعد اس نے جمی کے بارے میں پوچھا تھا۔ لائبہ کا رنگ فق ہو گیا۔ تم مہتاب سے کہنا کہ...... اچھا تم ابھی مہتاب کو فون مت کرنا جمی کے بارے میں میں تمہیں پھر بتاؤں گی۔ ابھی وہ ہاسپٹل میں ہے اور خیریت سے ہے بس کچھ ٹیسٹ رہتے ہیں اس کا رزلٹ آ جائے تو میں خود فون کر کے تمہیں مطلع کر دوں گی۔ یہاں آؤ گی تم؟ نہیں فی الحال تم یہاں مت آؤ میں خود تم سے ملنے آؤں گی۔ او کے بائے۔ لائبہ نے جلدی سے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ اس نے سکون کا سانس لیا اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔ مگر اسے پھر انہیں سوچوں نے آ لیا۔ کبھی زاہد، کبھی مہتاب، کبھی جمی...... یہ سب چہرے بار بار اس کے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگتے اور وہ چکرا جاتی۔ دل تو چاہا کہ بھاگ کر سٹور روم چلی جائے تو جمی کا تو سراغ مل ہی جائے گا مگر ایک تو اس کی صحت اجازت نہیں دے رہی تھی۔ سٹور تک جانے کے لئے سیڑھیاں بھی تو اترنی تھی۔ اس لئے اسے اپنی سوچ کی نفی کرنی پڑی کیونکہ سٹور کے دروازے نے کون سا کھل جانا تھا۔ اسی طرح کی سوچوں میں گھری وہ نہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی۔

آج پیر تھا، لائبہ کی آنکھ آٹھ بجے کھل گئی تھی۔ اس کی کمزوری بھی کسی حد تک رفع ہو چکی تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھی منہ ہاتھ دھونے کے بعد اس نے سوچا کیوں ناں زبیدہ اور فرخندہ کے آنے سے پہلے سٹور روم خود چیک کر لوں۔ اس چابیوں کو اس کی مخصوص جگہ سے اٹھایا اور پھر سٹور روم کے دروازے پر ایک ایک چابی چیک کر لی مگر دروازے نے بھی نہ کھلنے کی قسم کھا رکھی تھی اس لئے نہ کھلا۔ اچانک اس کے ذہن میں عامل بابا کا خیال آیا تو وہ اٹھ کر فون کے پاس آئی اور عامل بابا کا نمبر ملانے لگی۔ فون بابا نے ہی اٹھایا تھا لائبہ نے فون پر ساری صورت حال بابا کے گوش گزار کی مگر بابا کے نکے سے جواب پر وہ بجھ کر رہ گئی۔ بیٹا آج پیر ہے تم جمعرات تک انتظار کے

علاوہ تمہارے پاس کوئی اور چارہ نہیں اس کے بعد عامل بابا نے فون بند کر دیا تھا۔ اب لائبہ نے پریشانی کے عالم میں زاہد کا نمبر ڈائل کیا تو اس کا نمبر بند تھا۔ لائبہ کو بڑا غصہ آیا۔ تو گویا ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی ہے۔ اس نے سوچا اور آنکھیں بھر آئیں۔ مایوسی تھی ضرور مگر ہر طرف سے نہیں تھی۔ اس طرف سے تو ہرگز نہیں تھی جہاں سے سب کو سب کچھ ملتا ہے۔ مایوسی تھی تو حالات اور انسانوں کی طرف سے تھی جس نے پیدا کیا اس کی طرف سے تو دیر ہو سکتی ہے مگر اندھیر نہیں اور لائبہ نے اپنا مسئلہ اس ہستی سے شیئر کرنا مناسب ہی نہ سمجھا تھا۔ اس نے تو صبح کی نماز بھی نہ پڑھی تھی۔ قضا ہی پڑھ لیتی مگر وہ تو اس فرض سے غفلت برت رہی چکی تھی۔ دین سے لائبہ دور ہوتی جا رہی تھی اسی لئے مائل میں گھرتی چلی جا رہی تھی۔

زبیدہ اور فرخندہ کے آ جانے کے بعد لائبہ نے انہیں ضروری ہدایات دیں اور کاوش کے گھر چل پڑی۔ دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد اب وہ کاوش کے گھر کے باہر کھڑی ان کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔ اندر کاوش کی بوڑھی دادی اماں بیٹھی تسبیح کرنے میں مشغول تھی۔ وہ بوڑھی دادی اماں (جو اونچا سنتی ہے) صحن میں بیٹھی دستک سن رہی تھی مگر سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کس گھر پر ہو رہی ہے۔ آخرکار کاوش کو کمرے سے نکلنا ہی پڑا۔ ارے دادی اماں باہر دروازے پر کب سے کوئی دستک دے رہا ہے اور آپ ہیں کہ انجان بنی بیٹھی ہیں۔ کاوش نے انجان بن کر شرارتی لہجے میں کہا تو دادی اماں نے چشمے کے اندر سے جھانک کر اسے دیکھا کیونکہ کاوش نے بات اونچی آواز میں نہ کی تھی۔ ارے ہاں بیٹا ہمارے محلے دار بھی عجیب قسم کے لوگ ہیں کب سے کوئی ان کے دروازے پر دستک دیئے جا رہا ہے اور کوئی دروازہ ہی نہیں کھولتا بہرے نہ ہوں تو۔ دادی نے زیر لب محلے والوں کو صلواتیں سنائیں۔ ارے دادی اماں دستک ہمارے دروازے پر ہو رہی ہے۔ کاوش نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ کمہارے کے گھر...... ارے ہمارے محلے میں یہ لوگ شاید نئے آئے ہیں تو یہ بے لڑکی تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔ اب وہ کاوش کو جھاڑ پلانے کے موڈ میں تھیں۔ دادی اماں میں کہہ رہی ہوں کہ دستک ہمارے دروازے پر ہو رہی تھی۔ کاوش نے اونچی آواز میں دادی اماں سے کہا تو انہوں نے سن لیا اور سمجھ لیا۔ کاوش نے دروازہ کھولا تو سامنے لائبہ تھی۔ ارے...... لائبہ تم؟ کاوش نے خوش ہو کر اس کے گلے لگ گئی مگر اس کے زرد پڑے چہرے اور سر پر پٹی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ کیا ہو رہے تمہیں آؤ، اندر آؤ۔ کاوش اسے اندر لے آئی۔ دادی بھی کب سے لائبہ کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی مگر دور سے اسے لائبہ ایک ہیولہ سی لگی قریب آنے پر لائبہ نے سلام کیا۔ کیا کہا؟ کلام...... ارے بیٹا اب وہ زمانے کہاں جب میں کلام سنایا کرتی تھی۔ اب تو بس باتیں کر لوں یہی کافی ہے۔ ارے تو لائبہ نہیں...... کیسی ہے تو؟ ہیں اور دادی اماں سے مذاق کر رہی ہے اس عمر میں ان سے کلام سننے کو کہہ رہی ہے۔ دادی اماں نے لائبہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ دادی اماں لائبہ نے سلام کیا تھا۔ کلام سنانے کو کب کہا تھا۔ کاوش نے اونچی آواز میں کہا۔ پھر لائبہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ کیسے آنا ہوا لائبہ ہمارے غریب خانے پر کاوش نے کہا تو لائبہ نے پھیکی سی مسکراہٹ سے اس کی جانب دیکھا۔ غریب خانہ...... جسے تم غریب خانہ کہہ رہی ہو ناں تمہیں پتہ ہی نہیں کہ اس میں کتنا سکون ہے۔ مجھے دیکھو کاوش میں کتنی امیر ہوں مگر سکون کی متلاشی ہوں۔ دولت سے میں سب کچھ خرید سکتی ہوں مگر سکون نہیں۔ لائبہ نے پژمردہ لہجے میں کہا۔ اب رہنے بھی دو۔ نظر مت اتار وا بی۔ میں نے بھی سوچ رکھا ہے کہ کسی امیرزادے سے کورٹ میرج کر لوں۔ کاوش نے شرارتی لہجے میں کہا۔ لائبہ نے ہنس کر اس کی جانب دیکھا۔ اچھا چھوڑو...... بتاؤ نہ کیا ہوا ہے تمہارے سر پر چوٹ کیسی؟ کاوش نے پوچھا۔ وہ...... میں سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔ اچھا مگر کیسے۔ کیا بے احتیاطی برت گئی تھی؟ نہیں وہ میں جی کو اپنے ساتھ لائی تھی بے ہوش حالت میں...... ارے بیٹا کون بے ہوش ہو گیا تھا اور یہ جی کون ہے؟ دادی اماں نے بیچ میں ٹانگ اڑا کر پوچھا تو کاوش نے تو کھلکھلا کر

ہنس دی جبکہ لائبہ بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ...... دادی اب میں آپ کو کیا بتاؤں وہ میری گاڑی کے سامنے آ گیا۔ کیا......داڑھی...... کس کی داڑھی؟ ارے میں پوچھ رہی ہوں یہ جمی کون ہے اور تم نے داڑھی کے قصے شروع کر دیئے۔ دادی نے لائبہ کو بھی خواہ مخواہ جھاڑ پلائی تو وہ کوفت میں مبتلا ہو گئی۔ لائبہ میرا خیال ہے ہمیں کچن میں جانا چاہئے۔ وہاں چائے بھی بنائیں گے اور باتیں بھی ہوں گی اور ویسے بھی گھر میں میرے اور دادی اماں کے علاوہ کوئی نہیں۔ یہاں بیٹھ کر تو ہم کوئی بات نہیں کر سکتے کیونکہ دادی اماں ہر بات میں ٹانگ اڑانا اپنا فرض سمجھیں گی۔ کاوش نے کہا تو دونوں اٹھ کر کچن جانے لگیں۔ ہائیں ...... کون سا فرض؟ دادی اپنے ساتھ بڑبڑائیں ...... لائبہ نے سب کچھ کاوش کو سنایا تو وہ بھی خوفزدہ ہو گئی اور لائبہ خود رو رہی تھی۔ دیکھو تم روحت میں مہتاب سے جمی کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گی۔ پہلے میں جمی کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر لوں پھر تمہیں بھی بتا دوں گی تم مہتاب کے پاس جا کر اسے بتا دینا...... لائبہ بہت پریشان تھی کہ کاوش کے لئے بات کر کے ہی اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوا تھا اور اس کے بعد وہ گھر آ گئی تھی۔

شام کے وقت لائبہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی کہ زبیدہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ کر کمرے میں گھس آئی۔ وہ...... وہ...... بی بی جی ...... اسے بچا لیجئے، وہ مر جائے گا ...... اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں اس لئے اس سے بات کرنی مشکل ہو رہی تھی۔ کیا ہو گیا، کیا اناپ شناپ بک رہی ہو؟ بی بی جی وہ باجی فرخندہ سٹور میں چلی گئی تھی اور پھر صرف اس کی چیخیں ہی سنائی دی تھیں۔ بی بی جی آپ آیئے ناں میرے ساتھ خدا کے واسطے۔ فرخندہ کی باتوں نے لائبہ کو حیرت و خوف کے سمندر میں ڈبو دیا ایک خوف کی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی تھی۔ دونوں بھاگم بھاگ سٹور روم کی طرف آ ئیں۔ سٹور روم کا دروازہ کھولنے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہیں۔ زبیدہ بری طرح سے رو رہی تھی جبکہ لائبہ بھی بے حال ہو گئی تھی۔ باجی فرخندہ کو بچا لو بی بی جی...... اس نے رو کر کہا۔ تم مجھے تفصیل سے بتاؤ یہ سب کیسے ہوا؟ لائبہ نے روہانسی ہو کر پوچھا۔ میں اس وقت کچن میں تھی کھانا بنانے کے بعد باہر نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ باجی فرخندہ سٹور روم کی طرف پاگلوں کی طرح جا رہی تھی وہ یک ٹک سٹور کو دیکھتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ کہاں جا رہی ہو؟ میں نے پوچھا تو اس نے بس ایک نظر مجھے مڑ کر دیکھا۔ اف اس کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں اور پورا وجود وحشت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بھی انتہائی حد تک وحشت میں ڈوبا ہوا تھا۔ زبیدہ کانپ کر رہ گئی اور لائبہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ پھر اس نے میری طرف نہ دیکھا اور سٹور طرروم کی طرف بھاگ گئی۔ میں اسے آوازیں دیتی رہ گئی اور وہ سٹور روم کا دروازہ بغیر چابی کے کھول کر اس کے اندر گھس گئی۔ ایسے جیسے وہ کسی سحر میں جکڑی ہوئی ہو۔ میں بھی بھاگ کر سٹور روم کی جانب آئی سٹور روم کا دروازہ کھولنا چاہا مگر نہ کھل سکا اور تب سے اب تک بند ہے۔ بی بی جی پھر مجھے اس کی درد میں ڈوبی چیخیں سنائی دیں۔ بچاؤ ...... بچاؤ...... وہ چیخ رہی تھی چلا رہی تھی۔ لائبہ کا ذہن کہیں اور چلا گیا۔ Help....help me...save me. اس کے ذہن میں جمی کی چیخیں گونج رہی تھیں اور زبیدہ کے ذہن میں فرخندہ کی۔ بی بی جی مجھے ایک مرد کی آواز بھی سنائی دی تھی جیسے کنویں میں سے بول رہا ہو۔ شاید وہ باجی فرخندہ کی چیخ و پکار پر ہی تھا اس لئے غصے میں دھاڑا تھا— خاموش— اور یہ بات یقیناً باجی فرخندہ سے کی گئی تھی۔ کیا...... مرد کی آواز؟ زبیدہ کے انکشاف پر لائبہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ ہاں کسی مرد کی آواز ہی تھی۔ اس کے بعد مجھے زبیدہ کی آخری دلدوز چیخ سنائی دی تھی اور تب سے اب تک خاموشی ہی برآمد ہو رہی ہے، سٹور روم سے۔ اس کے بعد میں بھاگم بھاگ آپ کے پاس آ گئی زبیدہ نے بات کی اور رونے لگی جبکہ لائبہ حیرتوں کا بت بنے اسے دیکھ رہی تھی۔ یقیناً اس سٹور روم میں کوئی ہے جس نے

باجی فرخندہ کو مار ڈالا ہوگا۔ یقیناً کوئی جن بھوت ہوگا۔ زبیدہ نے ہچکی لے کر کہا تو لائبہ نے طیش میں آ کر دروازے کو زور زور سے پیٹنا شروع کر دیا۔ فرخندہ...... فرخندہ۔ وہ ایسے پکار رہی تھی جیسے اس کی پکار سن کر فرخندہ ابھی سٹور روم سے باہر آ جائے گی۔ کون ہے اندر...... کون چھپا بیٹھا ہے اندر...... ارے میں کہتی ہوں سامنے آؤ...... باہر نکلو بزدل۔ لائبہ غم و غصے سے پاگل ہو رہی تھی اس لئے دروازے کو لاتیں اور مکے مار مار کر چلائی تھی اور جواب میں پورا بنگلہ لرز اٹھا۔ آ...... آ آ آ...... آ۔ لائبہ اور فرخندہ کی چیخ نکل گئی اور دونوں اپنی جگہ کانپ کر رہ گئیں۔ اچانک ایک مرتبہ پھر بنگلہ لرزا۔ اس مرتبہ کا جھٹکا بہت تیز تھا۔ فرخندہ وہاں سے چیختے چلاتے تو دو گیارہ ہو گئی جبکہ لائبہ خوف سے چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ وہ کانپتے کانپتے فون کے پاس آئی۔ عامل بابا کا نمبر اس نے دانستہ طور پر ڈائل نہیں کیا تھا۔ ہاں زاہد کا نمبر کانپتے ہاتھوں سے ڈائل کیا تھا مگر وہ آج بھی بند تھا۔ آ...... آ آ آ...... آ آ۔ اس نے چیخ مار کر فون زمین پر پٹخ دیا اور بلک بلک رو دی۔ اسے اپنی بے بسی پر بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا اور آج وہ ٹوٹ کر رو رہی تھی۔ یا اللہ یہ سب کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ یہ گھر کتنا منحوس ہے۔ جس نے دو انسانوں کو نگل لیا۔ یا اللہ مجھے بہت خوف آ رہا ہے، مجھے معاف کر دے میں بے حد گناہ گار ہوں۔ میری مدد فرما۔ وہ اللہ کے سامنے گڑگڑا رہی تھی۔ اس ذات کے سامنے جو اپنے گناہگار بندے کے اندر میں رہتا ہے کہ کب مجھ سے معافی مانگے اور میں اس کے سارے گناہ معاف کر دوں چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اپنا گناہگار بندہ جب اپنے رب سے صلح کرنا چاہتا ہے تو وہ بڑا خوش ہو کر اپنے بندے کی طرف دوڑا چلا آتا ہے۔ انسان جب بھی ٹوٹتا ہے اور رو کر اللہ سے مدد مانگتا ہے تو وہ ضرور اپنے شکستہ حال انسان کو اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہے وہ کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس کے ہاں دیر تو ہے مگر اندھیر نہیں۔ لائبہ رو رو کر اپنے سب سے رابطہ قائم ہوئے تھی تبھی تو وہ پر سکون ہوتی جا رہی تھی۔

○

آخر کار جمعرات کا دن بھی آ ہی گیا۔ لائبہ نے کل ہی سے سب نوکروں کی عارضی چھٹی کر دی تھی۔ زاہد کا بھی کچھ پتہ چل رہا تھا۔ لائبہ زاہد کی طرف سے بھی بے حد پریشان تھی اور آج تو بہت زیادہ خوفزدہ بھی تھی۔ کبھی کبھار تو خوف سے جھرجھری لے لیتی۔ پتہ نہیں آج کیا ہوگا میرے ساتھ لیکن ضروری تو نہیں کہ میرے ساتھ جو بھی ہونا ہو وہ آج ہی اس جمعرات کو ہو جائے۔ دوسری بات سوچ کر وہ کچھ پرسکون ہو جاتی مگر پہلی سوچ سے وہ دوبارہ افسردہ ہو جاتی۔ آج کا سارا دن بھی زاہد کے انتظار میں گزر گیا۔ لائبہ کو دولت تو مل گئی تھی مگر پھر بھی سکون کا نام دور دور تک اس کی زندگی میں نہ تھا اب یہی دولت اس کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی اس کا ہمسفر تک اسی دولت کی وجہ سے اس سے دور تھا اور وہ بے بس۔ رات ہوتے ہی وہ اپنے کمرے میں دبک گئی تھی اور بالکل اکیلی صرف انتظار میں تھی کہ اب اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ کیا وہ اکیلی مقابلہ کر پائے گی یا نہیں۔ یہ کتنی عجیب سی بات ہے کتنا عجیب سا سوال ہے۔ جس کا جواب شاید خود اس کے پاس اپنے آپ کو ہر طرح سے سمجھا رہی تھی ہر طرح سے کوشش کر رہی تھی کہ خوف سے باہر آ جائے مگر کسی طرح سے بھی اس کا خوف زائل نہیں ہو رہا تھا۔ جب رات کے بارہ بجے تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی۔ بالکونی میں اور کانپتے ہوئے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی اس نے نائٹی پہنی ہوئی تھی اور نیند اسے ابھی تک نہ آئی تھی۔ اچانک لائبہ کو چاندنی کی مدھم سی روشنی میں گھر سے باہر کسی کا ہیولہ دکھائی دیا جسے وہ پہچان گئی۔ زا...... زاہد......! اس نے جھرجھری لے کر سوچا اور پھر بھاگ کر سیڑھیاں اترنے لگی۔ وہ بھاگتے بھاگتے گھر سے باہر آ گئی مگر یہ کیا اب تو زاہد وہاں نہیں تھا لائبہ خوف سے کانپتے ہوئے سامنے درخت کی طرف بڑھ گئی کہ ہو سکتا ہے وہاں گیا ہو مگر اسے اپنے پیچھے کسی سرسراہٹ کا احساس ہوا تو اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور نظر اپنے گھر

کے صدر دروازے پر پڑی۔ اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اندر گیا ہو۔ اب لائبہ حیرت کا بت بنی اپنے گھر کے مین گیٹ کو دیکھ رہی تھی پھر اچانک اس کی نظر سامنے بالکونی پر پڑی تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا کیونکہ اب بالکونی میں زاہد کھڑا تھا۔ لائبہ بھاگ کر گھر میں گھس گئی اور بھاگتے ہوئے صحن میں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی بھاگنے سے اس کی لمبی زلفیں اچھل اچھل جاتیں۔ وہ عجلت میں سیڑھیاں چڑھتی ہوئی بالکونی میں آ گئی مگر اب وہ بالکونی میں بھی نہ تھا۔ لائبہ کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔ اسے اپنے ہی ذہن پر شک ہوا تھا کہ کہیں وہ پاگل تو نہیں ہو گئی یا کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ اس نے کئی بار ہاتھ پر چٹکی لی اپنے سر پر بھی دو تین دھپ رسید کئے مگر وہ خواب نہیں بلکہ اٹل حقیقت تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اچانک اس کا ذہن سٹور روم کی طرف چلا گیا اور ساتھ ہی اس کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی اور وہ اب سیڑھیاں اتر کر سٹور روم کی طرف آ رہی۔ سٹور روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا یعنی نیم واں تھا جسے دیکھ کر لائبہ دنگ رہ گئی۔ سٹور کا دروازہ آج کھلا ہوا ہے یعنی آج مجھے میرے خواب کی تعبیر مل جائے گی۔ او...... کہیں زاہد سٹور روم میں تو نہیں چلا گیا؟ ہاں وہ سٹور روم میں ہی ہو گا۔ لائبہ نے خوف سے سوچا اور کانپتے ہوئے سٹور روم میں چلی گئی جس میں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ پہلے کبھی سٹور روم میں نہ آئی تھی آج پہلی بار آئی تھی۔ اس نے دیوار پر ہاتھ مارا یہ سوچ کر کہ شاید یہاں کوبلب بھی ہو جس کس بٹن مل جائے اور واقعی تھوڑی سی کوشش کے بعد اس کی انگلیاں کسی بٹن کے ساتھ لگ گئیں۔ اس نے جلدی سے دبایا تو اوپر دیوار پر نیلے رنگ کا زیرو واٹ کا بلب آن ہو گیا جس کی مدھم روشنی میں سٹور میں بکھرا کاٹھ کباڑ نظر آ رہا تھا لائبہ نے اس میں ہرگز دلچسپی نہ لی۔ سٹور روم کی زمین بھی بہت گرد آلود تھی۔ لائبہ کو زمین میں ایک چوکور نما سوراخ نظر آیا۔ لائبہ سوراخ کے پاس آئی اس میں جھانکا تو اسے سیڑھیاں نظر آئیں جو نیچے کی طرف جا رہی تھیں۔ یعنی یہ ایک تہہ خانہ تھا۔ اب لائبہ کا خوف کم اور تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ تہہ خانے میں اتر گئی جس کی شروع شروع والی سیڑھیوں پر اوپر سٹور سے ہلکی ہلکی روشنی موجود تھی اور آخری سیڑھیوں پر تہہ خانے میں موجود سرخ زیرو لائٹ کی مدھم سی روشنی دم توڑ رہی تھی جبکہ سیڑھیوں کے بیچوں بیچ بالکل اندھیرا تھا۔ وہ سیڑھیوں کے بیچ و بیچ کھڑی ہو گئی۔ سامنے کا منظروں ہلا دینے والا تھا ایک تو سٹور پر بے تحاشہ تعفن موجود تھا اور بدبو کے بھبو کے لائبہ کا دماغ ماؤف کر رہے تھے اس نے دوپٹے سے اپنی ناک چھپا لی۔ سامنے زاہد اور کوئی ادھیڑ عمر کا بوڑھا کھڑے تھا۔ زاہد کو دیکھ کر لائبہ چونک پڑی اور بوڑھے کو دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔ ان دونوں کا دھیان لائبہ نہ تھا۔ لائبہ نے دائیں جانب نظریں دوڑائیں تو تب لائبہ کی نظریں خوف سے پھیل کر ایک جانب رک سی گئیں کیونکہ ان دونوں کے قریب ہی تو جمی اور فرخندہ کی ادھڑی ہوئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ڈھانچوں کا ایک ڈھیر بھی پڑا ہوا تھا۔ لائبہ چکرا کر رہ گئی۔ بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھالا۔ کیونکہ اس وقت تو وہ ہرگز بے ہوش ہونا نہیں چاہتی تھی وہ بمشکل سانس روکے کھڑی تھی۔ جمی اور فرخندہ کی موت پر اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ زاہد کی حقیقت اس پر آشکارا ہو چکی تھی۔ اسے گہرا دکھ ہوا تھا۔ وہ ایک لمحے میں سمجھ گئی کہ زاہد جادوگر ہو نہ ہو مگر یہ بوڑھا ضرور جادوگر ہو گا جو ہمارے گھر کے افراد کو سحر زدہ کر کے سٹور روم کی طرف کھینچ کر تہہ خانے میں اس کا حشر کر دیتا ہے۔ سٹور روم کے دروازے پر بھی یقیناً اسی کا سحر ہو گا جو اس نے جان بوجھ کر کیا ہو گا۔

کیا مطلب ہے تمہارا مجھے صرف دو شکاروں کی ضرورت ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ارادہ ملتوی کر دوں آج۔ کیونکہ آج شکار نہ ملا...... ارے کیسے ارادہ ملتوی کر دوں اگر آج میں نے شیطان دیوتا کو خوش نہ کیا تو وہ بھی میری جان نہیں چھوڑے گا اور اگر آج شکار نہ ملا تو مجبوراً مجھے تمہاری بیوی پر سحر چھوڑ کر اسے یہاں لا کر شیطان کے سامنے اس کی بلی دوں گا۔ تم دوسری شادی کر لینا کیونکہ ہم تمہاری بیوی کی قربانی مجبوری میں دیں گے۔ بوڑھے کی باتوں پر

لائبہ کانپ اٹھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے بوڑھے کو دیکھنے لگی جو زاہد پر چلا رہا تھا۔ نہیں آپ...... آپ میری بیوی کو کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ ان کا نام تک نہ لیں گے میں...... میں کچھ کرتا ہوں میں ابھی آپ کے لئے شکار کا بندوبست کرتا ہوں۔ زاہد نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ٹھیک ہے اگر تم نے ایک بجے تک شکار کا بندوبست نہ کیا تو پھر مجھ سے گلہ مت کرنا۔ ٹھیک ہے میں آپ کے لئے شکار کا بندوبست ابھی کر دیتا ہوں بس آپ لائبہ۔ اس سے آگے لائبہ کچھ سن نہ سکی تھی کیونکہ وہ روتے دھوتے تہہ خانے سے باہر جو آ گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر دھڑکتے دل کے ساتھ رو رہی تھی۔ پانچ منٹ بعد وہ بالکونی میں آئی اور نیچے کا منظر تو دیکھ کر کانپ اٹھی کیونکہ مہتاب، طلحہ اور کاوش نیچے صحن میں ہی کھڑے تھے۔ انہیں دیکھ کر لائبہ دنگ ہی تو رہ گئی وہ بھاگ کر سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی اب حیران ہونے کی باری طلحہ، مہتاب اور کاوش کی تھی۔ تم لوگ اتنی رات کو یہاں؟ لائبہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ یعنی شکار خود چل کر ہمارے گھر آ گئے ہیں۔ لائبہ نے خوف سے سوچا۔ ہاں، معافی چاہتے ہیں کہ آپ کو اور آپ کے شوہر کو زحمت ہو گی مگر ہم جمی کا پتہ کرنے آئے ہیں آپ کے گھر۔ مہتاب نے کہا تو لائبہ رو پڑی۔ پلیز آپ سب اس وقت یہاں سے چلے جائیے۔ جمی ہاسپٹل میں ہے اور بالکل ٹھیک ہے بس آپ جائیے۔ لائبہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ جھوٹ مت بولو حور، میرا مطلب ہے لائبہ۔ وہ اسی گھر میں ہے۔ مہتاب نے کہا اور ساتھ ہی تینوں لائبہ کو نظر انداز کر کے اندر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ رکو میری بات تو سنو۔ لائبہ صرف آوازیں دیتی رہ گئی۔ جمی...... جمی کہاں ہو تم۔ مہتاب، طلحہ اور کاوش اسے پکارنے لگے جبکہ لائبہ روتے ہوئے بے بسی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اچانک تینوں نے سر پر ہاتھ رکھے جیسے ان کے سر میں درد ہوا ہو۔ پھر وہ تینوں سحر زدہ ہو کر سٹور روم کی طرف بڑھ گئے وہ راہداری میں جا رہے تھے۔ نہیں نہیں...... لائبہ چیخ پڑی۔ رکو...... تم سب رکو سٹور روم میں صرف موت ہے خدا کے لئے تم سب رک جاؤ۔ لائبہ نے شکستہ خوردہ لہجے میں کہا تو تینوں نے لائبہ کو اپنی لال سرخ آنکھوں سے دیکھا ان کے چہرے وحشت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لائبہ انہیں دیکھ کر کانپ اٹھی۔ پھر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سٹور روم کی طرف بڑھ گئے۔ نہیں میں تم سب کو مرنے نہیں دوں گی۔ لائبہ بھاگ کر ان سے آگے ہو گئی اور سٹور روم کے دروازے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ مہتاب نے لائبہ کو بالوں سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا وہ تیزی سے زمین پر آ رہی اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی...... آآآآآ...... وہ ایک بھیانک چیخ مار کر جاگ اٹھی۔ اوہ...... زاہد کی حقیقت، بے گناہ انسانوں کی موت اور اوپر سے یہ نیا خواب لائبہ کا سانس رکنے لگا۔ سامنے زاہد کو دیکھ کر وہ چونک پڑی۔ لائبہ تم تہہ خانے میں کیوں آئی تھی؟ زاہد نے ایسے کہا جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔ لائبہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ تم...... تم نے مجھے...... دھو...... دھوکہ دیا ہے...... کیوں دیا تم نے مجھے دھوکہ...... تم نے تو کہا تھا کہ میں بزنس کے معاملے میں شہر سے باہر جا رہا ہوں۔ تمہارا فون بھی آف تھا تم نے مجھ سے جھوٹ۔ ہاں میں نے تم سے جھوٹ بولا۔ لائبہ کی بات کاٹ کر کہا۔ اور تم سے جھوٹ بولنا میری مجبوری تھی۔ میرے خیال میں مجھے تم سے اب کچھ نہیں چھپانا چاہئے کیونکہ تم نے تہہ خانے میں آ کر بہت کچھ تو جان ہی لیا ہے۔ مجھے پتہ نہ چلا تھا کہ تم آئی تھی تہہ خانے میں مجھے...... تمہیں یقیناً اس بوڑھے نے بتایا ہو گا ہے ناں۔ زاہد کی بات لائبہ نے مکمل کی اور پھر سوال پوچھ ڈالا تو زاہد نے اثبات میں ہلایا۔ تو کیا تم بھی...... تم بھی آدم خور ہو؟ لائبہ نے بمشکل تھوک نگل کر پوچھا۔ نہیں...... زاہد نے نفی میں سر ہلایا۔ تو پھر وہ بوڑھا ہو گا؟ ہاں وہ آدم خور ہے اور میرا بڑا بھائی ہے۔ اس کا نام ساجد ہے۔ زاہد کے انکشاف پر لائبہ دنگ رہ گئی۔ ساجد بھائی وقت سے پہلے بوڑھا ہو چکا ہے اور وہ جادوگر ہونے کے ساتھ ساتھ آدم خور بھی ہے۔ زاہد نے صاف گوئی سے کام لیا اور ویسے بھی اب وہ کچھ چھپا بھی تو نہ سکتا تھا۔ وہ آدم خور بھی

ہے اور گناہگار بھی۔ تم آدم خور نہیں مگر گناہگار ضرور ہو کیونکہ تم اس کے ساتھ انسانیت کے قتل میں برابر کے شریک ہو۔ تم جیتے جاگتے انسانوں کو اغوا کر کے اس کے قدموں میں پھینک دیتے ہو اور وہ اسے بے دردی سے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں تک نوچ لیتا ہے۔ میں سب جان گئی ہوں تمہاری حقیقت۔ تم سے صرف اتنا پوچھنا چاہتی ہوں کہ تم نے میری زندگی کیوں برباد کی؟ لائبہ نے رو کر پوچھا۔ نہیں لائبہ تمہیں کچھ نہیں پتہ تم صرف سرسری سی حقیقت جان پائی ہو۔ رہی تمہاری زندگی برباد ہونے کی بات تو اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہاری زندگی برباد کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ دیکھو بات دراصل یہ ہے کہ...... رہنے دو زاہد! جاؤ اس کے لئے شکار لے آؤ ورنہ اگر دیر ہو گئی تو پھر وہ مجھے اپنا شکار بنا لے گا۔ لائبہ نے طنز کا تیر چلایا تو زاہد بجھ کر رہ گیا۔ نہیں لائبہ جب تک میں تمہیں اپنی صفائی بیان نہیں کر دیتا اور تمہاری عدالت سے بری نہیں ہو جاتا میں یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔ سنو لائبہ! وہ میرا بڑا بھائی ہے ساجد مجھ سے پانچ سال بڑا ہے۔ پہلے ہم ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ میں، ساجد بھائی اور امی ابو۔ ابو ریٹائر ہو چکے تھے، فوج سے۔ میرے بھائی کے سر پر سب گھر کی ذمہ داری تھی مگر وہ یہ سب seriuse نہیں لے رہے تھے ہر وقت بس اپنے ایک دوست احمر کے ساتھ چپکے رہتے ان دنوں میں میٹرک میں تھا۔ میرے بھائی کو کالا جادو سیکھنے کا کوئی شوق نہ تھا البتہ اس کے دوست احمر کو ضرور تھا جو اس فیلڈ میں داخل ہو چکا تھا اور میرے بھائی کو بھی بہلا پھسلا کر کالے جادو کے راستے پر ڈال دیا وہ دونوں مرتد ہو چکے تھے لیکن ہمیں خبر تک نہ تھی۔ وہ دونوں لوگوں کے مسئلے مسائل حل کرتے تھے مگر کسی پر یہ ظاہر ہونے نہ دیا کہ دونوں لوگوں کے مسئلے کالے جادو سے حل کرتے ہیں۔ یوں دونوں نے بہت دولت کمائی۔ میرے بھائی نے ہمارے لئے یہ بنگلہ خریدا تو ہم یہاں شفٹ ہو گئے۔ ان دنوں میں ایف ایس سی کے exams دے رہا تھا اور ان ہی دنوں میرے

بھائی ساجد اور احمر کو ایک ہی لڑکی سے عشق ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر اس لڑکی سے ملتے جس کا نام سمیرا تھا۔ مگر ایک دن میرا بھائی سمیرا کے ساتھ کسی پارک میں بیٹھا پیار کے وعدے کر رہا تھا کہ اتفاق سے احمر بھی وہیں آ گیا۔ تب ساجد بھائی اور احمر میں لڑائی ہو گئی اور فیصلہ سمیرا کے ہاتھ میں دے دیا اس سے پوچھا گیا کہ اس کے دل میں کون ہے۔ اس نے احمر کا نام لیا۔ یہ انکشاف سن کر ساجد بھائی طیش میں آ گئے اور سمیرا کو اپنے کالے جادو کے ذریعے وہیں پر ڈھیر کر دیا۔ احمر یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور ساجد بھائی کو دھمکیاں دے کر وہاں سے چل پڑا تب سے دونوں کی یاری دشمنی میں بدل گئی۔ احمر نے راتوں رات میرے ہی پاپا کا قتل کر دیا۔ مجھے اس لئے مار نہ سکا تھا کیونکہ میں ساجد بھائی کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ ساجد بھائی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ اور جذباتی ہو کر احمر کو جہنم واصل کر دیا۔ احمر کو چونکہ ساجد بھائی نے غلط طریقے سے مارا تھا اس لئے اس کی شیطانی طاقتیں وہ زندہ باقی بچ گئیں۔ دوسرے طریقے سے مارتا تو یہ شیطانی طاقتیں بھی نہ بچتیں۔ یہ شیطانی طاقتیں احمر کی قید میں ہیں جسے یا تو صرف وہ مار سکتا تھا یا پھر یہ ایک دوسرے کو قتل کر سکتی ہیں وہ اب اس زمین پر قید ہو کر رہ گئی ہیں۔ جن کا مقصد بس صرف ساجد بھائی کو مار کر واپس کوہ قاف جانا ہے۔ احمر کو مارنے کے بعد میرا بھائی اپنے ہی گھر کے تہہ خانے میں روپوش ہو گیا اور ان کا کہنا ہے کہ وہ شیطانی طاقتیں بھی اسی گھر کے کسی کمرے میں قید ہیں۔ اس لئے تا کہ میرا بھائی جب بھی تہہ خانے سے نکلے تو وہ انہیں مار ڈالے۔ میرے بھائی نے انہیں مارنے کے لئے پورے گھر کو سحر زدہ کر دیا مگر انہوں نے اپنے آپ کو ہمارے گھر کے کسی کمرے میں قید کر کے کمرے کو بھی سحر زدہ ہونے سے بچا لیا اور خود بھی وہیں پر جاپ کر کے میرے بھائی کے وار سے خود کو بچا لیا۔ میرے بھائی نے مزید وار بھی ان پر کئے مگر وہ مزاحمت کرتے رہے۔ ایک دن میرے بھائی نے مجھے تہہ خانے میں بلوا کر مجھے سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی بتایا کہ

وہ مرتد ہو چکا ہے۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح سے بچا سکتا ہے کہ میں اس کے لئے ہر جمعرات کو ایک بندہ لاؤں اور کبھی کبھار جمعہ اور ہفتے کو بھی جنہیں مار کر وہ ان پر چلہ کر کے شیطان دیوتا کو خوش کر دے اور شیطان اسے شکتیاں دے کر اس کی مدد کرے، شیطانی طاقتوں کو مارنے کے لئے۔ انہیں مارنے کے بعد میں آزاد ہو جاؤں گا اور دوبارہ سے مسلمان ہو کر کالی دنیا کو خیر باد کہہ کر معمول کے مطابق زندگی گزاروں گا۔ مگر میں نے ساجد بھائی کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو اس نے مجھے بھائی ہونے کا واسطہ دیا، ماں باپ کے واسطے دیئے مگر میں نے پھر بھی انکار کیا۔ تب وہ غصہ ہو گیا اور مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ مجھے مار کر میری روح کو اپنا قیدی بنا کر بھی یہ کام اس سے لے سکتا ہے۔ یہ سن کر مجھے بے حد خوف آیا اور میں مجبور ہو گیا اور ان کی سن ماننی ہی پڑی اس لئے میں ہر جمعرات کو کسی نہ کسی بندے کا انتظام کر کے اس کے پاس لے جاتا۔ اکثر یہ کام میں رات کو ہی کرتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کیوں نہ کسی عامل کو بلا کر شیطانی طاقتوں کو اس کے ذریعے سے مروا دوں اس طرح میرا بھائی آزاد ہو جائے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور ایک عامل کو لے آیا مگر وہ جیسے ہی ہمارے گھر آیا اسے میرے بھائی کے سحر نے جکڑ لیا اور وہ بھاگ کر سٹور روم چلا گیا اور تہہ خانے میں جا کر اپنی جان گنوا دی۔ تب میرے بھائی نے مجھے بہت ڈانٹا تھا اور مجھ سے استفسار کیا تھا کہ میرا راز اس مرے ہوئے عامل کو بتا تو نہیں دیا۔ میں نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے سکون کا سانس لیا اور مجھے سختی سے منع کیا کہ ان کا راز کسی کو نہ بتاؤں دوسرے دن بھائی نے مجھے فوراً شادی کرنے کو کہا۔ اصل میں وہ میری شادی نہیں کرانا چاہتے تھے مجھے ایک طرح سے بلیک میل کرنے کا ایک ذریعہ ڈھونڈا تھا اس نے۔ انہوں نے مجھے نہ صرف شادی کرنے کو کہا بلکہ ملازمین بھی رکھنے کو کہا۔ پہلے میں نے ان کے خوف سے ملازمین نہ رکھے تھے اور نہ ہی شادی کی تھی کہ کہیں میری بیوی اور ملازمین ان کے خوف میں جکڑ کر مر ہی نہ جائیں۔ مگر اب تو بھائی نے خود کہا تھا۔ مجھے تم بہت پسند تھی تمہیں کالج جاتے ہوئے میں اکثر دیکھا کرتا تھا اور پھر میں نے تمہارا ہاتھ تمہارے والدین سے مانگا اور یوں ہماری شادی ہو گئی۔ ملازمین بھی رکھ لئے۔ اب صرف دو شکار رہ گئے ہیں ان کو مارنے کے بعد بھائی شیطانی طاقتوں کو ختم کر کے آزاد ہو جائیں گے۔ تمہیں پتہ ہے تم سے شادی کے بعد میں نے بھائی کی ہر بات بہت پابندی سے ماننی شروع کر دی تھی کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ تمہیں مارنے کی دھمکی نہ دے دے لیکن آج کی رات جب میں نے غفلت برت لی تو اس نے مجھے فوراً بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔ زاہد نے کہا اور خاموش ہو گیا جیسے تھک گیا ہو۔ تو پھر تم گھر میں کیوں بیٹھے ہو ان کے لئے شکار کا بندوبست کیوں نہیں کرتے۔ دیکھو میرا دل صاف ہے تمہارے لئے تم اب جلدی سے...... لائبہ نادم ہو گئی کہ وہ اپنے شوہر کو کیسا مشورہ دے رہی ہے مگر وہ مجبور تھی۔ لائبہ مجھے لگتا ہے جیسے ساجد بھائی شیطانی طاقتوں کو مارنے کے بعد آزاد تو ہو جائیں گے مگر وہ مسلمان......

اچانک زاہد کا سر چکرا گیا۔ لائبہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ زاہد اپنی بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ اس کے تیور بدلنے لگے اور وہ اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ کیا ہوا؟ لائبہ نے حیرت سے پوچھا تو اس نے مڑ کر لائبہ کی جانب دیکھا اس کی لال سرخ آنکھیں اور دہشت زدہ چہرہ دیکھ کر لائبہ دل تھام کر رہ گئی۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر وہ رکا نہیں دوبارہ روانہ ہو کر اب سیڑھیاں اترنے لگا۔ نہیں...... لائبہ کے منہ سے نکلا۔ نہیں زاہد میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ وہ زاہد کے پیچھے بدحواسی میں بھاگی۔ وہ سیڑھیاں اتر چکا تھا اور لائبہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا۔ لائبہ کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے دھکا دیا ہو...... آآآآ...... لائبہ کے منہ سے دلدوز چیخ نکل گئی اور وہ سیڑھیوں سے پھسلتی چلی گئی۔

مگر اس بار سیڑھیوں سے گرنے کے بعد نہ تو لائبہ کو چوٹ آئی تھی اور نہ ہی وہ بے ہوش ہوئی تھی۔ زاہد سٹور کا

.....لائبہ؟ دونوں کو حیرت ہوئی۔ ہاں وہ اپنی عدت پوری ہونے کے بعد تم سے ملے گی مہتاب۔ کیوں ملے گی؟ یہ مجھے معلوم نہیں۔ کاوش نے کہا تو مہتاب کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔

O

عدت پوری ہونے کے بعد لائبہ مہتاب سے ملنے اپنی کار میں پارک کی طرف آ رہی تھی اس نے پارک سے باہر اپنی گاڑی روکی جبکہ پارک میں ایک طرف کاوش، مہتاب اور طلحہ موجود تھے جو یکسوئی سے باتوں میں مگن تھے۔ پارک کے گیٹ پر انہوں نے لائبہ کو آتے دیکھا تو کاوش کا رنگ فق سے اڑ گیا۔ ڈرو مت کاوش تم نے کوئی اتنی بڑی غلطی بھی نہیں ہے۔ بس یوں کرو ہمارے پیچھے چھپ جاؤ۔ طلحہ نے معنی خیز انداز میں کہا اور دونوں چوک کر کھڑے ہو گئے جبکہ کاوش اُن کے پیچھے چھپ گئی۔ مجھے لائبہ سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پیچھے سے کاوش کی ڈری ہوئی آواز آئی۔ خاموش رہو پلیز۔ مہتاب نے کہا۔ لائبہ ابھی تک ان سب کو ادھر ادھر ہی دیکھ رہی تھی۔ ہم یہاں ہیں۔ طلحہ نے اسے آواز دی تو لائبہ ان کی طرف بڑھ گئی۔ مہتاب کی نظریں کب سے اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں وہ کافی کمزور ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ وہ مہتاب کے سامنے ایسے کھڑی تھی جیسے کوئی مجرم ہو۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بھل بھل رو دی۔ مجھے معاف کر دو مہتاب! میں بھٹک گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ مجھے تم سے محبت تھی مگر میں نے تم سے شادی کے بارے میں سوچا نہ تھا اور نہ ہی تم سے اظہار محبت کی تھی۔ میں تم سے شادی کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتی تھی تم جو ہر وقت اپنی غریبی کے قصے لئے رہتے جبکہ میں تم سے شادی کر کے اپنے خوابوں کا گلا کیسے گھونٹ سکتی تھی میرے خوابوں میں تو ایک امیر کبیر لڑکا تھا جو مجھے مل بھی گیا مگر...... مجھے اس بات کا ہرگز علم نہ تھا کہ دولت سے انسان سب کچھ خرید سکتا ہے مگر سکون اور خوشی نہیں۔ اس سے شادی کرنے کے بعد میں بے انتہا خوش تھی مگر ایک کسک سی تھی دل میں ایک...... ایک خلش دل میں رہ گئی تھی ہر وقت یوں لگتا جیسے میری کوئی قیمتی شے کھو گئی ہے اور لائبہ اسے اپنا حال دل بیان کرتی چلی گئی۔ اس نے رو رو کر مہتاب کو سب کچھ بتا دیا زاہد کی موت کے بارے میں بھی بتایا۔ اس نے جمی اور فرخندہ کے بعد زاہد کو مار ڈالا پھر میری طرف اپنی تلوار لے کر بڑھا تو میں ایک چیخ مار کر تہہ خانے سے باہر جانے کے لئے اس کی سیڑھیوں پر بھاگ کر چلتی گئی بس اب میں آخری سیڑھی پر تھی کہ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر کھینچا میں آدھی تہہ خانے کے اندر تھی اور آدھی باہر وہ مجھے اندر کھینچ رہا تھا اور میں اس سے اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے باہر کی طرف زور لگا رہی تھی اس کا زور مجھ سے کئی گنا زیادہ تھا اس لئے میں تھک گئی اچانک سٹور روم کا دروازہ انتہائی تیزی سے کھلا اور تیز ہوا کا جھونکا داخل ہو کر مجھ سے ٹکرایا اس کے بعد پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا کہ مجھ میں اتنی طاقت آ گئی کہ میں نے جھٹکے سے اس کمینے بوڑھے کو تہہ خانے سے باہر کھینچ لیا۔ میں نے نہ صرف اسے تہہ خانے سے نکالا بلکہ اسے سٹور روم سے بھی باہر گھسیٹ لائی۔ وہ میرے سامنے کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ تلوار تو کب کی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر تہہ خانے میں ہی پڑی ہوئی تھی۔ اب وہ عجیب عجیب انداز میں گھٹی گھٹی سی سانسیں لے رہا تھا۔ اس نے پہلے تو اپنے سینے پر ہاتھ رکھا پھر اچانک اپنے گلے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ وہ تڑپنے لگا اور اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑی جیسے کوئی زور زور سے اس کا گلا دبا رہا ہو اب اس سے سانس لینا محال تھا۔ میں سمجھ چکی تھی کہ اس کے دوست کی شیطانی طاقتوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ بے حد تکلیف کے عالم میں تھا اور مجھے اسے اس حال میں دیکھ کر ایک کمینی سی خوشی ہو رہی تھی وہ میرے سامنے گھٹ گھٹ کر مر رہا تھا پھر اچانک وہ حیرت انگیز طور پر زمین سے تین گز اوپر اٹھ گیا میری تو چیخ ہی نکل گئی۔ اسے جس نے بھی اٹھایا تھا وہ نظر نہ آ رہا تھا۔ پھر دھڑام سے نیچے زمین پر پٹخ دیا گیا اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل گئیں اور منہ سے خون نکلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد تڑپنے کے بعد وہ مر گیا۔ تب اس

کی لاش کو کوئی ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔ بس اب تو چھوڑ دیجئے اسے۔ میں نے ان دیکھی طاقت سے کہا۔ کیوں؟ ایک بھدی سی آواز نے مجھے جواب دیا۔ ہم اسے دفنا دیں گے۔ میں نے کہا۔ میری پہلی بات سے ہی ان دیکھی طاقت نے اس کا گھسیٹنا روک دیا تھا مگر میری دوسری بات سن کر دوبارہ اسے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ یہ مسلمان نہیں ہے کہ اسے دفنایا جائے اس کا جلانا بہتر ہے۔ ہمارے پیچھے آؤ۔ بھدی سی آواز نے کہا تو میں بوڑھے کے گھسیٹتے ہوئے جسم کے پیچھے جانے لگی کیونکہ جو مجھ سے ہمکلام تھی وہ مجھے نظر نہ آ رہی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے پیچھے آؤ تو میں سمجھ گئی تھی کہ یہ ایک عورت ہی نہیں بلکہ دو تین شیطانی طاقتیں ہوں گی۔ وہ ساجد کو گھسیٹتے گھسیٹتے ہمارے گھر کے صحن میں لے آئے۔ ہم لے جا رہے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کیونکہ ہم آزاد ہو گئے ہیں اور جیت بھی ہماری ہوئی ہے تم یاد سے اس کی لاش پر مٹی کا تیل چھڑک کر جلا دینا۔ بڑے ہی حقارت سے کہا گیا۔ سنو۔ میں نے کہا۔ تم لوگ کون ہو میرا مطلب کتنی شیطانی طاقتیں ہو۔ میں نے خوف سے پوچھا۔ میں ڈائن ہوں، میرے ساتھ ایک میاں بیوی کا جوڑا ہے اور ایک بھوت ہے۔ باقی شیطانی طاقتوں کو میں نے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا تھا ان کے کرتوتوں کی وجہ سے۔ اب یہ مت کہہ دینا کہ ہم ظاہر ہو جائیں کیونکہ اگر ہم ظاہر ہو جائیں تو ہماری بدصورت شکلیں دیکھ کر تم بے ہوش ہو جاؤ گی۔ ڈائن نے کہا اور مجھے دوبارہ سے کہنے ساجد کی لاش کو جلانے کا کہا اور پھر وہ چلے گئے۔ میں نے بھی ساجد کی لاش کو جلا ڈالا اور صبح ہی نوکروں کو بلوا کر تہہ خانے سے جمی اور فرخندہ اور زاہد کی لاشیں نکال کر اسلامی طریقے سے انہیں دفنا دیا پھر میں نے نوکروں سے تہہ خانے کی صفائی کی اور پورے گھر میں قرآن خوانی کی۔ اس کے بعد سے میں ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔ یہ کاوش تھی جس نے مجھے حوصلہ دیا اور بڑی منت سماجت کر کے تم سے ملنے پر آمادہ کیا ورنہ میں تم سے نظر کب ملا سکتی ہوں۔ میں تو مجرم ہوں تمہاری۔ مجھے معاف کر دو مہتاب۔ میں لالچی تھی اور اسی لالچ نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ میں بے وقوف تھی مہتاب! دولت اور محبت کا مقابلہ کرنے چلی تھی مگر محبت سے دولت کبھی جیت نہیں سکتی۔ یہ میں اچھی طرح جان گئی ہوں۔ نہیں لائبہ محبت ہار چکی ہے۔ مہتاب نے لائبہ کی بات کاٹ کر کہا اور اپنے آنسو پونچھ ڈالے تو لائبہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ ہاں لائبہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں تم سے محبت ضرور کرتا ہوں مگر میں تمہاری طرح خود غرض نہیں ہوں۔ مجھے پتہ ہے لائبہ کہ تمہیں محبت کی ضرورت ہے تم بہت اکیلی ہو گئی ہو مگر میں تمہیں اپنا نہیں سکتا لائبہ کیونکہ میں کسی اور کو اپنا چکا ہوں جو اس وقت ہمارے پیچھے کھڑی ہے۔ مہتاب نے کہا اور پھر مہتاب اور طلحہ دونوں سامنے سے ہٹے تو پیچھے چھپی کاوش لائبہ کے سامنے آ گئی جسے دیکھ کر لائبہ کو دھچکا لگا۔ تم...... تم...... تم مہتاب کی بیوی...... مم...... مگر...... اس سے آگے لائبہ کچھ کہہ نہ سکی کاوش کا رنگ بھی فق ہو چکا تھا۔ لائبہ کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو وہ غم و غصے سے دیوانی ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتی تھی حالانکہ اس کا دل تو بہت کر رہا تھا کہ کاوش کو خوب سنائے اسے پتہ بھی نہ چلا کہ پارک سے گھر تک کا رستہ اس نے کیسے کاٹا ہاں یہ ضرور یاد تھا کہ کئی جگہ ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر ایسے بیٹھی جیسے اس کا پورا جسم زخموں سے چور چور ہو اور آنسو وہ تو اب نئے سرے سے بہنا شروع ہو گئے تھے۔ لائبہ تم ہار گئی...... تم ہار گئی لائبہ...... تم نے خود ہی اپنی محبت کا گلا گھونٹ دیا اپنے ہی ہاتھوں اور کاوش تم...... تم تو مجھے مجبور کر رہی تھی مہتاب سے ملنے کے لئے...... تو کیا تم مجھے اپنی محبت کا جنازہ دکھانا چاہتی تھی...... اوہ...... کاوش تمہیں اب میں کیا کہوں اوہ ایسے کہہ رہی تھی جیسے کاوش اس کے سامنے کھڑی ہو اس کی سوچوں میں۔ مہتاب نے تو مجھ سے انتقام لینے کی ٹھان ہی لی تھی مگر تم بھی اس کے ساتھ مل گئی۔ تم نے مجھے سبق سکھانے کے لئے ایک ایسے شخص سے شادی کر لی جو کبھی تمہارا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو تم نے خود پر بھی ظلم کیا ہے...... مگر میں...... میں تمہیں بھی

دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ لائبہ نے بھی ہمت نہ ہاری اور بھاگ کر سٹور میں گھس گئی۔ اس نے زاہد کو تہہ خانے میں جانے سے روکا تو زاہد نے اسے دھکا دے کر کسی ٹوٹے پھوٹے میز پر پھینک دیا۔ ایک دبی دبی سی چیخ اس کے منہ سے نکل گئی مگر آج لائبہ کا سارا خوف اس کی بہادری میں دب کر رہ گیا تھا وہ پھر اٹھی اور تہہ خانے میں اتر گئی۔ بس ...... اب تم موت کے مستحق ہو صرف موت کے۔ تمہیں اور تمہاری بیوی کو مرنا ہوگا، ضرور مرنا ہوگا۔ کیونکہ تم نے میرا راز اپنی بیوی کو بتا کر میری مخالف طاقتوں کو شہہ دی ہے۔ تمہیں میں نے کتنی سختی سے منع کیا تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نے تمہیں بس فضول میں ہی منع کیا تھا۔ ارے تمہیں نہیں پتہ ان کالی طاقتوں کا کہ یہ اپنے مخالف کو مارنے کے لئے کس کس رنگ کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ اب وہ شیطانی طاقتیں آزاد ہو گئی ہیں۔ میرا اثر کمزور پڑ گیا ہے تمہیں نہیں پتہ کہ وہ کب سے تمہیں اور تمہاری بیوی کے ذہنوں کو اپنے کنٹرول میں کر کے مارنا چاہ رہے تھے مگر میں نے انہیں روکے رکھا مگر تم نے میرا راز افشاں کر کے ان پر احسان کیا ہے اس سے پہلے کہ وہ تم دونوں کے ذریعے میرا خون کریں میں تم دونوں کا خون کر دیتا ہوں۔ وہ غصے سے اپنی گرجدار آواز میں بولا۔ یہ ...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بڑے بھائی۔ آپ اپنے ہی بھائی کا خون کریں گے۔ میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں۔ زاہد نے جتایا۔ میرا مقصد امر ہونا ہے جو تمہاری زندگی سے زیادہ اہم ہے میرے لئے۔ میں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تم جیسے سو بھائیوں کی قربانی دے سکتا ہوں۔ اگر مجھے اس مقصد کے لئے اپنے ماں باپ کی بلی دینی پڑتی تو بھی دے دیتا بشرطیکہ وہ زندہ ہوتے۔ تمہیں کیا پتہ مہاپرش بننے کے لئے میں نے کتنے جتن کئے ہیں کتنا انتظار کیا ہے۔ اپنی پوری جوانی داؤ پر لگا دی یہاں تک کہ اپنا مذہب چھوڑ دیا اور اب خود کو موت کے حوالے کر دوں۔ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تمہیں یہ قربانی دینی ہی ہوگی۔ انہوں نے کہا اور کچھ پڑھ کر زاہد پر پھونکا تو وہ وہیں بت بنا کھڑا رہ گیا۔ پھر وہ اپنی تلوار اٹھا کر اس کے پاس آیا۔ نہیں چھوڑ دو زاہد کو، اسے کچھ مت کہو...... لائبہ نے رو کر فریاد کی۔ اوہ، بہت خوب ہمیں پتہ تھا کہ تم یہیں پر ہو۔ تم فکر مت کرو تمہاری باری اس کے بعد آئے گی۔ اس نے لائبہ کو دھکا دے کر پرے پھینک دیا اور تلوار کا وار زاہد کی گردن پر کر دیا۔ نہیں ـــ لائبہ کے منہ سے کانوں کو پھاڑنے والی چیخ نکل گئی۔ چیخ کی آواز کے ساتھ ہی زاہد کا سر کٹ کر دور جا گرا۔ کمینے ...... لے لے ...... لے لے۔ لائبہ کا دل چاہا کہ سامنے کھڑے آدمی کی بوٹیاں نوچ ڈالے۔ اب وہ تلوار لئے لائبہ کی طرف بڑھا تو لائبہ خوف سے کانپ اٹھی۔ لائبہ کو اپنے خواب کی اتنی بھیانک تعبیر ملے گی یہ اس نے سوچا نہ تھا۔

O

طلحہ، مہتاب اور کاوش اس وقت پارک میں موجود تھے۔ کاوش رو رہی تھی۔ کاوش پرسوں تم نے ہمیں جمی کی موت کی خبر دے کر رلایا تھا اور ہمیں یہ سوال پوچھنے سے تو منع ہی کر دیا تھا کہ جمی کی موت کب اور کیسے ہوئی مگر تم آج پھر رو رہی ہو، اب کیا ہوا ہے؟ مہتاب نے پریشان ہو کر کاوش سے پوچھا۔ وہ...... وہ وہ...... لائبہ کا شوہر زاہد اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس نے رو کر کہا تو طلحہ اور مہتاب حیران ہی تو ہو گئے۔ مجھے آج صبح ہی لائبہ نے اپنے گھر بلوا کر سب کچھ کہہ سنایا۔ تمہیں شاید پتہ نہیں کہ جمی کا قتل لائبہ کے گھر میں ہوا تھا اور زاہد کا قتل بھی اپنے ہی گھر میں ہوا۔ قتل کرنے والا کوئی اور نہیں لائبہ کا دیور تھا جو خود بھی اس دنیا میں نہ رہا۔ اب لائبہ اپنے گھر میں اکیلی رہ گئی ہے۔ کاوش کے انکشافات پر دونوں نے ہونقوں کی طرح اسے دیکھا۔ مجھے تو لائبہ پر ترس آ رہا ہے۔ وہ بیچاری تو ٹوٹ کر بکھر گئی ہے۔ کاوش نے روتے ہوئے کہا۔ مہتاب کو جہاں افسوس ہوا وہیں اس کے دل میں ایک کمینی سی خوشی نے بھی انگڑائی لی تھی۔ حالات اس قدر بدل جائیں گے میں نے تو یہ سوچا بھی نہ تھا۔ طلحہ نے کہا۔ مگر میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کیسے ہو گیا اور کیوں ہو گیا؟ مہتاب نے اپنے اندر کی خوشی کو چھپا کر تجسس سے پوچھا۔ اس کا جواب تمہیں لائبہ دے گی۔ کیا

معاف نہیں کروں گی کاوش بھی نہیں اور نہ ہی مہتاب کو معاف کروں گی۔ تم دونوں نے مل کر مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اس نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل ابھی پھٹ جائے گا اور اس کی سانسیں بھی رک رک سی جا رہی تھیں۔ اس کا دل چاہا کہ ایک زور کی چیخ مارے اور پھر ایسا ہی کیا ایک زور کی چیخ ماری پورے گھر میں گونج کر رہ گئی۔

O

مہتاب، کاوش اور طلحہ اب بھی پارک میں ہی کھڑے تھے۔ لائبہ کے آنے سے پہلے اگوش ان کے پاس آئی تھی انہیں مطلع کرنے کے لئے لائبہ آ رہی ہے مہتاب تم سے ملنے کے لئے اور اسے میں نے ہی مجبور کیا ہے تم سے ملنے کے لئے ورنہ وہ تو اپنے آپ کو تمہارا مجرم سمجھ کر تم سے ساری زندگی نہ ملنا چاہتی تھی مگر میں نے بڑی مشکلوں سے راضی کیا ہے اسے۔ اب پلیز تم بھی اسے معاف کر دینا اب یہ نہ ہو کہ کوئی پرانا حساب لے کر بیٹھ جاؤ۔ وہ بیچاری پہلے سے ہی ٹوٹ چکی ہے اسے بکھرنے سے بچا لو۔ کاوش نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تو مہتاب کی آنکھیں چمک اٹھیں اس نے مجھے بہت تڑپایا ہے کاوش! اب میرا بھی حق بنتا ہے اسے آزمائش میں ڈالنے کا۔ نہیں مہتاب! تمہارا کوئی حق نہیں بنتا اسے آزمائش میں ڈالنے کا کیونکہ آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمایا نہیں کرتے اور بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم اسے آزمائش میں ڈال کر اسے ناکام ہوتا دیکھ کر خود ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاؤ کیونکہ اسے آزمائش میں ڈالنے والے بھی تو تم ہی ہو گے اور ویسے بھی تو پہلے ہی سے گھائل ہو چکی ہے اسے مزید گھائل کیوں کر رہے ہو؟ طلحہ نے سمجھایا مگر پتہ نہیں اس کے سر میں کیا خناس سمجھایا ہوا تھا کہ طلحہ اور کاوش کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اس نے ان کی ایک نہ سنی اور پھر کاوش کو اپنا منصوبہ سمجھایا کہ وہ لائبہ کے سامنے اس کی بیوی ہونے کا ڈھونگ رچائے گی وہ بھی صرف چند منٹ کے لئے اس طرح لائبہ کے دل میں مجھے کھونے کا احساس جاگ اٹھے گا اور اس کے دل میں میری محبت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مگر اس کے برعکس بھی تو ہو سکتا ہے مہتاب! ذرا سوچو اس طرح وہ تم سے بہت دور بھی تو جا سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے دل میں تمہارے لئے نفرت اور انتقام پیدا ہو جائے۔ تم پر سے اس کا اعتبار ہی اٹھ جائے۔ طلحہ نے اندیشے ظاہر کئے۔ نہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اب قسمت میرا ساتھ دے رہی ہے۔ مہتاب نے کہا اور تھوڑی سی کوشش کر کے دونوں کو راضی کر لیا۔ اپنے منصوبے کا حصہ بننے کے لئے لائبہ کے آنے کے بعد انہوں نے اس کے ساتھ ویسا ہی کیا جیسا کہ انہوں نے منصوبہ بنایا تھا اور اس کے جانے کے بعد اب تینوں پریشان کھڑے تھے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں اس کے گھر جانا چاہئے سرپرائز دینے کے لئے۔ مہتاب نے کہا۔ مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے کہیں لائبہ ہمیں معاف کرنے سے انکار ہی نہ کر دے۔ کہیں وہ ہم سب سے دور نہ چلی جائے۔ کاوش نے پریشانی سے کہا تو مہتاب بھی پریشان ہو گیا۔ ہاں اب ہمیں لائبہ کو خوش کرنے کے لئے اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔ مہتاب نے کہا پھر تینوں نے ٹیکسی پکڑی اور لائبہ کے گھر کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

وہ تینوں لائبہ کے گھر میں بڑی آسانی سے آ گئے تھے کیونکہ لائبہ کے گھر کا مین گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ لائبہ کے کمرے میں آ گئے۔ لائبہ اپنے کمرے اپنے بیڈ پر گھٹنوں سے چور اسی انداز میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ آنسوؤں سے گیلا تھا۔ لائبہ ہم...... ہم نے تم سے جو کہا وہ جھوٹ تھا۔ دراصل ہم تمہیں آزمانا چاہتے تھے کہ تم ہم سے کتنی محبت کرتی ہو اس بات کا اندازہ لگانا چاہتے تھے۔ ہم سب مل کر تمہارے ساتھ ڈرامہ کر رہے تھے۔ پلیز ہمیں معاف کر دو۔ کاوش نے ڈر کر کہا مگر لائبہ ہنوز اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی وہ ان کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی وہ سامنے دیوار کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لائبہ پلیز مجھے معاف کر دو میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔ تمہیں پتہ ہے مہتاب تم سے بے حد محبت کرتا ہے تمہارے علاوہ تو وہ کسی اور لڑکی کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا، شادی تو پھر دور کی بات ہے۔ کاوش نے پشیمان ہو کر کہا۔ لائبہ نس

سے مس نہیں ہوئی تو کاوش لائبہ کے پاس بیٹھ گئی اور اسے اپنے ہاتھوں کے گھیرے میں لینا چاہا تو وہ بیڈ پر ڈھے گئی۔ ایک لمحے کے اندر اندر سب حیران رہ گئے۔ لائبہ ...... کیا ہوا تمہیں...... لال...... لائبہ۔ کاوش سے بولا بھی ٹھیک طریقے سے نہ گیا اس کی آواز اس کے گلے میں پھنس گئی۔ مگر لائبہ کی نظر مہتاب پر مرکوز تھی اور ہزاروں شکوے اور سوالات مہتاب کے لئے موجود تھے ان آنکھوں میں۔ لائبہ کیا ہوا تمہیں۔ لائبہ ہوش میں آؤ۔ پہلے مہتاب اور پھر طلحہ نے کہا۔ کاوش نے اس کی نبض چیک کی، اس کی سانسیں چیک کیں، اس کے دل کی دھڑکن بھی چیک کر ڈالی۔ مگر سب کچھ رک گیا تھا۔ وہ تو کب کی ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔ اپنی آنکھوں میں ہزاروں شکوے شکایات اور سوالات رقم کر کے وہ اتنے غم برداشت نہ کر پائی تھی اور دل کے دورے سے چل بسی تھی۔ مہتاب اور کاوش دیوانوں کی طرح اس کی لاش پر رو رہے تھے، چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے اور دونوں کے منہ پر بس ایک ہی جملہ تھا۔ پلیز ہمیں معاف کر دو۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ طلحہ رو رو کر انہیں تسلیاں دے رہا تھا مگر ان پر کیا خاک اثر ہونا تھا اس لئے وہ بھی تھک ہار کر ایک کونے میں بیٹھ کر لائبہ اور مہتاب کی قسمت کا ماتم کرنے لگا۔ مرنے سے پہلے ہر انسان خواب دیکھتا ہے جنہیں اس کی تعبیر بھی مل جاتی ہے۔ لائبہ کو بھی اپنے خوابوں کی تعبیریں مل گئی تھیں مگر مہتاب کو اپنے خوابوں کی اتنی بھیانک تعبیریں ملیں گی یہ تو اس نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ لائبہ مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہیں آزمائش میں ڈالا، تمہیں سزا دی مگر تم نے ...... تم نے تو بدلے میں مجھے ساری عمر کی آزمائش میں ڈال دیا۔ اتنی سی آزمائش کی اتنی بڑی سزا دی تم نے مجھے تم نے مجھے ایسی سزا دی ہے لائبہ کہ جو میری پوری زندگی کے لئے کافی ہے۔ مہتاب نے کہا ایسے جیسے پاگل ہو گیا ہو اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ یہ میں نے کیا کر دیا ...... یہ میں نے کیا کر دیا۔ لائبہ پلیز مجھے معاف کر دو ورنہ میں خود کو بھی کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی۔ کاوش نے چیخ چیخ کر کہا اور بھل بھل رو دی۔ لائبہ تو چلی گئی مگر کاوش اور مہتاب کے سامنے تو پوری زندگی پڑی تھی جسے انہوں نے پل پل مر کر جینا تھا ندامت میں ایک "کاش" کے سہارے۔ آزمائش بہت سخت چیز ہوتی ہے خدا کسی بھی پیار کرنے والے کو آزمائش کے کٹھن مرحلوں سے نہ گزارے۔ یہ دنیا تو ایسی ہی ہے، یہاں ہر کسی کو اس کا حسب آرزو نہیں ملتا۔ ہر کسی کے خوابوں کی تعبیر بہار لے کر نہیں آتی۔ کچھ تعبیریں ایسی بھی ہوتی ہیں جو زندگی کا رخ بدل دیتی ہیں یا پھر کچھ خوابوں کی تعبیر زندگی کو بالکل روک دیتی ہے اور ایسی تعبیر بھیانک تعبیر کہلاتی ہے...... ہاں بھیانک تعبیر!

***

تیری یادیں

تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا
بے سبب تو نہ تھیں تیری یادیں
تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا
ضبط کا حوصلہ بڑھا لینا
آنسوؤں کو کہیں چھپا لینا
کانپتی ڈوبتی صداؤں کو چپ کی
چادر سے ڈھانپ کر رکھنا
بے سبب بھی کبھی کبھی ہنسنا
جب بھی بات ہو کوئی کبھی کی
موضوع گفتگو بدل دینا
بے سبب تو نہ تھیں تیری یادیں
تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا

☆...... محمد حنیف عابد گھی۔ خان پور

کبھی دل کا گھر آباد کر کے دیکھنا
کبھی سرتوں سے دل آزاد کر کے دیکھنا
انمول ہو جائے گا زمانے میں تو بھی
آنکھوں پہ حیا کا پردہ کر کے دیکھنا
ملیں گی ماتیں تمام عمر تم کو
اک بار ہمیں بھی آزما کر دیکھنا

☆...... عابد رشید۔ ڈھوک مغل

مختصر خوفناک کہانیاں

سزا تو ملنی تھی

تحریر: حمید الدین

میرا تعلق بھارت کے مشہور شہر بدایوں سے ہے۔ قیام پاکستان کے وقت میں بی اے سال اوّل کا طالب علم تھا اور بریلی کالج میں زیر تعلیم تھا۔ ہم سات بہن بھائی تھے۔ والد صاحب بہت بڑے زمیندار تھے۔ زمینوں اور باغات سمیت والد نے ہر بچے کے لئے الگ الگ مکانات ہموار کیے تھے۔ اپنے بہن بھائیوں میں صرف میں پاکستان آ گیا تھا، باقی افراد وہیں اسی انداز میں رہ رہے ہیں۔ میں سال میں ایک بار وہاں کا چکر لگا لیا کرتا تھا۔ یہ واقعہ میرے تیسرے نمبر کے بھائی جمیل کے ساتھ پیش آیا۔ وہ شروع سے شکار کا شوقین تھا بچپن میں غلیل اور بڑے ہونے پر رائفل اس کے ہاتھوں میں ضرور ہوتی۔ میں جب ایک بار بدایوں، گھر والوں سے ملنے گیا تو جمیل کو ست پایا۔ پتا چلا کہ اس کی ہتھیلی پر ایک بڑا سا پھوڑا نکل آیا تھا، اس کی سوجن سے اس کے ہاتھ کی چاروں انگلیاں آپس میں جڑ گئی تھیں۔ میں نے اس کی ہتھیلی دیکھی تو بڑی تشویش ہوئی۔ بھتیجی نے بتایا کہ ابا نے اپنے اس پراسرار پھوڑے کا ہر جگہ علاج کروایا جس کسی نے جیسا علاج بتایا اور جس ڈاکٹر یا حکیم کے بارے میں بتایا ابا وہاں گئے مگر کسی علاج سے انہیں ذرہ برابر افاقہ نہیں ہوا۔ بھتیجی نے ٹھوڑی پر ایک نشان کو دکھاتے ہوئے بتایا کہ یہ بھی ابا کے علاج کے دوران میں ایک حادثے کا نتیجہ ہے۔ کسی نے ابا کو اس پھوڑے کی جراحی کروانے کا مشورہ دیا تھا۔ ابا شہر کے مشہور جراح کو گھر لے کر آئے، اس وقت میں غسل خانے میں نہا رہی تھی۔ جراح نے پھوڑے کو چیرا دیا۔ ابا کے حلق سے ایسی بھیانک آواز نکلی جیسے گائے ذبح ہونے سے پہلے ڈکرا رہی ہو۔ اس آواز کو سن کر میں باتھ روم میں گیلے فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ میری ٹھوڑی اور گردن پر کئی ٹانکے آئے جن کے نشانات ابھی تک موجود ہیں۔ ابا کے پھوڑے کی جراحی ہو گئی مگر اس سے بھی پھوڑے پر کوئی فرق نہیں پڑا اور وہ دوبارہ اسی سائز میں نکل آیا۔ ابا کو پھوڑے کی تکلیف کے ساتھ یہ دکھ بھی تھا کہ وہ اب شکار نہیں کھیل سکتے۔ اپنے بھائی کی اس تکلیف پر مجھے بے حد پریشانی ہوئی۔ میری بڑی بہن بہت متقی اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ تہجد کے بعد لمبے لمبے وظائف پڑھتی رہتی تھیں۔ میں نے ان سے کہا۔ آپا! جمیل کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی، وہ ہر قسم کا علاج کرا چکے ہیں۔ صرف روحانی علاج نہیں کروایا، آپ اس معاملے میں ان کی مدد کر سکتی ہیں۔ بہن نے کہا۔ تم اسے سمجھاؤ وہ ان باتوں کو مانتا کب ہے، جب تک کسی علاج پر اعتقاد مضبوط نہ ہو وہ اثر پذیر کیسے ہوگا۔ میں نے جمیل کو اس امر پر بڑی مشکل سے راضی کیا۔ میری بھارت سے واپسی کے دن قریب تھے اس لئے باقی تفصیل مجھے پاکستان آنے کے بعد خطوط کے ذریعے ملی جو قارئین کی نذر کر رہا ہوں اور اس کی تصدیق میں نے وہاں اگلے سال جا کر خود بھی کی۔ واقعی یہ واقعہ حیرت انگیز تھا۔

میری بہن نے بھائی کی صحت یابی کے لئے کسی روحانی معالج کے بجائے خود اپنے طور پر خصوصی عبادت شروع کی اور پھر ایک ایسا واقعہ ہوا کہ جمیل پر بھی بات واضح ہو گئی کہ کوئی نادیدہ مخلوق اس کو نقصان پہنچانے کے در پے تھی۔ ہوا یہ کہ جمیل نے اپنے گھر کے باہر ایک وسیع صحن میں اپنا کمرہ بنانے کا کام شروع کیا۔ مزدوروں نے رات دن ایک کر کے کمرہ تعمیر کر دیا۔ اگلی صبح گھر والے اٹھے تو وہ کمرہ ملبے کی ڈھیر کی صورت اختیار کر چکا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے اسے جنون کی حالت میں توڑ پھوڑ کر ڈھا دیا ہو۔ جمیل نے اسے کسی دشمن کی کارروائی سمجھا۔ اس نے دوبارہ اسے بنوایا۔ دوسری بار بھی وہ کمرہ چوکیدار کی آنکھوں کے سامنے زمین بوس ہو گیا۔ اس مرتبہ جمیل نے اسے کاریگروں کی ناقص کارکردگی اور خراب مال استعمال کا نتیجہ سمجھا اور یہ کام دوسرے ٹھیکیدار کے سپرد کر دیا۔ تیسری بار بھی وہی حشر ہوا۔ جمیل نے چار مرتبہ وہ کمرہ تعمیر کروایا اور چاروں مرتبہ وہ زمین بوس ہو گیا۔ تب جمیل نے ہتھیار ڈال دیے اور ایک عالم سے رجوع کیا۔ انہوں نے آ کر صحن کا معائنہ کیا اور نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ صحن کے آدھے حصے اور کونے میں بنے ہوئے ایک چھوٹے کمرے پر جنات کا قبضہ ہے اور وہ کبھی اس جگہ پر کمرہ تعمیر نہیں ہونے دیں گے اس لئے کمرہ بنانے کا خیال ترک کر دینا بہتر ہوگا۔ وہ مکینوں کو بڑے نقصانات بھی پہنچا سکتے

تھی۔

جمیل بھائی کو تب یقین آ گیا کہ واقعی ان کے پیچھے کوئی نادیدہ مخلوق ہے۔ انہوں نے عالم کو اپنے پھوڑے کے بارے میں بتایا تو اس نے کچھ وظائف بتا کر کہا کہ گھر کی کسی متقی اور پرہیزگار ہستی سے یہ وظائف پڑھوائیں، ان شاء اللہ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ جمیل نے سارا واقعہ بڑی بہن کے گوش گزار کیا وہ فوراً وظیفہ پڑھنے پر راضی ہو گئیں۔ وہ خود بھی جمیل کے لئے وظیفے پڑھتی رہتی تھیں۔ انہوں نے عالم کا بتایا ہوا وظیفہ بھی شروع کر دیا۔ ساتویں دن وظیفہ ختم کر کے بڑی رقت سے جمیل کے لئے دعا مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ انہیں کوئی ایسا اشارہ مل جائے کہ ان پر جمیل کی بیماری کی حقیقت کھل جائے۔ اس رات آپا دعا مانگتے مانگتے مصلے پر ہی سو گئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے بڑے باغ کے ایک کونے میں ایک دراز قد بزرگ کھڑے ہیں۔ جس کونے میں وہ کھڑے ہیں وہاں ایک چبوترا بنا ہوا ہے اور بہت پرانی چھوٹی چھوٹی چند قبریں بھی ہیں۔ ہم لوگ بچپن سے وہ قبریں اور چبوترا دیکھتے آئے تھے۔ اپنے بڑوں سے سنا تھا کہ یہ چبوترا حویلی کی تعمیر سے پہلے ہی باغ میں موجود تھا۔ قبریں بھی اسی کے ساتھ ساتھ موجود تھیں۔ حویلی میں اس باغ کو بناتے ہوئے انہیں جوں کا توں رہنے دیا گیا تھا۔ میری بڑی آپا نے خواب میں اس چبوترے پر اس جگہ اس نیم مجسم بزرگ کو کھڑے دیکھا۔ میری آپا نے پوچھا۔ آپ ہمارے باغ میں کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں اپنے بچوں کی حفاظت کر رہا ہوں، تمہارا شکاری ان پر نشانے بازی کرتا رہا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ فائر کر کے میرے بچوں کو زخمی کر دیا تھا۔ میں نے اسے اب ایسی سزا دی ہے کہ وہ شکار کے قابل نہیں رہا۔ اگر میرے بچے مر جاتے تو اسے بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ آپا کی خواب کے اس حصے پر کسی کھٹکے سے آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ بیٹھیں اور اپنے پلنگ پر جا کر لیٹ گئیں۔ پھر پریشانی میں ساری رات نہ سو سکیں۔ صبح جمیل کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو اسے پاس بٹھا کر پیار سے پوچھا۔ جمیل! بالکل سچ بتاؤ کہ تم نے کبھی چبوترے کے آس پاس نشانہ بازی کی تھی؟ جمیل نے بتایا کہ اس نے کچھ عرصے پہلے باغ میں چبوترے کے پاس کچھ دھندلے دھندلے سائے دیکھے تھے۔ سہ پہر کا وقت تھا، اس نے بلا سوچے سمجھے ان پر فائر کھول دیا تھا مگر جب وہاں جا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپا نے کہا۔ یاد کرو تمہاری ہتھیلی کا یہ پھوڑا اس واقعے کے بعد نمودار ہوا تھا۔ جمیل نے بتایا کہ اس واقعے کے دوسرے ہی روز پہلے اس کا دایاں ہاتھ سوجا اور پھر ہتھیلی پر پھوڑا نکل آیا تھا۔ آپا نے جمیل کو اپنا خواب سنایا تو جمیل کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی کسی نادیدہ ہستی کے عتاب میں آ گیا ہے۔ اب اسکا علاج کیسے ہو؟ ان ہی عالم سے رجوع کیا تو انہوں نے کہا وہ وظیفہ جاری رکھیں۔ وہ بزرگ دوبارہ خواب میں آئیں تو ان کو راضی کرنے کی کوشش کریں، وہ یقیناً جنات کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں وہی اس کا توڑ بتا سکتے ہیں۔ کسی اور کے لئے ایسا کرنا بہت دشوار ہو گا۔

آپا تن من دھن سے جمیل کو اس مصیبت سے نجات دلانے میں لگ گئیں۔ دوسری بار تقریباً دو ماہ بعد وہ بزرگ انہیں خواب میں دکھائی دیئے۔ آپا بتاتی ہیں کہ وہ خواب میں نہیں بلکہ نیم غنودگی کے عالم میں دکھائی دیئے تھے۔ آپا نے ان سے رو رو کر جمیل کے لئے معافی طلب کی۔ بزرگ نے جواب دیا۔ یہ کام میں نے جس سے کروایا تھا، وہی اس کا توڑ جانتا ہے۔ وہ فقیر مراد آباد کے ایک ہوٹل کے آس پاس ملے گا۔ اسے ڈھونڈیں اور اس سے علاج کروالیں، مگر سزا تو اسے ضرور ملے گی، کیسے ملے گی، یہ آپ لوگوں کو بعد میں پتا چل جائے گا۔ آپا جب اس غنودگی کی کیفیت سے نکلیں تو بہت پرجوش تھیں۔ انہوں نے اگلے ہی روز جمیل کو ساتھ لیا اور مراد آباد چلی گئیں۔ کئی ہوٹلوں کے چکر کاٹنے بالآخر ایک ہوٹل کے پاس ایک فقیر دکھائی دیا جو غیر معمولی قد کا ٹھ تھا۔ آپا تو اسے کیا پہچانتیں، اس نے خود قریب آ کر کہا۔ آ گئے تم دونوں، تمہیں دوا چاہئے نا۔ آپا نے فوراً ہاتھ بڑھایا، اس نے جیب سے پڑیا نکالی اور کہنے لگا۔ اس کو دودھ میں ڈال کر اسے پلا دینا مگر اسے سزا تو بہر حال ملے گی، یہ بہت شکاری بنتا ہے ناں۔ آپا اور جمیل ہکا بکا کھڑے رہ گئے۔ وہ دوا کی پڑیا آپا کے ہاتھ میں تھما کر بھیڑ میں گم ہو گیا۔ گھر آ کر آپا نے پہلا کام یہی کیا۔ اس پڑیا میں سے مٹی کے رنگ کا سفوف دودھ میں گھول کر جمیل کو پلا دیا۔ دوسرے روز ہی پھوڑے کی سوجن اترنا شروع ہو گئی اور ہفتے کے بعد پھوڑا پچک کر ہتھیلی کی کھال پر جم کر خشک ہو گیا۔ سب لوگ بے حد خوش تھے کہ اس بلا سے نجات ملی مگر سزا تو بہر حال جمیل کو بقول آپا ملنی تھی۔ یہ سزا کیسی تھی اس کا علم تقریباً سال بعد ہوا۔ جب جمیل نے پھر سے شکار کے لئے رائفل ہاتھ میں لی تو کچھ دیر بعد ہی اس کی ہتھیلی پر کھجلی ہونے لگی اور اگلے روز پھر وہی منحوس پھوڑا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہتھیلی پر براجمان تھا۔ جمیل۔ ایک ہفتے تکلیف سہی پھر وہ پھوڑا پہلے کی طرح پچک کر درد اور سوجن سمیت غائب ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد کئی بار بھارت گیا۔ جمیل کی ہتھیلی پر وہ پھوڑا دکھائی نہیں دیا۔ اس نے بتایا کہ سال میں ایک یا بھی دو بار وہ سرخ پھوڑا اس کی ہتھیلی پر ضرور نمودار ہوتا ہے اور کچھ روز بعد خود بخود بغیر کسی علاج کے غائب ہو جاتا ہے۔ شاید یہی وہ سزا ہے جس کا آپا کے خواب میں اس بزرگ نے اشارہ کیا تھا۔ یہ عجیب و غریب واقعہ آج تک ہم سب کو حیران کئے ہوئے ہے۔

سانپوں کا خوف

تحریر: ایم حسین

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میری عمر پانچ سال تھی۔ میری یادداشت ماشاءاللہ ہمیشہ سے اچھی رہی ہے اس لئے یہ واقعہ پوری جزئیات کے ساتھ ساری کی البم میں محفوظ ہے۔ ہم اس زمانے میں ریاست بے پور، بھارت میں رہتے تھے۔ آباؤ اجداد کو مغلیہ دور میں ہزاروں ایکڑ زمین میں دی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ زمینداری ہمارا پیشہ بن گئی۔ یہ زمینیں بارانی اور کنوئیں کے پانی سے کاشت کی جاتی تھیں۔ جب کاشت کرنے کے دن آتے تو کھیتوں کو گوڈی کرنے کے دوران میں اکثر زہریلے سانپ نکل آتے۔ والد صاحب نے مزارعوں کو سختی سے ہدایت کی ہوئی تھی کہ سانپوں کو کسی بھی صورت نہ مارا جائے۔ اگر کوئی سانپ کسی کو کاٹ بھی لیتا تو وہ فوراً والد صاحب کے پاس آ جاتا۔ وہ قرآنی آیات سے اس زہر کا اثر ختم کر دیتے تھے۔ مریض جاں بلب حالت میں ان کے پاس آتا اور دم کروانے کے بعد ہنستا مسکراتا واپس لوٹ جاتا۔ مزارعے اسی لئے والد صاحب کے حکم پر عمل کرتے تھے اور سانپوں کو مارنے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتے۔ اگر مارنا ناگزیر ہو جاتا تو والد صاحب کی ہدایت تھی کہ ایسی صورت میں بھی بلند آواز میں یہ ضرور کہا جائے کہ تو اگر جن ہے تو یہاں سے چلا جا۔ اگر یہ بات سن کر وہ رک جائے تو اسے مار کر فوراً زمین کے اندر گاڑ دیا جائے۔ بصورت دیگر اس کا پیچھا کرنے کی حماقت نہ کی جاتی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس روز بارش ہوئی تھی۔ شام سے ذرا پہلے والد صاحب بارش رک جانے کے بعد زمینوں کا معائنہ کرنے نکلے تو میری ضد پر مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ ہم کھیتوں میں پہنچے، پگڈنڈی پر قدم رکھا ہی تھا کہ قریبی سرکنڈے کی جڑ سے ایک لمبا اور موٹا سیاہ ناگ اپنی دم کے زور پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ ہمارا راستہ روکے کھڑا تھا۔ میں خوفزدہ ہو کر والد صاحب سے لپٹ گیا۔ سردی کی وجہ سے والد صاحب نے اپنا منہ موٹی سی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا، صرف آنکھیں کھلی تھیں۔ انہوں نے سانپ کو راستہ روکے دیکھ کر ذرا اونچی آواز میں کہا۔ ارے میں ہوں۔ والد صاحب کی آواز سن کر سانپ زمین میں بیٹھتا چلا گیا اور پلک جھپکتے میں راستے سے ہٹ کر غائب ہو گیا۔ یہ حیرت انگیز منظر مجھے خوفزدہ کر گیا۔ والد صاحب نے میری پیٹھ تھپتھپائی اور بولے۔ بیٹا اسے میں نے اپنے کھیتوں کا چوکیدار مقرر کیا ہے۔ یہ کسی غیر کو کھیتوں میں نہیں آنے دیتا۔ میں نے کہا۔ ابا جی یہ تو ہمارا راستہ بھی روک رہا تھا، یہ کیسا چوکیدار ہے۔ والد صاحب نے میری بات سن کر زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگے۔ ماشاءاللہ میرا بیٹا سمجھدار ہو گیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ میں نے چادر سے منہ ڈھانپا ہوا تھا اسلئے اس نے مجھے غیر سمجھ کر راستہ روکا۔ جب میں نے چادر ہٹائی تب وہ بیٹھ گیا۔ یہ ہمارے گھر کے سبھی مردوں کو اور جو یہاں کام کی نگرانی پر مامور ہیں، ان سب کو پہچانتا ہے۔ تمہیں اس نے پہلی بار دیکھا ہے اس لئے اس نے مجھے اور تمہیں غیر سمجھ کر راستہ روک لیا، میں نے پہچان کرائی تو چلا گیا۔

میں سانپ کے دم پر کھڑا ہونے کے منظر سے بے حد سہم گیا تھا، ہر قدم پر یہی محسوس ہوتا رہا کہ وہ کھیتوں کے کسی بھی سرے سے نکل کر پھر سامنے آ جائے گا۔ میرا یہ خوف دیکھ کر والد صاحب مسکراتے رہے۔ سانپ دوبارہ ہمارے راستے میں نہیں آیا۔ گھر واپسی پر والد صاحب مجھے اپنے ساتھ چھت پر لے گئے اور وہیں کھانا منگوا لیا۔ جب میں خوف کی کیفیت سے نکل آیا تو انہوں نے کہا۔ بیٹا میری نصیحت غور سے سنو، ان سانپوں سے تم کبھی مت ڈرنا، یہ ہمارے دوست ہیں، یہ کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

میں نے کہا۔ ابا جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سانپ انسانوں سے دوستی کرے۔ سانپ تو دیکھتے ہی مار دینا چاہئے ورنہ یہ ہمیں ڈس لے گا۔ والد صاحب نے جواب دیا۔ تمہاری بات درست ہے، سانپ بڑا موذی جانور ہے مگر دنیا میں کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جنہیں عقل اور تجربات کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا۔ تمہارے دادا ابا کے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک روز وہ باہر چبوترے پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے گھر کی مرغی، چوزوں کے ساتھ دانے چگتی پھر رہی تھی۔ ایک جنگلی چوہے نے سب سے موٹے چوزے کو تاکا اور سرعت کے ساتھ باہر نکالا، چوزے کو منہ میں دبایا تو تمہارے دادا نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی، وہ اس وقت نوجوان تھے، انہوں نے لاٹھی اٹھائی اور پھرتی کے ساتھ چوہے کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ چوہا بھی بلی کے برابر موٹا اور

پھر چلا تھا۔ وہ ایک فرلانگ دور واقع جھاڑیوں کے اندر چلا گیا۔ دادا نے اس جھاڑی کو تاک لیا تھا۔ اندازے کے مطابق انہوں نے لاٹھی اس جگہ ماری جہاں وہ چوہا چھپا تھا۔ چوہا تو کب کا وہاں سے کھسک چکا تھا کیوں کہ اس جگہ سانپ کا جوڑا جو بیٹھا ہوا تھا نڈھال چوہے کو جھاڑیوں میں چھوڑ کر چوہا سانپوں کو دیکھ کر بھاگ گیا اور دادا کی لاٹھی اس کو لگنے کے بجائے سانپوں کے جوڑے پر پڑ گئی۔ دادا متواتر لاٹھیاں برساتے رہے۔ ایک سانپ بھاگ نکلا اور دوسرا مر گیا۔ یہ شیش ناگ تھے۔ دادا نے جب جھاڑیاں ہٹائیں تو مردہ چوہے کے ساتھ سیاہ شیش ناگ بھی مرا پڑا تھا۔ اس کی موت کو کارنامہ سمجھ کر وہ بہت خوش ہوئے کہ چوہا تو نہ بچا سکے مگر ایک موذی سانپ کو مار ڈالا۔ انہوں نے گھر آ کر یہ بات سب کو بتائی۔ سانپ کو لاٹھی پر ڈال کر وہ گھر لے آئے تھے۔ سب نے اسے دیکھا اور پھر کھیتوں میں پھینک دیا لیکن اس واقعے کے بعد جب وہ گھر سے نکلے تو ایک سانپ نے ان کا راستہ روک لیا۔ وہ سہمے تھے خوفزدہ ہو کر گھر آ گئے۔ رات کو وہ سانپ انہیں گھر کی دہلیز پر دکھائی دیا۔ اس کی پھنکار انہیں راتوں کو سنائی دینے لگی۔ وہ بے حد ڈر گئے تھے۔ خوف اتنا بڑھا کہ انہوں نے پلنگ سے اترنا چھوڑ دیا۔ رات کو گھر کے لوگ پہرا دیتے تھے پھر بھی انہیں کہیں نہ کہیں سانپ دکھائی دے جاتا تھا۔ کئی سپیروں کو بلایا، سب کا ایک ہی موقف تھا کہ انہوں نے ناگ کو مار ڈالا ہے اور ناگن بدلہ لینے کے لئے بے چین ہے۔ رات کے وقت گھر کے لوگ ان کی چارپائی کے اردگرد آگ جلا کر رکھتے تھے۔ ناگن کئی بار ان پر حملہ کرنے آئی مگر پہرے پر بیٹھے لوگوں کی وجہ سے بھاگ جاتی۔ دادا کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی، ان کا پلنگ سے اترنا دوبھر ہو گیا تھا۔ اتفاق سے ہمارے ایک دور کے رشتے دار گاؤں میں کسی عزیز کی شادی میں آئے تو تمہارے دادا سے بھی ملنے آئے۔ انہیں جب اس صورت حال کا پتا چلا تو وہ ضد کر کے دادا کو اپنے ساتھ ایک عالم کے پاس لے گئے۔ عالم صاحب خود دادا کے ساتھ چل کر ہمارے گاؤں آئے۔ انہوں نے ہفتے بھر ہمارے یہاں قیام کیا اور کچھ وظائف پڑھے، پھر تمہارے دادا کو بتایا کہ جس شیش ناگ کو تم نے عام سمجھ کر مار ڈالا تھا وہ دراصل جنات کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور اب پوری قوم ان سے اپنے ساتھی کا بدلہ لینے کے درپے ہو چکی تھی۔ عالم نے اپنے علم کے ذریعے ان سے مذاکرات کئے اور ان کے درمیان صلح کرائی۔ پھر تمہارے دادا نے ایک بڑی ضیافت کر کے اس دوستی کو مضبوط کیا اور ساتھ یہ عہد کیا کہ اب اس گاؤں میں کبھی کوئی سانپ نہیں مارے گا۔ اگر کوئی سانپ کسی کو نظر آ جائے یا اس کو مارنا ضرور

جائے تو پہلے اس سے بلند آواز میں یہ کہا جائے گا کہ ”گروہ جن ہے تو مہربانی کر کے راستہ دے دے۔“ یہ کہنے پر بھی وہ راستے سے نہ ہٹے تو پھر اسے ہلاک کر کے خود کو بچائے۔ اس عالم نے دادا کو ایک وظیفہ بھی پڑھنے کو دیا جس کا ورد کر کے ان کے دل سے سانپوں کا ڈر جاتا رہا۔ اب ہمارے گاؤں میں سانپ اور انسانوں کی دوستی اتنی پکی ہو گئی ہے کہ بچوں نے سانپوں سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے تو کھیتوں کی رکھوالی بھی سانپ کرتے ہیں۔

پھر ابا جی نے سانپوں سے اس عجیب و غریب دوستی کا قصہ سنا کر مجھے وہ وظیفہ بھی بتایا جس نے سانپوں کو ان کا تابع یا دوست بنایا تھا اور واقعی وظیفہ پڑھ کر میرے دل سے بھی سانپوں کا خوف یکسر ہی غائب ہو گیا۔

اچھی باتیں

- اگر کسی کو دعا نہیں دے سکتے تو بددعا بھی مت دو۔
- گلے شکوے سے زبان بند رکھو تو راحت نصیب ہو گی۔
- کسی سوالی کو اگر کچھ نہ دے سکو تو اسے جھڑکی بھی نہ دو۔
- خدا سے دعا کرو اپنے لئے بھی دوسروں کے لئے بھی۔
- اگر خدمت کرنا چاہتے ہو تو والدین اور غریبوں کی کرو۔
- اخلاق کا اچھا ہونا صحت اچھی کی دلیل ہے۔
- اگر اپنی عزت کرانا چاہتے ہو تو دوسروں کی عزت کرو۔
- کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔
- جو خدا سے ڈرتا ہے اس سے سب ڈرتے ہیں۔
- آزادی کا ایک لمحہ غلامی کے ہزار سال سے بہتر ہے۔
- کسی کا دل نہ دکھاؤ کہ تیرے پہلو میں بھی دل ہے۔
- صبر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے۔
- تکبر علم اور غصہ عقل کا دشمن ہے۔
- علم سے بڑا کوئی خزانہ نہیں، بری عادت سے زیادہ کوئی دشمن نہیں اور شرم سے بہتر کوئی لباس نہیں۔
- خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔
- کھوکھلے قہقہوں کے مقابلے میں پرخلوص مسکراہٹ زیادہ قیمتی ہے۔

میں نے پوجا ہے تجھے، تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تجھ سے محبت کی ہے

محمود عالم حاکم۔ کراچی

خوفناک واقعات

خونی شام

منیر علی - لاہور

ایک شہر میں دو دوست رہتے تھے جن کے نام عدنان اور سلیم تھے۔ ایک دن وہ کسی کام کے سلسلے میں دوسرے شہر جا رہے تھے۔ دونوں کا تعلق ایک گاؤں سے تھا۔ وہ ریل گاڑی کے ذریعے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ ریل گاڑی میں دوران سفر ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے تھے۔ جس وقت شام کے چھ بج رہے تھے کہ آسمان سیاہ بادلوں سے بھر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے زبردست گرج چمک کے ساتھ بارش برسنے لگی۔ بارش اتنی شدید ہو رہی تھی کہ ریل گاڑی بھی چلنے سے قاصر تھی۔ اچانک ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ ریل گاڑی رک گئی۔ ان دونوں نے گاڑی سے باہر دیکھا تو بارش بہت تیز اور موسلادھار ہو رہی تھی۔ تقریباً تمام مسافر گاڑی سے اتر کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ یہ دونوں بھی گاڑی سے نیچے اتر کر کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ اچانک انہیں ایک بوسیدہ سا مکان نظر آیا۔ عدنان نے کہا آؤ سلیم اس مکان میں چل کر پناہ لیتے ہیں۔ دونوں نے اپنا سامان اٹھایا اور مکان کی طرف چل دیے۔ جب وہ مکان کے اندر داخل ہوئے تو وہاں انہیں ایک بوڑھا آدمی بیٹھا دکھائی دیا جو آگ کے سامنے بیٹھا اپنے ہاتھ سینک رہا تھا۔ اُن دونوں کو دیکھ کر وہ بزرگ بولا۔ آؤ بیٹا، مسافر لگ رہے ہو۔ عدنان نے کہا جی بابا ہم دونوں گاؤں سے شہر کام کے سلسلے میں جا رہے تھے کہ اچانک بارش آ گئی۔ بابا ہمیں کچھ دیر کے لئے اپنے گھر میں پناہ دے دیں۔ ہم بارش کے ختم ہوتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ بابا نے انہیں کہا۔ کیوں نہیں آؤ آگ کے قریب آ کر بیٹھو میں تم لوگوں کے لئے چائے لاتا ہوں۔ تب تک تم آرام کرو۔ انہوں نے دیکھا کہ مکان کافی پرانا اور بوسیدہ ہے اور جگہ جگہ جالے لگ رہے ہیں۔ بابا نے تھوڑی دیر کے بعد اس چائے کے ساتھ کھانا بھی لا کر دیا جب وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے تو بابا نے انہیں بڑی عجیب و غریب نظروں سے دیکھنا شروع کر دی۔ جب وہ دونوں کھانے سے فارغ ہوئے تو بابا نے کہا اب تم دونوں آرام کرو۔ سردی بڑھ گئی ہے۔ تم دونوں کے بستر لگا دیے ہیں۔ تم دونوں اوپر کے کمرے میں چلے جاؤ۔ جب عدنان اور سلیم دونوں اوپر جا رہے تھے تو عدنان کو خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ مکان بہت بوسیدہ تھا اور کچھ پراسرار نظر آ رہا تھا۔ سلیم تو بہت تھک چکا تھا وہ تو لیٹتے ہی سو گیا مگر عدنان کچھ خوفزدہ لگ رہا تھا۔ اُسے ڈر کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی۔ پھر اُسے پیاس محسوس ہوئی۔ وہ اٹھ کر پانی پینے کے لئے نیچے آیا۔ اس نے پانی لینے کے لئے نلکے کو کھولا تو اس میں سے پانی کی جگہ خون نکلا۔ یہ دیکھ کر عدنان کی زبردست چیخ نکل گئی۔ چیخ اتنی زوردار تھی کہ سلیم کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر نیچے کی طرف بھاگا جہاں عدنان ڈر کے مارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ سلیم نے اُسے اٹھایا اور آوازیں دیں مگر سلیم کیا جانتا تھا کہ اس کا دوست خود ایک آسیب بن چکا ہے۔ اس اثناء میں عدنان نے آنکھیں کھولیں۔ سلیم کی نظریں اس کی آنکھوں کی طرف جیسے گئیں جن میں صرف خون ہی خون اترا ہوا تھا۔ عدنان نے سلیم کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور اُسے بتایا کہ نلکے میں پانی کی جگہ خون نکل رہا ہے لیکن سلیم نے کہا یار وہ نلکے میں سے تو پانی ہی نکل رہا ہے۔ عدنان نے دیکھا تو واقعی نلکے میں سے پانی نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر دونوں دوست واپس اوپر اپنے کمرے میں آ گئے اور سو گئے۔ اب عدنان کا ڈر ختم ہو چکا تھا کیونکہ اب وہ خود ایک آسیب بن چکا تھا۔ رات کے پچھلے پہر انہیں ایک زوردار چیخ سنائی دی۔ سلیم کی آنکھ کھل گئی اُس نے دیکھا کہ عدنان اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ اُس نے عدنان کو آوازیں دیں مگر عدنان وہاں ہوتا تو جواب دیتا۔ اس نے اس بزرگ کو بھی آوازیں دیں مگر بابا یعنی وہ بزرگ بھی نظر نہیں آیا۔ آخر وہ عدنان اور اس بابا کو آوازیں دیتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ جب وہ باہر آیا تو اُسے شور سنائی دی۔ وہ اُس طرف گیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک عورت بیٹھی رو رہی ہے اور اس کا شوہر اس کے سامنے مرا پڑا ہے۔ اس کی گردن پر دانتوں کے نشان تھے جیسے کسی نے اس کا سارا خون پی لیا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر سلیم کو چکر آ گیا۔ اتنی دیر میں اس کی نظر عدنان پر پڑی جو اُسے کچھ عجیب سا دکھائی دیا۔ عدنان سلیم کو دیکھنے کی بجائے اس مردہ شخص کو دیکھ رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی

دیکھتے عدنان چیخنے لگے۔ رات بھی ہونے والی تھی اور بارش بھی ختم ہو چکی تھی۔ ریل گاڑی کے دوسرے مسافر بھی اکٹھے ہو گئے تھے اور مردہ شخص کو دیکھ کر کہنے لگے کہ پولیس کو بلاؤ۔ ان کے بلانے پر پولیس بھی وہاں آ گئی۔ پولیس نے لاش کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ انسپکٹر نے کہا یہ تو لگتا ہے کسی نے اس کا خون نچوڑنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس کا جسم سفید پڑ چکا ہے۔ آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ کس نے اس بلا کو دیکھا ہے جس نے اس شخص کا خون پینے کی کوشش کی ہے۔ عورت نے روتے ہوئے بتایا کہ میرے بچے کا کھلونا کمرے سے باہر رہ گیا تھا یہ اٹھانے گئی پھر باہر سے ایک چیخ سنائی دی میں باہر گئی تو وہاں انہیں مردہ حالت میں پایا۔ سلیم نے اچانک عدنان کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ سلیم نے اُسے آواز دی تو وہ چونک گیا۔ عدنان کے سر پر تو جنون سوار تھا وہ انسپکٹر کو بھی مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سلیم لیٹ گیا ہے۔ وہ انسپکٹر کے پاس آ گیا جو آگ کے پاس بیٹھا تھا اور تفتیش کر رہا تھا۔ اس نے عدنان سے بھی پوچھنے کے لئے اس کی طرف دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی کیونکہ عدنان کی آنکھیں لال سرخ اور دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس نے چھلانگ لگائی اور انسپکٹر کی گردن پر دانت جما دیئے۔ سلیم جو عدنان کو جاتے دیکھ کر اس کے پیچھے آیا تھا وہ یہ منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا کیونکہ عدنان ایک خوفناک ڈریکولا بن چکا تھا۔ انسپکٹر کی لاش ایک طرف پڑی تھی اور عدنان اب سلیم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سلیم نے اپنی جان بچانے کے لئے جلدی سے پستول نکالا اور اپنے بچپن کے دوست عدنان پر گولی چلا دی۔ اتنی دیر میں دوسرے مسافر بھی وہاں آ گئے۔ وہی بزرگ جو انہیں ملے تھے وہ وہاں آ گئے اور بولے یہ ایسے نہیں مرے گا۔ تم اس پر یہ آیت پڑھ کر پھونک مارو یہ خود بخود مر جائے گا۔ سلیم نے وہ آیت پڑھ کر جیسے ہی عدنان پر پھونک ماری عدنان ایک دردناک چیخ کے ساتھ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا تھا۔ اگر سلیم ایسا نہ کرتا تو عدنان اُسے مارنے آ رہا تھا۔ سلیم نے اپنے بچپن کے دوست کی لاش دیکھی تو رونے لگا کیونکہ اس کا پیارا دوست ایک بھیانک بلا بن چکا تھا۔ اتنے میں ریل گاڑی بھی چلنے کو تیار ہو چکی تھی اور طوفان بھی ختم ہو چکا تھا۔ سلیم جب واپس ٹرین میں بیٹھا تو اس نے دیکھا کہ وہ بوسیدہ مکان غائب ہو چکا تھا۔ اس مکان کی جگہ ایک میدان تھا اور وہ بابا بھی ایک خونی بلا تھی جس نے عدنان کو اپنے آسیب سے جکڑ لیا تھا۔ سلیم کو اس بات کا شدید صدمہ تھا کہ اس کا بچپن کا دوست اس سے بچھڑ چکا تھا۔ اب ریل گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکی تھی لیکن یہ شام بلکہ یہ خونی شام ساری زندگی سلیم کو یاد رہے گی۔

پراسرار روشنیاں

تحریر: انجم-ہزارہ

یہ جو واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں یہ مجھے میری دوست نے سنایا ہے۔ آیئے میری دوست کی زبان سنیں۔ میری امی کی کزن جب بچپن کے زمانے میں تھیں تو وہ پانی بھرنے صبح کے وقت ندی پر جایا کرتی تھیں ایک دفعہ وہ روزانہ کی طرح ندی پر پانی بھرنے کے لئے گئیں۔ ندی کے پار سے انہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ وہ سب سمجھیں کہ ٹرین ہے وہ سب اس روشنی کو شوق سے دیکھنے لگیں۔ وہ روشنی دو روشنیوں میں تبدیل ہو گئی۔ وہ روشنیاں کبھی ناچتیں کبھی آپس میں لڑتیں ان کی طرف آ رہی تھیں جب روشنیاں ان کے قریب پہنچنے ہی والی تھیں تو وہ ڈر کے مارے اپنے گھڑے چھوڑ کر گھر کی طرف بھاگنے لگیں اور گھر جا کر سارا واقعہ اپنی دادی کو بتایا تو اگلی صبح ان کی دادی ان کے ساتھ آ گئیں۔ دادی ان سے کہنے لگیں دیکھو کچھ بھی نہیں ہے یہ سب تمہارا وہم تھا پھر وہ پانی بھرنے میں مصروف ہو گئیں کہ اتنے میں انہیں پھر وہی روشنی دکھائی دی پھر وہ دو روشنیوں میں تبدیل ہو گئی وہ کل ہی کی طرح کبھی ناچتیں اور کبھی لڑتیں ان کے قریب پہنچ گئیں ان کی دادی نے درود شریف پڑھ کر ان پر پھونک ماری اس کے بعد وہ پراسرار روشنیاں کبھی دکھائی نہیں دیں۔

وہ کون تھی

تحریر: انجم-ہزارہ

یہ جو واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں یہ مجھے میری ایک دوست نے سنایا ہے جو اس کی خالہ کے ساتھ پیش آیا۔ آیئے میری دوست کی زبان سنیں۔ رمضان کا مہینہ تھا، سردی اپنے جوبن پر تھی تقریباً ایک بجے کا وقت تھا میری خالہ کو کسی انجانی آواز نے جگا دیا وہ جلدی سے اٹھیں اور دروازے سے باہر چلی گئیں۔ انہیں ایک عورت دکھائی دی جو ان سے تھوڑے فاصلے پر تھی اس عورت نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ کھانا میرے بچے کو دے دینا اس عورت سے تھوڑے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے

میری خالہ اسے ٹھیک طرح پہچان نہ سکیں اور سمجھیں کہ شاید یہ میری پڑوسن ہے۔وہ عورت ان کی طرف آنے لگیں اور ان کے قریب پہنچتے ہی غائب ہوگئی میری خالہ چیخیں اور گھر کی طرف بھاگنے لگیں۔ وہ باورچی خانے میں گئیں اور برتن توڑنے لگیں۔خاندان کے سب مرد جمع ہو گئے انہوں نے دروازے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس کی وجہ سے دروازہ کھل نہیں رہا تھا۔آخر تھک ہار کر انہوں نے کسی مولوی کو بلایا انہوں نے کچھ پڑھ کر میری خالہ پر پھونکا تو وہ بے ہوش ہوگئیں۔مولوی صاحب نے بتایا کہ ان پر کسی چڑیل اک سایہ ہے۔مولوی صاحب نے چڑیل سے کہا کہ وہ ان کو اپنے اثر سے آزاد کر دے مگر چڑیل نے کہا کہ وہ مرتے دم تک انہیں اپنے چنگل سے آزاد نہیں کرے گی۔میری خالہ کو مرے تقریباً آٹھ سال ہو گئے ہیں اور وہ مرتے دم تک اس چڑیل کے زیر اثر رہیں۔

اقوال زریں

* جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔(حضرت عمر فاروقؓ)
* تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔سلام میں پہل کرنا، دوسروں کے لئے مجلس میں جگہ خالی کرنا اور مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔(حضرت عمر فاروقؓ)
* خدا اس شخص پر رحم کرے جو میرے عیبوں سے مجھے خبردار کرتا ہے۔(حضرت عمر فاروقؓ)
* تعجب ہے اس شخص پر جو دوزخ پر ایمان رکھے اور پھر بھی گناہ کرے اور شیطان کو دشمن سمجھے مگر پھر بھی اس کی اطاعت کرے۔(حضرت عثمانؓ)
* جو اچھی بات سنو لکھ لو، جو لکھ لو اسے یاد کر لو، جو یاد کر لو اسے بیان کرو۔(یحییٰ برکی)
* طالب علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔(افلاطون)
* تمام اعضائے جسم میں سب سے زیادہ نافرمان زبان ہے۔(فیثاغورث)
* میٹھی زبان بے شمار دشمنوں سے بچاتی ہے۔(سعدی)
* بہترین خصلت زبان کی حفاظت ہے۔(حضرت عائشہؓ)
* آپ کی ایک مسکراہٹ جہاں دوسروں کو خوشی عطا کرتی ہے وہاں آپ کو بھی اطمینان دیتی ہے۔(ڈاکٹر شگفتہ نقوی)
* مسکراہٹ روح کا دروازہ کھول دیتی ہے۔(البیرونی)
* اپنی مسکراہٹ سے کسی کا دل جیت لینا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خوفناک ڈائجسٹ

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

شعر ....

....

....

....

شعر بھیجنے والے کا نام .... شہر ....

گلدستہ

☆......تصور اقبال پردیسی - گوجرہ

خوبصورت باتیں

* رشتے جب اذیت کے سوا کچھ نہ دیں تو اس سے کنارہ کشی بہتر ہے خواہ وقتی ہی سہی۔
* منزل کا تعین کیے بغیر اگر سفر شروع کر دیا جائے تو ہر اٹھتا ہوا قدم آپ کے حوصلے پست کرنے لگتا ہے۔
* کبھی بھی کسی سے توقعات وابستہ نہ کرو کیوں کہ توقعات انسان کو دوسروں پر افسوس کرنا سکھاتی ہیں۔
* کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ اپنے آپ کو اس کے قابل بناؤ کہ دنیا والے تمہیں پانے کی تمنا کریں۔
* غم کا علاج مصروفیت ہے۔
* شکست کا ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے فتح۔
* بہت زیادہ بولنے سے انسان اپنی عزت کھو بیٹھتا ہے۔
* اپنے دوست کو راز نہ دو کہیں یہ اژدہا ناگ کی طرح نہ ڈس لے۔
* عمل علم کا اور علم عمل کا محتاج ہے۔
* توبہ گناہ کو اور شکر رزق کو کھا جاتا ہے۔
* علم ایک مسکراتا پھول ہے جو غم کی آگ سے کملا جاتا ہے۔
* آدمی کی قابلیت زبان میں پوشیدہ ہے۔
* زبان کھولنے سے پہلے سوچ لو کہ تم سے زیادہ عقل مند لوگ موجود ہیں۔
* بندوں سے محبت کرنے سے بھی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

☆......شاہد نواز اینڈ احسان علی - گوجرہ

گوشت نہیں

ایک عورت گوشت خریدنے کے لئے آئی اور کہنے لگی کہ مجھے نرم اور عمدہ قسم کا گوشت دے دو لیکن یہ خیال ضرور رکھنا اس میں ہڈی، چربی اور چھیچھڑے بالکل نہ ہوں، سمجھ گئے ناں؟ ہاں ہاں کیوں نہیں۔ قصاب نے کہا۔ آپ کو کسی پولٹری فارم پر جانا چاہئے اور وہاں سے کچھ انڈے خریدنے چاہئیں گوشت نہیں۔

موت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بیٹا مر گیا تو ایک صوبے کے عامل نے تعزیت کا خط لکھا آپ نے اپنے میر منشی سے فرمایا۔ میری طرف سے جواب لکھ دو۔ میر منشی قلم تراشنے لگا تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سے فرمایا۔ قلم باریک بناؤ کیونکہ باریک قلم کے حروف کاغذ پر دیر تک رہتے ہیں اور میری طرف سے لکھو۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ موت ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے ہم نے اپنے نفسیوں کو پہلے سے تیار کر رکھا ہے اس لئے جب وہ آتی ہے ہم اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔"

☆......ہانیہ ملتان

خوفِ خدا

منصور بن عمار کو کسی نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ تم پر کیا گزری؟ انہوں نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا۔ اے منصور تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں بخشا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارب! مجھے خبر نہیں۔ پھر خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایک دن تو بیٹھا ہوا بہت سے آدمیوں کو وعظ اور نصیحت کر رہا تھا کہ یہ باتیں سنا کر رلا رہا تھا ان میرے بندوں میں سے ایک بندہ خوف سے ایسا رویا جو کہ کبھی نہ رویا تھا میں نے اسے بخش دیا اور اس کی وجہ سے تجھ کو اور تمام مجلس کو بخش دیا۔

☆......ہانیہ - ملتان

فاسق

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کو گالی دینا (یا اس کا عیب بیان کرنا) فسق ہے (یعنی گناہ ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہے) اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

☆......ہانیہ - ملتان

حلال وحرام

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک شخص سے جو دروازے پر کھڑا تھا فرمایا۔ میرے گھوڑے کو تھامے رکھو میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔ وہ شخص بدنیتا ہو گیا اور گھوڑے کی لگام اتار کر لے گیا اور گھوڑے کو وہیں چھوڑ گیا۔ امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آئے تو جیب سے دو درہم اس شخص کے لئے بطور انعام نکالے لیکن دیکھا کہ وہ شخص لگام چرا کر لے گیا ہے۔ اتنے میں آپؓ کا غلام آ گیا آپؓ نے دو درہم اس کو دیئے کہ نئی لگام خرید لاؤ۔ چور نے لگام بازار میں بیچ دی تھی اور غلام وہی لگام خرید لایا۔ آپؓ نے فرمایا۔ اس بے وقوف شخص نے اپنی بے صبری سے حلال روزی کو حرام میں تبدیل کر لیا جو درہم میں اسے انعام کے طور پر دینا چاہتا تھا وہی اس نے لگام بیچ کر حرام کے طور پر وصول کر لئے۔

☆......عبداللہ حسن چشتی۔سیت پور

ضمیر کے پاسباں

حضرت عبداللہ بن محیرزؒ اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ایک مرتبہ کپڑا خریدنے بازار گئے۔ اتفاق سے دکاندار آپ کو جانتا نہیں تھا اس نے کپڑا دکھایا اور کچھ قیمت بتائی لیکن آپ نے کچھ قیمت کم کرنا چاہی۔ دکاندار نہ مانا دکاندار کا پڑوسی انہیں جانتا تھا اس نے دکاندار سے کہا۔ بھائی کچھ پیسے چھوڑ دو جانتے نہیں یہ کون ہیں؟ یہ عبداللہ بن محیرزؒ ہیں۔ حضرت عبداللہ نے جب یہ سنا تو اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہتے ہوئے واپس چلے کہ ہم یہاں پیسوں سے کپڑا خریدنے آئے ہیں اپنے ایمان سے نہیں۔

☆......عبداللہ حسن چشتی۔سیت پور

کلمے کی فضیلتیں

* سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے۔
* جو شخص سو مرتبہ روزانہ کلمہ پڑھتا ہے اس کا چہرہ قیامت کے دن چودھویں کے رات کے چاند کی طرح چمکے گا۔
* جو آدمی سو مرتبہ کلمہ پڑھتا ہے تو زمین اور آسمان کا خلاء اس کی نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔
* کلمہ طیبہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں سے زیادہ وزنی ہے۔
* جو شخص دن میں یا رات میں کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اس کی برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

☆......عبداللہ حسن چشتی۔سیت پور

فرمودات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

* انسان کی قدر ومنزلت علم کے اعتبار سے ہوتی ہے۔
* صدقہ خدا کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔
* شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔

☆......عبداللہ حسن چشتی۔سیت پور

رحم

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے اور ساتھ ہی درد سے کراہ رہا ہے۔ آپؐ اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے لیکن اس کا مالک آقا اس کو چھٹی نہیں دیتا۔ آپؐ نے اس کو آرام سے لٹا دیا اور سارا آٹا خود پیس دیا پھر فرمایا۔ جب تمہیں آٹا پیسنا ہو تو مجھے بلا لیا کرو۔

☆......عبداللہ حسن چشتی۔سیت پور

زندگی بعد موت

ہر غیبت کرنے والے طعنے دینے والے کی خرابی ہے جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے شاید وہ خیال کرتا ہے یہ مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا (موت کے بعد کی زندگی) سبب ہو گا ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں جھونک دیا جائے گا اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچے گی بے شک وہ اس میں بند کر دیئے جائیں گے یعنی آگ کے لمبے لمبے ستون ہیں۔

☆......محمد فاروق۔رحیم یار خان

معلومات

* علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی مسلمانوں کے عظیم اصلاح کار سر سید احمد خان نے پندرہ روزہ رسالہ "تہذیب الاخلاق" کی بنیاد رکھی تھی۔
* زمین اور زمین میں موجود چیزوں کا مطالعہ علم ارضیات کہلاتا

ہے۔

* مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کے مغل اعظم محمد جلال الدین اکبر شہزادے تھے۔
* شب برأت چودہ شعبان کو منائی جاتی ہے۔
* مذہب اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ تھے جو سوا دو سال خلیفہ رہے۔
* ملک نیپال کی کرنسی روپیہ کہلاتی ہے۔
* امریکی محکمہ دفاع کی عمارت کو پینٹاگون کہتے ہیں۔
* دنیا کا سب سے چھوٹا اسلامی ملک جزائر کا مجموعہ مالدیپ ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

خواہش

ایک وکیل صاحب اپنے مؤکل سے اپنی خواہش کا اظہار کر رہے تھے۔ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری خواہش تھی کہ میں بڑا ہو کر ڈاکو بنوں گا۔ مؤکل بولا۔ جناب! آپ خوش قسمت ہیں ورنہ اس دنیا میں انسان کی ہر خواہش کب پوری ہوتی ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

تاریخ

آج کیا تاریخ ہے؟ بیوی نے کچھ لکھتے لکھتے چونک کر اپنے شوہر سے پوچھا۔ اخبار میں دیکھ لو تمہارے قریب ہی رکھا ہے۔ شوہر نے ٹی وی سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ خاتون نے اخبار اٹھایا اور برا سا منہ بنا کر بولی۔ یہ تو کل کا اخبار ہے میں آج کی تاریخ پوچھ رہی ہوں۔

☆...... محمد نعمان۔ ہربنس پورہ۔ لاہور

حضرت علیؓ نے فرمایا

* پریشانیاں تذکرہ کرنے سے بڑھ جاتی ہیں۔ خاموش ہونے سے کم، صبر کرنے سے ختم اور شکر یہ کرنے سے خوشی میں بدل جاتی ہیں۔
* باشعور اور باضمیر لوگوں کے بیچ دوستی کا رشتہ خون کے رشتوں سے کہیں زیادہ قریب اور گہرا ہوتا ہے۔
* آنسو اس وقت مقدس ہوتے ہیں جب وہ کسی اور کے دکھ اور تکلیف کو محسوس کر کے نکلیں۔

* تم جنت نہ مانگو بلکہ تم دنیا میں ایسے کام کرو کہ جنت تمہیں مانگے۔
* اگر کسی کا ظرف آزمانا ہو تو اسے زیادہ عزت دو۔ عالی ظرف ہوا تو تمہیں زیادہ عزت دے گا اگر کم ظرف ہوا تو خود کو عالی سمجھے گا۔
* اگر تمہیں وہ سب مل جائے جو تمہاری مرضی ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو جس نے تمہاری مرضی پوری کی اور اگر تمہیں وہ نہ ملے جو تمہاری مرضی تھی تو بھی زیادہ اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی مرضی سے دینا چاہتا ہے اور اللہ کی مرضی بہت بہتر ہے ہماری مرضی سے۔
* جب خدا چاہتا ہے کہ کسی بندے سے دوستی کرے تو اس کی زبان پر اپنے ذکر اور دل پر اپنی فکر کے دروازے کھول دیتا ہے۔
* ہر میٹھی چیز میں زہر ہے سوائے شہد کے اور ہر کڑوی چیز میں شفا ہے سوائے زہر کے۔
* قبر چار آوازیں دیتی ہے: (1) یہاں اندھیرا ہے روشنی لانا (2) میں خاک ہوں بستر لانا (3) تنہائی ہے دوست لانا (4) سانپ بچھو ہیں دوا لانا۔
* لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں مگر صرف بولنے سے پہلے تک، بولنے کے بعد انسان اپنے لفظوں کا غلام بن جاتا ہے۔

☆...... محمد نعمان۔ ہربنس پورہ۔ لاہور

بخیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ سحری کے وقت کپڑے سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوئی تلاش کرنے لگیں اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ کی روشنی سے سارے گھر میں روشنی ہو گئی اور سوئی مل گئی۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کا چہرہ مبارک کتنا روشن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بخیل یعنی ہلاکت ہے۔ اس بندے کے لئے جو مجھے قیامت کے دن نہیں دیکھ سکے گا۔ آپ نے فرمایا وہ بخیل ہے۔ عرض کیا بخیل کون ہے۔ فرمایا جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔ (القول البدیع)

☆...... بہادر عاربانی۔ گھوٹکی

مجھے یہ شعر پسند ہے

یہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق وہی
کہ کچھ نہ باقی رہے اس کے روٹھ جانے سے

⭘ .... دُر نواز - جڑانوالہ

تیری معصوم نگاہوں کے تقدس کی قسم
سو بھی جاؤں تو تیری یادیں جگا دیتی ہیں

⭘ .... دُر نواز - جڑانوالہ

کبھی یاد آئیں تو پوچھنا ذرا اپنی خلوت شام سے
کسے عشق تھا تیری ذات سے کسے پیار تھا تیرے نام

⭘ .... محمد فاروق - رحیم یار خان

ساری دنیا ڈھونڈی نہ کوئی آشنا نکلا
دل نے جس کو چاہا وہ بے وفا نکلا

⭘ .... تنویر احمد - کوہاٹ

میرے آس پاس گھومتے ہیں میری زندگی کے معاملے
تجھے پالینے کے شوق میں ہم نے اپنا آپ گنوا دیا

⭘ .... انعام علی - جھنگ

ہر شاخ [illegible] گل جلا دی الو نے
ہم لگتے روئے کہ آگ بجھا دی ہم نے
وہ پھر سے رونے لگے تو آنسو دیکھ کے ہم نے
تو پھر سے جلا دی شاخ چمن اس داستاں کی

⭘ .... عدنان دوگی - کھوڑ

تیرے پرآشوب شہر میں یہ سوچ کر آئے تھے ہم
تیرا ساتھ ہو گا اور یہ آنکھیں کبھی نہ ہوں گیں نم

⭘ .... محمد واصف - واہ کینٹ

تیری فرقت میں وہ دم نہیں جو میری محبت کو مٹا دے ارشد
میری چاہت کا سمندر تیری سوچ سے بھی گہرا ہے

⭘ .... رئیس ارشد - خان بیلہ

تو یاد نہیں کیا کہ محبت کے فقیروں کو
یہ خود کو مٹا دیتے ہیں کسی اور کی یاد میں

⭘ .... تنویر احمد - کوہاٹ

میں نے اس دور کے انساں سے محبت کی ہے
جرم سنگین کیا ہے تو رعایت کیسی

⭘ .... واجد نگینوی - کراچی

جب بھی میری یاد اس کے دل کو گھائل کرے گی
وہ میرا نمبر ڈائل کرے گی

⭘ .... جبرائیل آفریدی - ناصر آباد

گم صم ہوا آواز کا دریا تھا جو اک شخص
پتھر بھی نہیں اب وہ ستارہ تھا جو اک شخص

⭘ .... اویس رحمٰن سعیدی - قصور

ہم سے زندگی کی حقیقت نہ پوچھو اے دوست
بہت پرخلوص لوگ تھے جو تنہا کر گئے

⭘ .... فرحت ساجن - خوشاب

عشق وہ کھیل نہیں جو ہر کوئی اسے کھیلے
جگر پھٹ جاتا ہے غم سہتے سہتے

⭘ .... توقیر احمد - کوٹ مٹھن

تم قریب آ کر بھی کتنے دور ہو جان وفا
کیا ہمارے درمیاں اب بھی کوئی دیوار ہے

⭘ .... شاہد نواز - گوجرہ

کچھ لوگ میری دنیا میں خوشبو کی طرح ہیں وصی
روز محسوس تو ہوتے ہیں پہ دکھائی نہیں دیتے

⭘ .... محمد نعمان - ہربنس پورہ، لاہور

موت سے نہ ڈر اے بندے، موت ایک دن آنی ہے
ڈرنا ہے تو اس سے ڈر جس نے موت لانی ہے

⭘ .... محمد افنان محمود - رکن

میری جان میرے دلبر میرا اعتبار کرنا
جتنا لیٹ آؤں اتنا انتظار کرنا

⭘ .... محمد افنان محمود - رکن شی

پہلے شکوہ تھا یہاں رونق بازار نہیں
اب جو بازار کھلے ہیں تو خریدار نہیں
سب کے ہاتھوں میں یہاں زہر کا پیالہ ہے مگر
اب کوئی بولنے سچ واسطے تیار نہیں

⭘ .... رحیم اللہ - کراچی

اجازت ہو تو خواب میں تیرے چہرے کو جی بھر کے دیکھ لوں

کوئی غم کا آنسو تو نہیں تھا
جو آنکھ سے گرایا اور بھول گئے

⭘ ________ قربان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

وہ مجھ سے محبت کرتی ہے آتا نہیں دل کو یقین
میری موت کی خبر سن کر وہ بولے "آمین"

⭘ ________ محسن زیب ساگر-مانسہرہ

وعدہ تو کر گئے تھے کہ آئیں گے خواب میں
مارے خوشی کے نیند نہ آئے تو کیا کروں

⭘ ________ محسن زیب ساگر-مانسہرہ

کوئی پوچھ لے ہم سے اگر جینے کا سبب تو کہہ
دل کی دھڑکن، سانسوں کی روانی میں نام تمہارا ہو گا

⭘ ________ علی بابر-سمندری

دوستی کی خوشبو عشق سے کم نہیں ہوتی
عشق کے بنا زندگی ختم نہیں ہوتی
ساتھ ہو اگر زندگی میں اچھے دوست کا
تو یہ زندگی جنت سے کم نہیں ہوتی

⭘ ________ محمد فرحت-گاؤں چانڈی بلوچاں

تو جو بدلا تو بدل گئے ہم بھی
پیار کرتے تھے بندگی تو نہیں
کٹ ہی جائے گی تم بن بھی یہ
تم کوئی شرط زندگی تو نہیں

⭘ ________ ایلا فرزل-حافظ آباد

یوں تو خریدار تھے میرے دل کے بہت لوگ
بک جاتا اگر اس میں یاد تیری نہ ہوتی

⭘ ________ انعام علی-جھنگ

غموں کی دھوپ میں کاٹا ہے زندگی کا سفر
میرے راستے میں کوئی شجر سایہ دار نہ تھا

⭘ ________ ذاکر حسین-قلندرآباد

بن بادل برسات نہیں ہوتی، بن سورج ڈوبے رات نہیں ہوتی
اے وسیم کسی کا دل مت توڑنا، کیونکہ دل ٹوٹنے کی آواز نہیں ہوتی

⭘ ________ وسیم احمد-گکھڑ منڈی

خوشبو بن کر تیرے دل میں بکھر جائیں گے
پیار بن کر تیرے دل میں اتر جائیں گے
محسوس کرنے کی کوشش تو کریں وسیم
دور ہوتے ہوئے بھی پاس نظر آئیں گے

⭘ ________ وسیم ابجد ابرار احمد-گکھڑ منڈی

دل کی دھڑکن دل سے جدا نہیں ہے
آپ کی یاد ہمارے پاس ہوتی ہے
آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو کاوش
ہماری دعا آپ کے ساتھ ہوتی ہے

⭘ ________ رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

اے کاش جدا ہونے سے محبت کم نہ ہو
لاکھ غم ملیں پر تیری آنکھ نم نہ ہو
ایک ایسا سلسلہ ہو تیرے میرے درمیان
فاصلے چاہے بھی ہوں پیار کم نہ ہو

⭘ ________ رئیس ساجد کاوش-شہر خان بیلہ

پی کر شراب ہم ان کو بھلانے لگے
غم کو شراب میں ملانے لگے
کیا کریں یارو شراب بھی بے وفا نکلی
نشے میں تو وہ اور بھی یاد آنے لگے

⭘ ________ وسیم پردیسی-گکھڑ منڈی

اس نے ہم کو دیکھا تو خود کو چھپا لیا
نہ جانے لوگوں نے اس کو کیا کیا سکھا دیا
مگر بھی اس نے بتایا تو سب کے سامنے
اس کی یاد نے ہم کو نمازی بنا دیا

⭘ ________ تنویر احمد

رکنا مت پرکھنے سے کوئی اپنا نہیں رہتا
کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا
بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
کہ دریا جب سمندر سے ملتا ہے تو دریا نہیں رہتا

⭘ ________ تنویر احمد

ذکر کرتا ہے دل صبح و شام تیرا
گرتے ہیں آنسو بنتا ہے نام تیرا
کسی اور کو کیوں دیکھیں یہ آنکھیں
جب دل پہ لکھا ہے صرف نام تیرا

⭘ ________ شاہد نواز-گوجرہ

جرم شرائط سے ہٹ کر نہ سزا دو ہم کو
زہر رکھا ہے تو یہ آپ بتا دو ہم کو
ہم حقیقت ہیں تو تسلیم نہ کرنے کا سبب
ہاں اگر حرف غلط ہیں تو مٹا دو ہم کو

⭘ ________ قیصر اقبال پردیسی-گوجرہ

گر ہونے سے پہلے گر گئے ہیں

[illegible] عشق سے ڈر تے ہیں
میری آنکھیں میں پل رہے تھے
وہ اپنا کام آخر کر گئے ہیں

⭘.................................. شاہد نواز-گوجرہ

شاخوں سے پھول پھول سے خوشبو جدا نہ ہو
آباد شہر دل میں کوئی دوسرا نہ ہو
یوں کھوئے تیری یاد میں خود کو بھلا دیا
جیسے کہ ہم کو خود سے کوئی واسطہ نہ ہو

⭘.................................. قسور اقبال پردیسی-گوجرہ

کب تک یاد کروں میں اس کو کب تک اشک بہاؤں
یارو رب سے دعا کرو میں اس کو بھول جاؤں
آج اس کی چاہت کا اک دریا میرے دل میں بہتا ہے
قطرہ قطرہ خون بدن کا اس کی یاد کو چھوڑے
ساری دنیا چھوڑے مگر تیری یاد نہ پیچھا چھوڑے

⭘.................................. وسیم اعجاز ابرار احمد-گھوسنڈی

وہ رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر ہنس گیا
وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
کیوں کہ وہ جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا

⭘.................................. رئیس ارشد-شیر خان بیلہ

تمناؤں کی دل میں فضا ہوتی ہے
حسرت لبوں پہ آئے تو دعا ہوتی ہے
چلو اسے دل ہی دل میں یاد کریں
سنا ہے دل کو دل سے راہ ہوتی ہے

⭘.................................. رئیس ارشد-شیر خان بیلہ

جلتا ہوا دیا دیکھ کر خوش ہونے کی عادت تھی اس کی
بس اس کو خوش رکھنے کے لئے ساری عمر ہم جلتے رہے

⭘.................................. لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول

⭘.................................. افنان محمود-سرکن شی

خون سے لکھ رہا ہوں سیاہی مت سمجھنا
میں عشق ہوں تیرا مجھے اپنا بھائی مت سمجھنا

⭘.................................. محمد افنان-سرکن شی

ہمیں مطلب تو کوئی نہ تھا مگر تجھ سے
بس یونہی چلے آئے تیری محفل میں ہم

⭘.................................. بابر علی سحر-سمندری

کاش تم وہی، میں وہی ہو جاؤں مگر
مانا کہ گزرا ہوا پل واپس نہیں آتا

⭘.................................. بابر علی سحر-سمندری

ہجر میں عمر بھر رو لیں گے
تھوڑی دیر تو سو لینے دے

⭘.................................. محمد عمر-میاں چنوں

ایک بار نگاہوں میں آ کر، پھر ساری عمر رلاتے ہیں
چلو آج جس نے دکھ دیا فراز، آج اس کو بھول جاتے ہیں

⭘.................................. بہادر عارفانی-گوجری

چلو اب کبھی کسی کی باتوں میں نہ آئیں گے
چلو اب خود پہ بھی ناصر اعتماد کرتے ہیں

⭘.................................. ناصر علی-ساہیوال

جن کے ہونے سے میرا سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارا ہو گا

⭘.................................. رابی خان-پشاور

ڈھونڈے گا وہ مجھے انہیں گلیوں میں ایک دن
ڈھونڈے گا اور مجھ کو نہ پائے گا دیر تک

⭘.................................. فرید علی نبی-سیت پور

ہم شہر کے لوگوں سے بھی انجان ہیں ساگر
جس شہر محبت نے ہمیں لوٹ لیا ہے

⭘.................................. فرید علی نبی-سیت پور

کسی کی آنکھ میں نہیں کھٹکتا ہوں امتیاز
کسی کے پھول سے دل میں بھی خار ہے میرا

⭘.................................. الیس امتیاز احمد-کراچی

دل میں اب یوں تیرے بھولے ہوئے غم آتے ہیں
جیسے بچھڑے ہوئے کعبے میں صنم آتے ہیں
(فیض احمد فیض)

⭘.................................. اے جی

دل کے ماروں کا نہ کر غم کہ یہ اندوہ نصیب
زخم بھی دل میں نہ ہوتا تو کراہے جاتے

⭘.................................. مہر محمد احسان تنویر-پسرور

یوں نہ خوابوں میں آیا کرو دوست
ہم نازک دل ہیں خوفناک چیزیں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں

⭘.................................. اختر علی-حسن ابدال

بہترین شعراپنے پیاروں کے نام

اپنی جان کے نام

رہتا ہے مجھے ہر پل اب تیرے پہلو میں
سب رشتے زمانے کے میں توڑ کے آئی ہوں

کسی اپنے کے نام

آج اداس ہوں تو کسی نے بھی آواز نہ دی محسن
کیا یہ مٹی کے انسان کسی سے وفا نہیں کرتے؟
ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

افضل جواد-کالا باغ

لبوں پہ تو جو تبسم سجائے پھرتا ہے
ہماری ذات کی نیند میں چرائے پھرتا ہے
بجھا بجھا سا وہ ہے کیف سانولا چہرہ علی
نجانے کتنے غموں کو چھپائے پھرتا ہے
محمد علی-کالا باغ

آمنہ افضل اعوان-فیصل آباد کے نام

ہر پل ہر سانس میں ہر دل کی دھڑکن کے ساتھ لگتا ہے کہ تم ہو
گھر کی دیواروں میں موسم کے نظاروں میں لگتا ہے کہ تم ہو
گلشن کی بہاروں میں آسمان کے تاروں میں لگتا ہے کہ تم ہو
مگر میری جان آمنہ تم کہیں بھی نہیں ہو مگر پھر بھی لگتا ہے کہ تم ہو
محمد افضل اعوان-گوجرہ

مس صبا-کلر سیداں کے نام

یہ سوچ کر پلکوں میں چھپا لیتا ہوں آنسو صبا کہ!
گر کر یہ میری آنکھ سے میری طرح تنہا نہ ہو جائے
سفیر اداس-مظفر آباد

نثار احمد حسرت کے نام

ان لڑکیوں سے تیری دوستی اچھی نہیں نثار
بچے تیرے جوان ہیں کچھ تو خیال کر

ایم شفیع تنہا-امرہ خورد

K کے نام-اٹک

جب لطف آ رہا تھا دیدار کی دل لگی کا آکاش
کہ نظریں بھی مجھ ہی پر تھیں اور پردہ بھی مجھ ہی سے تھا
جواد احمد آکاش-جنڈ

لاہور کے دوستوں کے نام

میرے عیب انگلیوں پہ گنواؤ یارو
بس میری غیر موجودگی میں مجھے برا نہ کہنا
عبدالغفار تبسم-لاہور

اجنبی دوست کے نام

تم نے سچ ہی کیا میں شعر نہیں ہوں
لیکن کسی کی بے وفائی نے شعر بنایا
کریم بخش-سوئی گیس فیلڈ

ملک طیب اعوان تنہا-کھیوڑی شریف

یونہی چھوڑ کر چلے گئے ہو جان من
ہماری غلطی کیا تھی بتا تو دیتے
ہم نے تمہیں پیار کیا ہے جرم تو نہیں
اگر جرم ہے تو اس کی سزا تو دیتے
ملک ایس خان-ہری پور ہزارہ

A مانسہرہ کے نام

اب ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
ہاشم خان-چندور یا گیں

گلشن پور میں کسی اپنے کے نام

اے کہنا اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے

کہ [illegible] تیرے حسن [illegible] سے
نہ میں سب سے منہ موڑیں گے
دنیا والے تیرے بن کے
تیرا ہی دل توڑیں گے

سید عارف شاہ — جہلم شہر

سیف الرحمٰن زخمی — سیالکوٹ کے نام

میرے جیون کے تسلسل کو تو کیا جانے گا
جو جھکا تیری خوشی مانگی ہاتھ اٹھائے تو تیری زندگی مانگی

عمران ثنا — حب ڈیم

سعدیہ رابعہ اینڈ علی عباس کے نام

وقت بدلتا ہے زندگی کے ساتھ ساتھ
زندگی بدلتی ہے وقت کے ساتھ ساتھ
محبت نہیں بدلتی جیون کے ساتھ اکثر
بس اپنے بدل جاتے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ

سید اکبر حسین شاہ کاظمی — [illegible]

اسے آر راحیلہ مظہر — فیصل آباد کے نام

ہم خانہ بدوشوں کی طرح گزارا کرتے ہیں
بچھڑے نہ کوئی کسی سے بس یہ دعا کرتے ہیں
ہم تیرے لیے جیتے ہیں تیرے لیے مرتے ہیں
اب تو آ جاؤ ہم روز تیرا ہی انتظار کرتے ہیں

سیف الرحمٰن زخمی — [illegible] شریف

بٹ — گوجرانوالہ کے نام

تیری چاہتوں کو سلام کرتے ہیں
چند لفظ آپ کے نام کرتے ہیں
محبت نام کا لفظ آپ کی شان کرتے ہیں
اپنی زندگی کا ہر لمحہ آپ کے نام کرتے ہیں
یہ زندگی آپ کی غلام کرتے ہیں
اتنا جان لے محبت بے شمار کرتے ہیں

محمد شہباز گل — گوجرانوالہ

جان — نامعلوم کے نام

عشق ہے وفا ہوں جانے کیوں وہ یہ گمان کرتا ہے
توڑتا ہے ملاتا ہے بڑا پریشان کرتا ہے

تم نہیں دعا نہ کرو تیری دنیا سے جانے کی خدایا
دیکھ تیری دنیا میں کیا کیا انسان کرتا ہے

عابد رشید — ڈھوک مغل

جویریہ شہزادی — ویرگل گاؤں کے نام

جیون کے سفر میں راہی اکثر ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو

اکبر سیف دکھی — سکھیکی منڈی

مس صبا — سگر سیداں کے نام

ہر رات کے چاند پہ ہے نور آپ سے
صبح کی اوس کو غرور آپ سے

محمد خادم ملک — ڈیرہ مراد جمالی

صنم — شہداد کوٹ کے نام

تو دل ہے تقدیر ہے اے میری ہمدم
کبھی تنہا نہ چھوڑ کے جانا صنم
سمجھ جانا کہ پہرہ ہے تیرے نام میں
تیرے بنا دل لگتا نہیں اب کسی کام میں

ظفر نور بھٹو — اوباوڑہ

راحیلہ مظہر — چک جھمرہ کے نام

نہ ستاؤ ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں
جدائی کا غم اٹھائے ہوئے ہیں
کھلونا سمجھ کر ہم سے نہ کھیلو
ہم بھی اسی خدا کے بنائے ہوئے ہیں

سراج اللہ خٹک — ضلع کرک

وحشت تنہائی میں اشکوں کا سہارا لے کر
ہمدم ہم نے مانگی تیرے ملنے کی دعا دیر تک

[illegible] — میر پور خاص

سہیل وفا کے نام

رشتہ نہیں ٹوٹا تیری یاد کا میرے دل سے
گفتگو جس سے بھی ہو خیال تیرا ہی رہتا ہے

سفیر اداس سوہدری — مظفر آباد

ثمرین-عارف والا کے نام

بے اعتبار وقت پہ جیتا کے رو پڑے
پا کر بھی اسے تو کبھی کھو کے رو پڑے
ہمارے پاس خوشیاں مستقل ہی کہاں رہیں
باہر کبھی ہنسے بھی گھر میں آ کے رو پڑے

مدد حسین بلوچ-عارف والا

سلیم خان-لکسن کے نام

تم میرے خواب میں رہتے ہو
دل کی کتاب میں رہتے ہو
بھولنا ہی تمہیں ناممکن ہے
تم ہر سوچ ہر خیال میں رہتے ہو

ایم شہزاد-پھول نگر

اپنے پیار کے نام

سب کہتے ہیں جدائی ختم نہیں ہوتی
کسی کو یاد کرنے سے زندگی ختم نہیں ہوتی
دن بھی گزر جاتا ہے رات بھی گزر جاتی ہے
جب تنہا ہوتا ہوں تو وہی تیری یاد ختم نہیں ہوتی

محمد لقمان اعوان-سرپالو والا

طاہرہ-کوٹلی ویدلی کے نام

جب میں مر جاؤں گا میری لاش کا چرچا عام ہو گا
کفن چہرے سے ہٹا کر دیکھ لینا لب پہ تیرا ہی نام ہو گا

حافظ محمد شفیق عاجز-کوٹلی ویدلی

ایمان-کراچی کے نام

ستم ہے وہ ستم کرتے ہیں
ہم پھر بھی ان پہ مرتے ہیں
اس کی جھوٹی محبت میں شمشاد
ہم ساری عمر جلتے رہے

الٰہی بخش شمشاد-کیچ مکران

مس روبینہ-خلہ جوگیاں کے نام

ہے ربط خیالات کی دنیا سے نکل جا
تو ساتھ زمانے کے کسی روز بدل جا
بے نام امنگوں کا سہارا نہ لیا کر
کر دفن تمناؤں کو اس طور سنبھل جا

نگہت عزیز-لاہور

کریم بخش-سوئی گیس کے نام

نہ ہم رہے نہ وہ خوابوں کی زندگی رہی
گمیں گمیں سی جھک خود کو ڈھونڈتی ہی رہی
حریم شوق کا عالم بتائیں کیا تم کو
حریم شوق میں بس شوق کی کمی ہی رہی

جمیلہ بانو-لاہور

مس کوثر-چونگی کے نام

تجھے پا کے کھونے کی آرزو تجھے کھو کے پانے کی جستجو
کہیں دل میں چلتی رہی سدا کوئی لذت غم آرزو
دل مضطرب کو تلاش تھی ترے روبرو تری چاہ کی
کہ آنکھ میری چھلک گئی سر آئینہ مرے روبرو

رخسانہ سلطان-لاہور

انیس سلمیٰ-ہری پور کے نام

کر گئی پاگل تیری خوشبو مجھے
کھا گیا ہے حسن کا جادو مجھے
اس کی آنکھوں میں نظر آیا نہیں
میرے غم کا کوئی آنسو مجھے

تنزیلہ حنیف-چوکیاں

تنزیلہ حنیف-چوکیاں کے نام

میں جانتی ہوں اندھیرا نصیب ہے میرا
سحر نہ ہو گی مگر پھر بھی آس رہنے دو
شام ڈھلتے ہی دریچے پہ بجھ گئیں آنکھیں
وہ اک قیاس ہے تو یہ قیاس رہنے دو

نیلوفر-راولپنڈی

سپاہی مظہر علی-پاک کیمپ کے نام

ابھی کچھ دیر نگاہوں میں پیاس رہنے دو
دل اس کے پاس ہے تو اس کے پاس رہنے دو

بانو-گوجرانوالہ

چراغ حسرت

یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے
چراغ حسرت جلتا رہا ہے
میرے نصیب میں لکھی ہیں تنگیاں
عملوں کا نتیجہ چل آ رہا ہے
گردش میں ہیں ایام زندگانی
ستارہ قسمت کس طرف جا رہا ہے
یاد ماضی بھول گیا ہوں رفتہ رفتہ
یہ مجھ کو کیا ہو رہا ہے
غموں کے بھار تلے پس رہا ہوں میں
ہر ہجر و چمک بڑھ رہا ہے
تنگی بڑھ رہی ہے دن بدن اس سے
یہ دل چوٹ پہ چوٹ کھا رہا ہے
تقدیر کا لکھا اٹل ہوتا ہے ذاکر
تو کیا شکوہ تقدیر کرنے جا رہا ہے
محمد ذاکر۔ آزاد کشمیر

غم کے بادل

آج پھر غم کے بادل چھا گئے ہیں
آج پھر ہم کہاں پہ آ گئے ہیں
کس کے گناہوں کی ملی ہم کو سزا
کس کے گناہوں کی ہم سزا پا گئے ہیں
پیاسی نگاہوں کو تھی ساگر کی تلاش
جو تھے سراب پیاس وہ بجھا گئے ہیں
اب نہ رہی آس ملن کی ہمیں
وقت ملن کا تو ہم گنوا گئے ہیں
آؤ پیار کے ساگر میں ڈوب مریں
میں نے دھیرے سے پوچھا وہ گھبرا گئے ہیں
یہ کیسی ہے محبت چاہت اور وفا
ہم جس کے زیر عتاب آ گئے ہیں
جس گھڑی جانا نہیں نام اس کا کیا لینا
جلے پھول جن کے گہرا گھاؤ لگا گئے ہیں
یہ سچ ہے تنہا شخص کی کیا زندگی ہے ذاکر
ایک تجھ بن اکیلے ہم بھی اکتا گئے ہیں
محمد ذاکر۔ آزاد کشمیر

آخری بات

کیا ایسا کچھ نہیں ہو سکتا
اک روز کہیں ہم مل بیٹھیں کہیں
جب سورج آ کے چھا جائے کبھی
جب سر پہ رات ٹھہر جائے کبھی
جب چہرہ ڈھانپ دیا جائے کبھی
یہ ورق ہی پھاڑ دیا جائے کبھی
ایسا کچھ ہونے سے پہلے کبھی
اک شام کہیں ہم مل بیٹھیں
کسی موڑ پہ شاید پھر سے ملیں
وقار رسال۔ سکھیرہ ضلع بھکر

چہرے پر نقاب

ایک لڑکی روزانہ گلی سے گزرا کرتی تھی
اس کے چہرے پہ نقاب ہوا کرتا تھا
ایک لڑکا اس پہ مرتا تھا
شاید وہ اسے پیار بھی کیا کرتا تھا
لڑکی نے اس لڑکے کے پڑوسی سے پوچھا
پڑوسی نے اپنا فرض نبھایا اس سے
اپنے آنسوؤں سے قبر کو بھگونے لگی
اے خدا یہ کیسا انقلاب آیا ہے
آج میں پردے میں ہوں
اور میرا محبوب بے نقاب آیا ہے
ذیشان بلال۔ مالسر کیپ

ارے ماں

اتنا رونا بھی اولاد کے لئے مت ارے ماں
آنکھیں سوج جائیں گی رونے سے ارے ماں
تم تو ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو
آپکے رونے سے ہم بھی روئینگے ارے ماں
کیوں روتی ہو ہم سے آپکا رونا دیکھا نہیں جاتا
آپ نے تو ہمیں پال کر بڑا کیا
پھر کیوں اتنا روتی ہو ارے ماں
میں بھی روؤں گا آپ کے رونے سے
اگر آپ کی آنکھوں سے ایک قطرہ آنسو کا گرا

میں تو ساری عمر دکھوں سے روؤں گا شاہ رخ
لیکن آپکو کبھی رونے نہیں دوں گا ارے ہاں

گل شاہ رخ خان۔ کرک

نادان

ایک لڑکا پاگل سا..... ایک دیوی کو دیکھا کرتا تھا..... اس کا عکس اپنے دل میں بسا کر..... اس کی پوجا کیا کرتا تھا..... پر وہ نادان تھا ..... نہیں جانتا تھا کہ!..... وہ ایک دیوی ہے.....

نعمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

بے رخی سے چل دیا

وہ مجھ سے بے سبب الجھا نہیں تھا
وہ پہلے تو کبھی ایسا نہیں تھا
بہت اچھی تھا اس کا ظرف
لیکن وہ میری ذات کو سمجھا نہیں تھا
وہ جتنی بے رخی سے چل رہا تھا
میں اتنا بھی گیا گزرا نہیں تھا
اسے میں کیوں برا ٹھہراؤں یارو
وہ اچھا تھا فقط میرا نہیں تھا

ملک جاوید از قریشی۔ ڈی آئی خان

غزل

پردیس جانے والے مجھ کو نہ بھول جانا
قسم ہے تجھ کو میری مجھے تم نہ بھول جانا
وہ قسمیں اور وعدے کہاں ہیں تیرے
یاد کر تم نے کہا تھا مجھے تم نہ بھول جانا
دل لگانے والے کہاں چلے ہمیں چھوڑ کر
ہمیں بلا کر اندھیری راتوں میں نہ بھول جانا
ڈر لگتا ہے مجھے تنہائی کے سائے سے
دن گرم ہے سائے میں بیٹھا کر نہ بھول جانا
محبت کرنے والوں کو نہیں ڈر تیر و تلوار کا
شاہین غیروں کے ساتھ مجھے بھی نہ بھول جانا

فدا شاہین بھٹی۔ معرفت اسلم ڈال سکول ہاشمی کالونی ہجرپورلی تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان

غزل

ہم شیشو! کچھ نہیں رکھا یہاں پر کچھ نہیں

چھوڑ دو اس کی ہوس دنیا کے اندر کچھ نہیں
در کھلا ہی رہنے دو گھر سے نکلتے وقت تم
کچھ اگر ہے تو تمہاری ذات ہے گھر کچھ نہیں
مانگ میں سورج رہے و چاند رہنے ہاتھ میں
دل اگر کچھ نہیں تو شعبدہ گر کچھ نہیں
میں سراپا مات ہی ہوں، میں سراپا تیغ بھی
مجھ سے بڑھ کر کچھ نہیں و مجھ سے کم تر کچھ نہیں
اک چمک آنکھوں میں آجاتی ہے اسکو دیکھ کر
ورنہ دل تو متفق ہے آپ سے، زر کچھ نہیں
وقت نے سب دور کر دی ہیں میری خوش فہمیاں
یہ میرا احساس ہے مجھ کو اس سے بڑھ کر کچھ نہیں

یٰسین احمد۔ میانوالی

انتظار

میں تو شدت سے کرتی ہوں انتظار اس کا
شاید کہ بار لائے اس بار پیام اس کا
کہاں تو یوں تھا بھلا دوں گا جلد ہی اس کو
پر کیوں آتا ہے جانے خیال بار بار اس کا
میں ایک پیڑ کی شاخ یا شاید باد صباء
اور وہ آسمان جو کچھ نہیں جھکتا
ہمیں سے شروع ہے کہکشاں کا سفر
اور وہ سفر ...... جو شاید کبھی نہیں رکتا

خالد یٰسین۔ میانوالی

تم مجھے یاد آتے ہو

تم مجھے یاد نہیں آتے لوگوں سے..... اور اپنے آپ سے..... میں یہ بات..... کہہ کہہ کر تھک گیا ہوں۔

یٰسین احمد۔ واں بھچراں میانوالی

زندگی

زندگی کو ان کے نام کر دیا..... میں نے پیار تم سے کیا لیکن تو نے پیار کسی اور سے کیا..... میں نے اپنی جان کو تم پر قربان کیا..... لیکن تم نے اپنی زندگی کو کسی اور کے نام کیا..... مجھے قبر میں بھی یاد رہے گا کسی سے دل لگایا تھا..... لیکن وہ بے وفا میرے پیار کو مذاق سمجھتا تھا..... وہ وہ بنا رہا انجان کہ جس کو انہوں نے دل دیا..... اس بے وفا نے بھی ان کو ٹھکرا دیا..... اس نے تو اپنی زندگی ہی میں

ٹھکرایا تھا مجھے وسیم... لیکن میں نے مر کر اپنی ساری زندگی کو ان کے نام کر دیا۔

فیصل شہزاد۔ شیخ جنگ

غزل

سنگ مر مر سے تراشا ہوا یہ شوخ بدن
اتنا دلکش ہے کہ اس کو اپنانے کو جی چاہتا ہے
سرخ ہونٹوں میں چھلکتی ہے وہ رنگین شراب
جس کو پی پی کر بہک جانے کو جی چاہتا ہے
نرم سینے میں دھڑکتے ہیں وہ نازک طوفان
جن کی لہروں میں اتر جانے کو جی چاہتا ہے
تم سے کیا رشتہ ہے کب سے ہے یہ معلوم نہیں
لیکن اس حسن پہ مر جانے کو جی چاہتا ہے
ہم سے بہتر یہ پازیب جو اس پاؤں میں ہے
اس پازیب میں ڈھل جانے کو جی چاہتا ہے
رکھ لے کل کیلئے یہ دوسری پازیب بھی
کل پھر اس بزم میں آنے کو جی چاہتا ہے

اظہر محمود۔ راولپنڈی

یادیں

اک دن میں نے اس سے پوچھا
کہ تم مجھ کو کتنا یاد کرتی ہو
تو اس نے جواب دیا بہت زیادہ
میں نے پوچھا پھر بھی اس نے جواب دیا
تمہاری سوچ سے بھی زیادہ پھر!
اس نے مجھ سے پوچھا تم مجھ کو کتنا
یاد کرتے ہو میں نے جواب دیا تم تو پاگل
پاگل ہو یاد تو ان کو کیا جاتا ہے
ان کو بھلا جائے تم تو میرے دل کی ہر دھڑکن میں ہو

کاشف علی محسن۔ داتا آباد

غزل

میرا دل کرتا ہے آج غزل لکھ ڈالوں
برسوں کے بعد کسی کو آج خط لکھ ڈالوں
بچھڑے ایسے کہ پھر ملنے کا نام نہیں لیا
تنہائی سے تو بہتر ہے تیرا نام لکھ ڈالوں

اکثر خواب تیرے نیند سے بیدار کرتے ہیں
اپنا نام لکھ کر تیرے دل کی کوٹھڑی میں ڈالوں
دل اک شیشہ ہے درد ہجر کے سہتا نہیں
دل کرتا ہے قید خانے کے در و دیوار توڑ ڈالو
میرے بس میں ہوتا تو تجھے شیشی میں بند کر لیتا
شاہین تجھ سے باتیں کرنے کیلئے شیشی توڑ ڈالو

فدا شاہین کمل۔ احمد پور

مزاحیہ غزل

سنڈل سے ہمیں آتا ہے پٹنے کا مزا بھی
چھتا بھی گزرتا ہے تو بجتا ہے توا بھی
تو کاغذی بادام ہے کیا تجھ سے کریں عشق
پڑی ہے نہ پھلی تیری نازک ہے ادا بھی
دم خم ہے بہت جوتیاں کھانے کا ابھی تو
رستے میں جو بچھڑوں تو وہ ہوتے ہیں خفا بھی
حلوہ ہو یا مکھن ہو گھوری یا چھاڑ
کر جاتے ہیں وہ دل کی ہڈیاں کو صفایا بھی
مجھ سے بھی تو کچھ رسم بڑھا کر ذرا دیکھو
افسوس وہ پرکھتے نہیں وہ کھوٹا کھرا بھی
اس دل کی اجڑیاں میں ذرا دیر تو رہیے
پھر آپ کو مل جائے گا حزل کا پتہ بھی

مسرت غزل ساگر۔ ڈھالیوال

حال دل

گزر رہی ہے جو مجھ پہ بتا سکا نہ کبھی
جو حال دل ہے زباں پہ وہ آ سکا نہ کبھی
جنہوں نے چہرہ انسانیت کو مسخ کیا
وہ واقعات میں دل سے بھلا سکا نہ کبھی
اجڑ گئیں تھیں جو سیلاب وقت کے ہاتھوں
وہ دل کی بستیاں اپنی بسا سکا نہ کبھی
اڑا کے لے گئی جب سے اسے ہوائے الم!
وہ ابر سر خوشی پھر سر پہ چھا سکا نہ کبھی
سکوں نہ لینے دیا ہوئے اجنبیت نے
عجیب رنگ زمانہ ہے بچا سکا نہ کبھی
بہا کے لے گیا جو قدر، خیر و امن و سکوں
وہ انقلاب سمجھ ہی میں آ سکا نہ کبھی

ہزار کوششیں بسیار پہ بھی اے واجد
جو سو چکے ہیں میں ان کو جگا سکا نہ کبھی
پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ لیبر کالونی کراچی

اداس نظر

وہاں خیال، قلب پریشاں، نظر اداس
چھلکی ہوئی ہے کہاں تک فضائے یاس
گم کردہ راہ شوق ہوں صحرائے وقت میں
منزل اس کی کوئی توقع نہ کوئی آس
اب ان کی انجمن میں ہے پاس وفا کسے
ایک ایک کرکے اٹھ گئے جتنے تھے حق شناس
جب بات ہے ہمیں بھی ملے منزل مراد
پیغام سر خوشی ہی کسی انجانے پاس
رہنے دے میرے غم کا بھرم میری چشم تر
بے سود عرض حال ہے بیکار گزر گئے
آجائے جن کو آب و ہوائے الم بھی راس
واجد سخن کی قدر تو کیا رہ گئی ہے آج
مقصود شعر گوئی دل کی فقط بھڑاس
پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ لیبر کالونی کراچی

اپنوں کے ظلم

میرے دشمنوں نے جو بھی وار کئے یار بن کر
اپنوں نے جو بھی ظلم کئے پیار بن کر
وہ بھی ہے وفا نکلا زمانے کی طرح
میرے دوستوں نے جو دکھ دیئے دلدار بن کر
میری بے بسی کا مذاق اڑایا ہر کسی نے
مجھے اپنوں نے جو زہر دیا اعتبار بن کر
بے سود پھرتا ہوں میں پاگلوں کی طرح
مجھے کسی نے بھی نہ دل سے لگایا خدا سے ڈر کر
تیرے دکھوں نے مجھ کو مار ڈالا جانے جگر
یہاں کوئی ملا مجھے بے وفا بن کر
ایک سانسو کی ڈوری ہے یہ بھی ٹوٹ جائیگی
عزیز کوئی بھی نا آئے گا تیرا پیار بن کر
عزیز احمد بھٹی۔ ٹمبل روڈ لاہور

میری چاہت

میری چاہتوں کو یوں بھلا نہ سکو گے
یہ درد دل تم یوں سنا نہ سکو گے
کر دیں گے عشق میں ہم تیرا ایسا حال
کہ میری بربادی کا جشن تم منا نہ سکو گے
ہوتے ہو خوش دیکھ کر میرا جو حال
کہ حال دل تم کبھی سنا نہ سکو گے
کہ دامن کو تیرے ہم پکڑیں ایسے
کہ چاہ کر بھی تم یوں چھڑا نہ سکو گے
کہ چھین لی ہیں مجھ سے میری کیوں خوشیاں
کہ تم بھی اے ظالم اب مسکرا نہ سکو گے
اگر ٹوٹ جائے کبھی انجانے سے دل بھی
کہ دل سے تم دل کو ملا نہ سکو گے
روٹھ گیا اگر یونہی خود سے عزیز
کہ عمر بھر اسے پھر تم منا نہ سکو گے
عزیز احمد بھٹی۔ ٹمبل روڈ لاہور

اس کا چہرہ

وہ چپ رہے بھی تو مجھ کو سنائی دیتا ہے
ہر چہرہ اس کا چہرہ دکھائی دیتا ہے
کسی بھی چیز کی دل میں طلب نہیں باقی
مجھے بھی رونق دینا پسند ہے لیکن
تیرا خیال مجھے کب رہائی دیتا ہے
وہ ایک پل بھی مجھے چھوڑتا نہیں تنہا
کبھی دکھائی کبھی وہ سنائی دیتا ہے
رات کیسے ڈرائے گی مجھ کو عزیز
غم فراق مجھے روشنائی دیتا ہے
فیروزہ بھٹی۔ ٹمبل روڈ لاہور

اجنبی شہر

اجنبی شہر کے اجنبی راستے ہیں یہ
میری تنہائی پہ مسکراتے رہے وہ
میں بہت دیر تک یوں ہی چلتا رہا
تم بہت دیر تک یاد آتے رہے
دل گئی دل کی گئی بن کے ملا دیتی ہے
روگ دشمن کو بھی نہ یارب لگانا دل کا
وہ بھی اپنے نہ ہوئے دل بھی گیا ہاتھوں سے

مجھے بھول جانے کا شکریہ

یوں رہِ وفا کی صلیب پر وہ قدم اٹھانے کا شکریہ
بڑا پرخطر تھا یہ راستہ تیرا لوٹ جانے کا شکریہ
جو اداس ہیں تیرے ہجر میں جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی
سر بزم انہیں دیکھ کر تیرا مسکرانے کا شکریہ
تیری یاد کس کس بھیس میں میرے شعر و نثر میں ڈھل گئی
یہ کمال تھا تیری یاد کا مجھے یاد آنے کا شکریہ
جو زمانے بھر کا اصول تھا وہ اصول تو نے نبھاہ دیا
یہی رسم ٹھہرے گی معتبر مجھے بھول جانے کا شکریہ

☆ ——— فرید علی نمی-سیت پور

محبت اب نہیں ہوگی

میری حسرت کے جنازے کو اٹھانے والے
کتنے بے درد ہیں یہ لوگ زمانے والے
کوئی اپنا نہیں مطلب کی ہے دنیا ساری
اب کہاں ملتے ہیں وہ یار پرانے والے
میں دعاگو ہوں سدا نیند ہو مبارک تجھ کو
ہجر کا درد مجھے دے کے جگانے والے
بس یہی سوچ کے ہر بار مناتا ہوں تجھے
لوٹ کے آتے نہیں روٹھ کے جانے والے
ان کے سینوں میں کبھی جھانک کے دیکھو تو سہی
کتنے افسردہ ہیں اوروں کو ہنسانے والے

☆ ——— فرید علی نمی-سیت پور

بڑی حسین رات تھی

چراغ و آفتاب گم بڑی حسین رات تھی
شباب کا نقاب گم بڑی حسین رات تھی
مجھے پلا رہے تھے وہ کہ خود ہی شمع بجھ گئی
گلاس گم شراب گم بڑی حسین رات تھی
لبوں سے لب جو مل گئے لبوں سے لب جو سل گئے
سوال گم جواب گم بڑی حسین رات تھی
لکھا تھا جس کتاب میں کہ عشق تو حرام ہے
فرید وہ کتاب گم نصیب گم بڑی حسین رات تھی

☆ ——— فرید علی نمی-سیت پور

غزل

اپنے لئے شاہراہ حیات ہموار کر نہ سکا
اظہار کر کے بھی میں تجھے پیار کر نہ سکا
مجھے تیرے پیار سے جاں عزیز نہ تھی لیکن
میں چاہ کر بھی تجھ پہ جان نثار کر نہ سکا
تو ہو بھی جاتی شاید تقدیر میری
بس میں ہی تجھ کو اپنا کر نہ سکا
افسوس یہ نہیں ہے کہ تو میرا ہو نہ سکا
دکھ یہ ہے کہ میں خود کو تیرا کر نہ سکا
تیرے حق کا یہ ادب ہے دل میں طاہر
میں آج تک کسی اور کو پیار کر نہ سکا

☆ ——— ایم طاہر القادری سروانہ-حضرو

اک ماں نے بیٹے سے کہا

کتنے ارمانوں سے پالا تھا میں نے تجھ کو
پھر دائمی سوگ دیا. تو نے مجھ کو
یاد کر حالات کٹھن کو تو ذرا
نہ سویا کرتا تھا تو پاس بلائے بنا مجھ کو
آ گئی ہیں کیوں تلخیاں اب دل میں تیرے
کیا میرے جوش محبت میں آ گئی کمی بتاؤ مجھ کو
تیرے واسطے میں نے کتنے جتن کیے تھے
اب ہو گیا ہے دشوار تجھ پہ سنبھالنا مجھ کو
اک بلبل تھی جو گلشن اقبال میں گئی
آہ! کیا خبر تھی حالات زیست کی مجھ کو
ایسے گزرتے ہیں شب و روز ہجر میں تیرے طاہر
کہ ناگن کی طرح ڈستی ہیں ویران راتیں مجھ کو

☆ ——— ایم طاہر القادری سروانہ-حضرو

غزل

تجھے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں نہ بسایا تو پھر کہنا
آ کے تجھے تیرے خوابوں میں نہ ستایا تو پھر کہنا
تیری سوچوں میں گزر جاتی ہے ساری رات
زندگی بھر راتوں کو نہ جگایا تو پھر کہنا
ڈھونڈتے پھرو گے تم ہر جگہ ہم کو
اپنے عشق میں تجھے پاگل نہ بنایا تو پھر کہنا

آپ کے خطوط

امید ہے سب خیریت ہوں گے جنوری 2014 کا شمارہ ملا اللہ کا شکر ہے مل تو گیا ورنہ ملتا ہی نہیں قسں کے بچاری لگانے کا بہت شکریہ تلاش عشق اور طلسمی ٹوپی جب سب قسطیں مکمل ہو جائیں گی پھر پڑھوں گی راہ حق کا مسافر شکیل کامران آپ تو واقعی ہی ایک رائٹر بن گئے ہو میں نے پہلے بھی آپ کی کئی کہانیاں پڑھی ہیں میں نے لال چشمہ۔نامعلوم۔موت کی دستک ساحل جی۔عاشق ڈائن فیصل شہزاد۔پراسرار حویلی سونیا لطیف۔حوس قمر نشاد۔اور خوابوں کی دشمن سب کہانیاں گریٹ تھیں ویسے شمارے کا نام طلسمی ٹوپی رکھ کر غلطی کی ہے اسکا نام فون نمبر ہونا چاہیے تھا اتنے زیادہ ٹیلی فونز نمبر تو بہ نہ کوئی غزل اچھی تھی نہ شعر اور شعیب شیرازی وارث عمران کہاں گئے یہ سب اور ہاں میں بھول ہی گئی موت کی منزل پرنس کریم زبردست اینڈ تھا اینڈ اسی بات پر ہوتے ہیں کسی خوشی رہنے لگے اگر اس کا اینڈ بھی ایسا ہوتا تو مجھے کہانی پسند نہ آتی مزہ تو اب آیا جب سب کچھ ختم ہو گیا میری سوہنی مٹھی پیاری سی ساحل دعا بخاری او یار تو مجھے تو کہہ تو نے کہا ہی اسے ہے جو لکھتا ہی نہیں ہے میرا نام لے کر کہتی تو مجھے پتا بھی ہوتا تو ہی رکھو وارث آصف خان بے نیازی کو میں نے کون سا اسکا اچار ڈالنا ہے میں نے تو کہا تھا اب اگر میرا وہ خط شائع نہیں ہوا تو اس میں میرا کیا قصور ویسے اگر کہتی ہو تو میں تمہیں اپنا سارا بائیو ڈیٹا سینڈ کر دیتی ہوں تا کہ آپ کو یقین آ جائے اور ہاں مجھے کوئی واسطہ نہیں کوئی کسی کو جو مرضی کہے یا جو مرضی کرے او کے اور ریاض بھائی آپ میرا یہ خط ضرور شائع کر دینا میری ساری کہانیاں بھی مہربانی ہو گی میں کہانی پہ کہانی نہیں لکھ سکتی تین چار ماہ بعد جب دماغ میں آتی ہے تو لکھ دیتی ہوں اس لیے میں ہر ماہ کہانی نہیں لکھ سکتی زندگی کے رنگ چاہت محبت کی تھی بھائی کچھ تو لگا دیں آپ کو چھوٹا سا افسانہ یاد ہیں بھی بھیجا تھا آخر میں سب کو سلام قبول ہو۔

------------------------انیلہ غزل۔حافظ آباد

فروری کا خوفناک ستائیس کو ملا ٹائٹل پہ ایم ڈاکر صاحب کی طلسمی ٹوپی اچھی تھی مگر مزید اچھی ہو سکتی تھی تلاش عشق ریاض بھائی بہت اچھا لکھ رہے ہیں آپکا بہت شکریہ کہ ہمیں اتنی اچھی تحریر پڑھنے کو دی خوشبو۔اور بھید اچھی تھی چاہت ابھی پڑھی نہیں عثمان غنی نے بھی اچھا لکھا خطوط میں سب لوگوں کا شکریہ اقرا جی کی تحریر کا انتظار رہے گا صبا واسلم ویلکم ان خوفناک۔آپ لوگوں نے ڈر میں مجھے ویلکم کہا تھا سو اب میرا بھی حق بنتا ہے آصفہ اور عائشہ کو بھی لائیں اور ہاں آپ نے جو خوفناک میں غزلیں بھیجی تھیں شاید اب سو سال میں ہی شائع ہوں آخر میں سب کو ڈھیروں سلام ہو

--------------------ساحل دعا بخاری بصیر پور

فروری کا خوفناک ڈائجسٹ ملا پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا پھر لیٹرز کی طرف دیکھا تو اپنا لیٹر نہ پا کر دکھ ہوا پر نا امید نہیں ہیں پھر سٹوری کی طرف گئے فہرست میں تلاش عشق دیکھ کر فورا اندر تلاش کی شروع ہی میں مل گئی پڑھ کر بہت مزہ آیا انکل ریاض احمد گڈ جی گڈ بھائی اسد شہزاد صاحب ہماری طرف سے ویری ویری گڈ اور صبا کہا قبول ہو

بھید قسط وِن بھی زبردست تھی بھائی خالد شاہاں لوہاری ان کو بھی ہماری طرف سے مبارکباد قبول ہو ویسے حکمت کمال کی تھی ہمیں بھی ایسی حکمت کی ضرورت ہے طلسمی ٹوپی ایم ذاکر آزاد کشمیر اچھی تھی دسمبر آ گئی 14 دسمبر کے بعد آپی قمر نشاد واہ جی واہ آپ کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں ہیں بس آپ جو مرضی سمجھ لیں چاہت تو خوفناک ڈائجسٹ کی سٹوری ہی نہیں لگتی آپی انیلا غزل جانے کہاں سے لکھ لائی ہوں بھی گزارا ہی تھی یہ بھی خوفناک ڈائجسٹ کی نہیں لگتی ہماری طرف سے مبارکباد قبول ہو خونی جنات شاب خان شیخ کی بھی پہلی قسط اچھی لگی گڈ جی گڈ۔ پراسرار کوبرا قیصر جمیل پروانہ بھی اچھی تھی۔ باقی تمام بھی اچھی تھیں ان سبکو مبارک ہو آخر میں انکل ریاض احمد سے گزارش ہے ہماری بھی سن لیا کریں اور فروری کے شمارے میں بہت ہی غلطیاں تھیں جو سٹوری کی زینت ہی خراب کر دیتی ہیں پہلے تو ایسا نہیں ہوتا تھا انکل جی کیا بات ہے راز اوّل میں تو کچھ زیادہ ہی تھیں بھی اسد شہزاد نے بتایا کہ یہ کمپوزنگ کی غلطیاں تھیں امید ہے اب بہتر ہوگا تمام قارئین اور سٹاف کو ہماری طرف سے سلام ہو

مصباح کریم میواتی۔ چوکی -----------------

فروری کا خوفناک ڈائجسٹ ملا اسلامی صفحہ بہت پسند آیا میرا بھی یہ تیسرا خط ہے بھائی ندیم عباس میواتی کی طرح میں بھی ضدی ہو گیا ہوں لکھتا ہی رہوں گا شائع ہو یا نہ ہو کہانیوں کی طرف۔ ریاض احمد تلاش عشق۔ راز اسد شہزاد۔ خونی بھی شہاب شیخ۔ خوشبو احسان سحر۔ پراسرار کوبرا قیصر جمیل روانہ۔ سب ہی اچھی سٹوریاں تھیں سب کو ہماری طرف سے مبارک ہو مصباح کی آپ کی بھی غزل پسند آئی پھر بھائی زاہد صاحب آپ کی بھی غزلیں ٹھیک تھیں انکل ریاض احمد آپ سے بھی گزارش ہے ہمیں بھی خوفناک میں شامل کرلو۔ سب کو سلام۔

محمد حمزہ شہزاد۔ بورے والہ -----------------

اسلام علیکم۔ اس بار خوفناک کا انتہائی شدت سے انتظار تھا لیکن کھودا پہاڑ نکلا چوہا یعنی کہ اس بار خوفناک پڑھنے کا بالکل بھی مزہ نہ آیا ہوں اچھی تھی۔ اسد شہزاد کی کہانی نقل تھی تلاش عشق بہت اچھی ہے خالد شاہان اور شہاب شیخ کی واپسی زبردست تھی قیصر جمیل پروانہ صاحب آپ کو شرم نہیں آتی کہ اس ماہ یہی کہانی ڈر میں اور خوفناک میں بھی وہ بھی اسی ماہ حد ہوگئی۔ نیش عقرب یقین ہی نہیں آتا کہ دعا نے لکھی ہے اتنی بری اتنے سارے خطوط لیکن وہی الفاظ یہ کیا بات ہوئی وقاص احمد حیدری اور عمیر مظہر ویلکم ٹو بیک طلسمی ٹیکلس ہمارے چھوٹے بھائی صداقت نے لکھوائی تھی اور اسکی عمر کے حساب سے بہت اچھی تھی شاباش صداقت عمران تو از سب کو سلام۔

راحل بخاری۔ محبوب شاہ -----------------

فروری کا خوفناک 25 جنوری کو ملا جلد پڑھ نہ سکے میں سب سے پہلے خطوط ہی پڑھتا ہوں جب خطوط کی طرف گیا تو اپنا لیٹر پھر غائب پایا مرضی ہے انکل جی آپ کی لیکن ہم لوگ بھی ضدی ہیں لکھتے ہی رہیں گے سٹوریوں کی طرف پہلے انکل ریاض احمد صاحب جی دوسری قسط بھی بہت اچھی تھی ویلڈن۔ پھر بھائی اسد شہزاد کی سٹوری راز اچھی لگی گڈ بھائی جان گڈ۔ دوسری قسط کا انتظار ہے۔ خونی شہاب شیخ بھی ویلڈن اب کو ہماری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔ خوشبو احسان سحر آپ سے ابھی بات کرتے ہیں باقی سٹوری تو آپ کو ہی معلوم ہے کیسی ہے حوس عثمان بھائی کچھ تو خیال کرو یہ خوفناک ڈائجسٹ ہے اس کے مطابق ہی لکھا کرو دسمبر بھی آپی قمر نشاد کی اچھی تھی۔ پر سرار کوبرا قیصر جمیل پروانہ بھی قدر ٹھیک تھی۔ چاہت انیلہ غزل جی آپ دوسروں کے بارے میں اپنے لیٹرز میں بہت غصہ کرتی ہیں آپ کی سٹوری بس ٹھیک ہی ہے آخر میں میری آپی کشور کرن اور بھائی زاہد صاحب سے گزارش ہے کہ پلیز آپ لوگ چوکی کون سی جگہ سے ہو بتاؤ تو سہی اپنا نمبر خط کے آخر میں لکھ رہا ہوں

اور انکل ریاض احمد سے گزارش ہے پلیز انکل جی میرا خط ضرور شائع کرنا نمبر کے ساتھ تا کہ ہم اپنے شہر والوں سے رابطہ کر سکیں ورنہ ہم کو ان لوگوں کے پتے دے دو تمام قارئین اور خوفناک کو سلام اور انکل جی ہماری سٹوری کا کیا بنا آپکے قابل بھی ہے یا ردی کی ٹوکری تھا گئی میری طرف سے سب کو سلام۔

-------------------محمد ندیم عباس میوتی۔ چوکی

اسلام علیکم۔ ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ماہ فروری 2014 کا 5 فروری کو مارکیٹ میں ملا ٹائٹل اگرچہ پرانا تھا مگر پراسرار کوبرا کے عین مطابق تھا ریاض احمد کی تلاش عشق نے دل چھو لیا گڈ جی ریاض بھائی گڈ پھر راز پر پہنچے یہ سٹوری بھی بہت اچھی تھی اور اس کے دوسرے حصے کا شدت سے انتظار رہے گا اس کے بعد تی قسط وار تحریر بھید جو کے ہمارے بہت ہی پیارے بھائی خالد شاہان صاحب نے لکھی ہے وہ بھی زبردست ہے جبکہ شہاب شیخ کی خونی بھی اے ون تحریر رہی۔ اور اس کا نام بھی زبردست رہا جبکہ خوشبو نمبر ون تحریر رہی مبارک قبول کریں احسان سحر ساحل دعا بخاری نے نیش عقرب بھی عمدہ لکھی۔ توقیر جمیل پروانہ نے پراسرار کوبرا لکھ کر دل خوش کر دیا۔ ایم ڈاکر ہلال آزاد کشمیر کی پراسرار طلسمی ٹوپی کا آخری حصہ توقع کے عین مطابق رہی اور کہانی کا اینڈ بڑا ہی دلچسپ تھا قم قم نے دسمبر لکھ کر خود کو منفرد ثابت کیا ہے نیا موضوع تھا انیلہ غزل کی چاہت عمدہ تحریر تھی انیلہ غزل جی ویلڈن اسی طرح سے لکھتے رہیے گا۔ تو طلسمی نیکلس بھی زبردست تحریر رہی۔ خطوط میں جن لوگوں نے ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اقرار احیل صاحب کا خط پیارا اور من پسند تھا پلیز شعیب شرازی صاحب آپ بھی رسالے میں واپس آ جائیں ہم سب انتظار کر رہے ہیں ریاض احمد بھائی اور ادارے کے تمام ورکرز کو تہہ دل سے سلام اور بھائی ریاض احمد اس کے ساتھ اپنی مکمل ناول شیطان کی بیٹی بھیج رہا ہوں امید ہے جلد شائع کر کے مشکور فرمائیں گے اور نئی کہانی جلد سے جلد بھجوا دوں گا خوفناک کو اللہ ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

-------------------عثمان غنی پشاور

اسلام علیکم ایڈیٹر صاحب امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا اس شمارے میں کہانیاں کچھ خاص نہ تھیں مثلاً ۱۔ حوس۔ ۲۔ پراسرار کوبرا۔ ۳۔ چاہت۔ ۴۔ نیش عقرب۔ ۵۔ طلسمی نیکلس۔ اور جو باقی تھیں مثلاً ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔ اور دوا تحریر اسد شہزاد۔ ویسے تو ساحل بخاری بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں لیکن اس بار اس کی کہانی کچھ خاص نہ تھی میں امید کرتا ہوں اگلے شمارے میں تمام رائٹرز کی کہانیاں اچھی ہوں گی میں پہلی بار آپ کو خط لکھ رہا ہوں کیوں کے میں بڑے شوق سے آپ کا ڈائجسٹ پڑھتا ہوں میں جس جگہ تعلیم حاصل کر رہا ہوں وہاں ہر قسم کے ناول کی پابندی ہے ایک دفعہ استادوں نے مجھے ناول پڑھتے ہوئے دیکھا تھا تو انہوں نے مجھ سے لے کر اسے پھاڑ ڈالا اور مجھے ڈانٹا بھی لیکن پھر بھی میں چھپ چھپا کر پڑھ لیتا ہوں اس لیے اچھی اچھی کہانیاں شائع کیا کریں مجھے امید ہے کہ آپ میرا خط ضرور شائع کر دیں گے اور میرے یہ دو اشعار بھی شائع کریں گے کیونکہ پہلی بار بڑی امید سے خط لکھ رہا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ میری کوشش کو رائیگاں نہیں کریں گے۔

فراق یار سے آ گئی خزاں اس بے وفا کے باغ میں۔۔۔ جب فاختہ بہار آ گئی پنجہ عقاب میں

-------------------محمد نبیل رفاقت۔ گوجر خان

میرا کسی بھی رسالہ میں پہلا لیٹر ہے میں بہت دیر سے خوفناک ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق ہے لیکن ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بہت کم مل پاتا ہے میں نے آج تک کوئی کہانی یا تحریر کسی بھی قسم کی نہیں

لکھی لیکن ڈائری رات کو روزانہ لکھتا ہوں میری کتابوں کی الماری میں کتابیں اخبارات ورسائل زیادہ ہیں آدھے سے زیادہ میری اپنی سوانح عمری سے بھری پڑی ہے میری زندگی کا پائی پائی کا حساب اس میں موجود ہے کبھی کبھی کچھ شعر لکھ لیتا ہوں فروری کا ڈائجسٹ کچھ مصروفیات کی وجہ سے میں ڈیڑھ سال بعد پڑھ رہا ہوں اس میں کافی تبدیلی ہے اس میں شاعری اور تحریروں کو دیکھ کر میرا بھی لکھنے کو من چاہ رہا ہے اور اگر زندگی رہی تو اگلے میں ضرور کوئی تحریر ارسال کروں گا اس بار صرف دو شعر بھیج رہا ہوں کیونکہ میں ایک نتاشا نامی لڑکی سے بہت پیار کرتا ہوں اور میری زندگی میں وہی ایک لڑکی ہے لیکن اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے اسی لیے ہی میں یہ شعر لکھ رہا ہوں اور میری یہ گزارش ہے کہ پلیز میرا یہ لیٹر لازمی شائع کرنا آئندہ دو ماہ اچھی تحریر کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوں گا رسالہ شائع کرنے کا بہت شکریہ۔

تمہاری یاد بھی نتاشا کسی مفلس کی پونجی ہے۔۔۔جسے سب سے چھپاتے ہیں جسے ہم روز گنتے ہیں

------------------مرزا نعمان۔ جڑانوالہ۔

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا اس شمارے میں کہانیاں بہت اچھی تھیں مثلاً ۱۔ ہوس۔۲۔ پر اسرار کوبرا۔۳۔ چاہت۔۴۔ نیش عقرب۔۵۔ طلسمی نیکلس ان کہانیوں نے مزا دیا۔ اور جو باقی تھیں مثلاً ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔ اور راز تحریر اسد شہزاد۔ عبداللہ

------------------ساجد۔ ہجرائے کلاں

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ ہوس۔ پر اسرار کوبرا۔ چاہت۔ نیش عقرب طلسمی نیکلس۔ ان کہانیوں نے بہت مزا دیا ہے ان کے رائٹروں کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتی ہوں ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی ان کے لکھنے کا انداز مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ اور راز تحریر اسد شہزاد۔ نے بہت ہی خوب لکھا ہے مزا آیا۔

------------------راشدہ چوکی۔

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا اس شمارے میں کہانیاں کچھ خاص نہ تھیں مثلاً ۱۔ ہوس۔۲۔ پر اسرار کوبرا۔۳۔ چاہت۔۴۔ نیش عقرب۔۵۔ طلسمی نیکلس۔ ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق میں جو مزا تھا وہ بیان سے باہر ہے ان کی تحریروں کی وجہ سے ہی تو خوفناک میں رونق ہے

------------------نعمان ساجد۔ مرسنگھ

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا جن کہانیوں نے مجھے متاثر کیا ان میں ۱۔ ہوس۔۲۔ پر اسرار کوبرا۔۳۔ چاہت۔۴۔ نیش عقرب۔۵۔ طلسمی نیکلس۔ اور جو باقی تھیں مثلاً ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔ اور راز تحریر اسد شہزاد۔ بہت اچھی کہانی تھی ان سب کے رائٹروں کو مبارک باد قبول ہو۔

------------------فیضان قیصر۔ راولپنڈی

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ ہوس۔۲۔ پر اسرار کوبرا۔۳۔ چاہت ۴۔ نیش عقرب۔۵۔ طلسمی نیکلس۔ اپنی مثال آپ تھیں ان کو دلی طور پر مبارک باد دیتا ہوں اور جو باقی تھیں مثلاً ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔ مزا آیا پڑھنے کا۔

------------------ناظم یٰسین۔ کراچی

۴۔نیش عقرب۔۵۔طلسمی ٹیکس۔ان کہانیوں نے بہت ہی اچھی تھیں رائٹروں کو مبارک باد قبول ہو۔سب کو سلام قبول ہو۔

--------------------نایاب۔جہلم
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔اور راز تحریر اسد شہزاد۔ویسے تو ساحل بخاری بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں لیکن اس بار اس کی کہانی کچھ خاص نہ تھی میں امید کرتا ہوں اگلے شمارے میں تمام رائٹرز کی کہانیاں اچھی ہوں گی۔

--------------------زارا ذکیہ۔مانا نوالہ
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔اور راز تحریر اسد شہزاد۔ویسے تو ساحل بخاری بھی بہت اچھا لکھتی ہیں میں امید کرتا ہوں اگلے شمارے میں تمام رائٹرز کی کہانیاں اچھی ہوں گی۔

--------------------عقیل الرحمان۔چیر پیائی
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا اس شمارہ میں جو خاص تھی مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔اور آپی کشور کرن کہاں گم ہیں خوفناک میں جلد حاضری دیں اور راز تحریر اسد شہزاد۔ویسے تو ساحل بخاری بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں لیکن اس بار اس کی کہانی کچھ خاص نہ تھی میں امید کرتا ہوں اگلے شمارے میں تمام رائٹرز کی کہانیاں اچھی ہوں گی۔

--------------------زین ظفر۔پشاور
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا مثلا ۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت۔۴۔نیش عقرب۔۵۔طلسمی ٹیکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔اور راز تحریر اسد شہزاد۔ویسے تو ساحل بخاری بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں لیکن اس بار اس کی کہانی کچھ خاص نہ تھی میں امید کرتا ہوں اگلے شمارے میں تمام رائٹرز کی کہانیاں اچھی ہوں گی۔

--------------------عبدالباسط۔ہجرائے کلاں۔
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا اس شمارے میں مثلا ۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت۔۴۔نیش عقرب۔۵۔طلسمی ٹیکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی۔اور راز تحریر اسد شہزاد۔ویسے تو ساحل بخاری بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں لیکن اس بار اس کی کہانی کچھ خاص نہ تھی میں امید کرتا ہوں اگلے شمارے میں تمام رائٹرز کی کہانیاں اچھی ہوں گی۔

--------------------حافظ خالد۔ساہیوال
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت۔۴۔نیش عقرب۔۵۔طلسمی ٹیکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی

--------------------عبدالحمید مری۔جعفر آباد
فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا ۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت

۔۴۔نیش عقرب۔۵۔ طلسمی میکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی ریاض انکل ہم بہن بھائی آپ کے بہت بڑے فین ہیں اور آپ سے کال پر بات ہوتی رہتی ہیں کسی دن ہمارے مانگا منڈی میں چکر لگائیں بہت خوشی ہوگی آپ کے آنے سے کئی بار ہم نے آپ کو آنے کی دعوت دی ہے لیکن آپ ہر بار کہہ دیتے ہیں کہ آؤں گا لیکن آتے نہیں ہیں اب کی بار پکا وعدہ کرنا ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گا۔

-------------------عرفان۔مانگا منڈی

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت ۔۴۔نیش عقرب۔۵۔ طلسمی میکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی آپ کو بہت اچھی کہانی لکھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں

-------------------شاہد اقبال۔رانا ٹاؤن لاہور

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت ۔۴۔نیش عقرب۔۵۔ طلسمی میکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی کشور کرن سے گزارش ہے کہ وہ بھی جلد خوفناک کی محفل میں لوٹ آئیں رسالے میں ان کی کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے امید ہے کہ وہ میرا لیٹر پڑھ کر رسالے میں لوٹ آئیں گی میں ان کو رسالے میں شدت سے انتظار کروں گا۔

-------------------طالب حسین۔چونگی

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت ۔۴۔نیش عقرب۔۵۔ طلسمی میکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی ساحل بخاری بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں ان کو دلی مبارک باد ہو

-------------------جاوید اقبال۔سریاب۔

فروری کا شمارہ جلد ہی مل گیا اسلامی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔۱۔حوس۔۲۔پر اسرار کو برا۔۳۔چاہت ۔۴۔نیش عقرب۔۵۔ طلسمی میکس۔اور جو باقی تھیں مثلا ریاض احمد بھائی کی تلاش عشق وہ بہت اچھی تھی آپی کشور کرن کی کہانی کا مجھے شدت سے انتظار ہے امید ہے کہ وہ جلد رسالہ میں انٹری دیں گی۔

-------------------شہروز اقبال۔کوئٹہ

خوفناک ڈائجسٹ اور جواب عرض میں میرا نمبر شائع ہو رہا ہے۔جس کا مقصد ہے کہ آپ قارئین اپنی تحریروں کے بارے میں مجھ سے بات کر سکتے ہیں لیکن کچھ لڑکیاں ایسا نہیں کرتی ہیں وہ تحریروں کے بارے میں کم بات کرتی ہیں دوسری باتیں زیادہ شروع کر دیتی ہیں میری تمام لڑکیوں سے گزارش ہے کہ وہ مجھے انکل یا بھائی کہہ کر مخاطب کیا کریں ایسے الفاظ میں آپ لوگوں کا بھی ایک وقار ہوگا اور میرا بھی۔امید ہے کہ میری باتوں پر عمل کیا جائے گا اور کوشش کریں کہ کال لمبی نہ کیا کریں کیونکہ باقی ساتھیوں نے بھی بات کرنا ہوتی ہے اور ہر کسی سے بات کر کے ان کی پرابلم کو دیکھنا ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ اب لڑکیاں کال کرتے وقت مجھے بھائی یا انکل کہیں گی آپ کے ایسا کہنے سے مجھے دلی خوشی ہوگی۔

-------------------ریاض احمد باغبانپورہ لاہور

کوپن

خوفناک ڈائجسٹ

یہ شعر مجھے کیوں پسند ہے

یہ کوپن کاٹ کر ہمیں ارسال کریں ہم آپ کا شعر "خوفناک ڈائجسٹ" میں شائع کریں گے۔
اس کوپن میں اپنا پسندیدہ شعر لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ غیر معیاری اور غیر معیاری شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا پسندیدہ شعر

____

____

مکمل پتہ ________________________________

____

خوفناک ڈائجسٹ کوپن

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

شعر ....

....

....

....

شعر بھیجنے والے کا نام .... شہر ....